

البَقَرَةُ

(Al-Baqara)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اس خواہش کے بعد جو ایک انسان کے دل میں پیدا ہوئی کہ اگر تمام جہان میں نظامِ ربویت موجود ہے تو انسانوں کے درمیان اس نظام کا فائدان کیوں؟ انسانوں کو بھی تو ایک ایسا نظام ملتا ہے جسے صراطِ مستقیم کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے ایک ایسے قانون کی نیشان دہی کی گئی جو اس کی خواہش کے عین مطابق ہے۔ اور جسے قرآن کہا گیا۔ قرآن کیا ہے؟۔ اور کس نے دیا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو قرآن کے سمجھنے والوں کے ذہن میں ہمیشہ اٹھتے رہے ہیں۔ سوچنے والوں کے پاس اس کے دو جواب ہیں۔

اور دوسرے اجواب یہ ملتا ہے کہ یہ انسان کی کاؤش ہے۔ اور رسالتِ مُحَمَّدؐ کے خیالات اور سوچ اور قدرت کے مطابع کا نتیجہ ہے۔

دونوں جوابات کے رد عمل میں مزید سوالات اٹھتے ہیں جن کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے لیکن کہیں نہ کہیں تشکیل رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے مزید سوالات سامنے آ جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑا سوال جو انسانیت کو اور حناص طور پر مسلم امت کو پریشان کرتا رہا ہے وہ ہے کہ خدا کون ہے۔ یہ سوال صرف مسلم امت کا ہی نہیں ہے بلکہ ساری انسانیت کے سامنے یہ سوال آتا رہا ہے جس کو وجہ سے الگ الگ جگہوں پر الگ الگ جوابات دئے جاتے رہے ہیں۔ جو سراسر انسانی کاوش ہیں۔ جس کی بنیاد پر ہزارہا خدا بنتے چیلے گئے۔

اگر جواب کا دینے والا ایک ہوتا تو انہے مختلف جوابات نہ ملتے بلکہ ایک ہی جواب ہوتا۔ اس لئے یہ بات تو بالکل یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ خدا کے متعلق سب کے سب تصورات انسانی ذہن کی سوچ ہیں۔

1	الم
	الم
Alif Lam Meem	

مباحث:-

قرآن میں **الْحُكْمُ** اور ایسے ہی دیگر حروف کے متعلق جو مختلف سورہ کے شروع میں وارد ہوئے ہیں، ابھی کوئی حصی رائے دیتا ممکن نہیں ہے۔ وہ اس لیے کہ ان کا مفہوم بھی دشمنان اسلام کی سازشوں کی نذر ہو گیا ہے، تاہم ایک بات یقینی ہے کہ ان کو صرف حروف نہیں کہنا چاہئے، اس لیے کہ اکثر مفتامات پر ان کے بعد آیت کا نشان ملتا ہے جس کا مطلب ہے کہ ان مفتامات پر یہ صرف حروف نہیں بلکہ آیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ان آیات کو سمجھنے کی لگاند کوشش حباری رکھیں، یقیناً یہ عقدہ بھی حل ہو جائے گا۔

2

ذلِّكَ الْكِتَابُ لَا رَبَّ لَهُ وَهُدًى لِلْمُتَّقِينَ

یہ دہ کتاب ہے۔۔۔ کہ جس میں کوئی شک نہیں، متقی بننے کے لیے ہدایت ہے۔

مباحث:-

لفظ **متقی** کا مادہ "وقی" ہے جس کے نمایادی معنی ہیں "بچنا"۔

قرآن کی اصطلاح میں "وقی" کے معنی ہیں "اس برے انجام سے بچنا جو مملکت الہیہ کے احکامات کی معصیت کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتے ہیں"۔۔۔ اسی بات کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ "مملکت الہیہ کے احکامات کے تابع ہونا یا ہم آہنگ ہونا تاکہ انسان برائی سے بچتے ہوئے اس کے برے انجام سے بھی نفع کے"۔

اس مفتام پر لفظ **للمتقین** کا ترجمہ "متقی بننے کے لیے" کیا گیا ہے۔ وہ اس لیے کہ **للمتقین** میں "لام" بطور "لام غایت" ہے۔ متقی کی صفات کے لیے دیکھئے، اسی سورہ کی آیت ۷ اور سورہ **المائدہ** کی آیت ۲۔

آنندہ ترجمہ میں لفظ **متقی** کا ترجمہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اصطلاح کے طور پر متقی ہی لکھا جائے گا۔

3

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقْيِمُونَ الصَّلَاةَ وَمَا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ

متقی وہ لوگ ہیں جو مملکت الہیہ کے احکامات کے ذریعے امن قائم کرتے ہیں یعنی قرآنی احکامات کے تحت نظام قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں ضروریات زندگی عطا کی ہیں اس کو بھالائی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

مباحث:-

يُؤْمِنُونَ: باب افعال سے جمع مذکر غائب مضارع کا صیغہ **يُفْعِلُونَ** کے وزن پر ہے۔ مادہ "امن" معنی "امن، سلامتی"۔ اس لیے **يُؤْمِنُونَ** کے معنی ہوئے "وہ لوگ جو امن میں رہتے ہوئے دوسروں کو امن دیتے ہیں"۔

ایمان لانا ایک عجیب چیز ہے۔ اگر کہا جائے وہ لوگ یقین رکھتے ہیں تو سوال ہو گا کہ "یقین" کا لفظ کیوں نہیں استعمال کیا گیا؟ جبکہ مادہ "وقن" سے بننے والے دیگر الفاظ قرآن میں موجود ہیں۔ سید ھی سی بات ہے کہ مفسرین یہ حاصل ہتھی نہ تھے کہ اسلام کو ایک امن اور سلامتی کے طریقے زندگی کے طور پر پیش کیا جاتا۔

سب سے بڑا سوال ہو گا کہ کسی کے ماننے کا پتہ کیسے چلے گا؟ کس کو منوانا ہے۔۔۔ خدا کو۔۔۔ یاد کی مخلوق کو۔۔!!

خدا کو تو ضرورت نہیں کہ اس کو بتایا جائے، اس کو تو یہی معلوم ہونا چاہئے کیونکہ وہ خدا ہے۔۔ اور اگر انسانوں کو یقین دلانے کے لیے ہے تو انسانوں کے پاس کوئی طریقہ نہیں کہ کسی کے دل کی سچی یا جھوٹی بات کی تصدیق کی جاسکے۔

آجے سورہ الحشر کا مطالع کرتے ہیں۔ جس کی آیت نمبر ۲۳ کے مختلف مترجمین کے تراجم حاضر ہیں۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمُكْلِفُ الْقَدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبد نہیں، بادشاہ، نہایت پاک۔، سلامتی دینے والا، امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، عزت والا، عظمت والا، تکبر والا اللہ کو پاکی ہے۔ ان کے شرک سے، (احمد رضا حنفی صاحب)

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبد نہیں وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، تکہبان، سب پر غائب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں (ابوالاعلیٰ مودودی)

وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبد نہیں وہ بادشاہ پاک ذات سلامتی دینے والا امن دینے والا انگہبان زبردست خرابی کا درست کرنے والا بڑی عظمت والا ہے اللہ پاک ہے اس سے جو اس کے شریک ٹھیکارتے ہیں (مولانا احمد عسلی)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بلا استثنی تمام مترجمین نے مومن کے معنی امن دینے والا کیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مومن کے عناط معنی کر کے لوگوں کو در عنایا جاتا ہے۔ یاد رکھئے مومن کے معنی امن دینے والا ہے۔ ایمان لانا ایک بے معنی بات ہے۔

4

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ

اور وہ لوگ ان احکامات کے ذریعے جو تم کو دیئے گئے یعنی وہی جو تم سے پہلے بھی دیئے گئے، امن قائم کرتے ہیں اور مكافات عمل پر یقین رکھتے ہیں۔

مباحث:-

تو انیں قدرت ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں اور ایک ہی رہیں گے۔، قدرت کے تو انیں نہ بد لیں گے۔ دیکھئے سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۳۔ اس لیے جو احکام قرآنی ہم کو ملے ہیں وہ ہو بہو ہی ہیں جو پہلے انبیاء کو ملے تھے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا وَحَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَحَّىٰ بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَنْفَرُّ قَوْافِيهِ كَبُرُّ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَعْلَمُ بِإِيمَانِهِمْ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبِ (تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا ہتا اور اسی راستہ کی ہم نے تم کو راہ دکھائی ہے۔ اور اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا ہتا کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔)

یہ ہے ہمارے مجوسی مفسرین کی قرآن میں تحریف کی ایک مثال جسکی وجہ سے ایک ہی شریعت کو کبھی محمدی شریعت کہا جاتا ہے کبھی موسوی شریعت اور کبھی پہلوں کی شریعت۔

5

أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًىٰ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے نظامِ ربویت کی نظر میں ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

مباحث:-

نظامِ ربویت کوئی نئی اصطلاح نہیں ہے۔ ہر ملک اپنے عوام کی بہبود کے لئے تو انیں بنتا ہے۔ دیکھ جائے تو کسی بھی مملکت کی اولین ذمہ داری اپنے عوام کی بہبود ہے۔ اور یہ کہنا عناط نہیں ہو گا کہ اصل میں مملکت کا دوسرا نام ہی نظامِ ربویت ہے۔ اسی لئے قرآن میں ”رب“ کا لفظ مملکتِ الہیہ کے ہم معنی آیا ہے۔ جہاں جہاں عوام کی بہبود مقدم ہے وہاں ”رب“ کا لفظ آیا ہے اور جہاں قانون کی حاکیت کی بات ہے وہاں مملکتِ الہیہ کی بات ہوئی ہے۔

6	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِسْوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ	
	<p>یقیناً جسنوں نے انکار کیا ان کے لیے برابر ہے کہ تم ان کو برے اخبار سے پیش آگاہ کرو یا نہ کرو، وہ امن قائم کرنے والے نہیں۔</p>	
7	خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غَشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ	
	<p>ان کے اذہان اور سوچ پر ملکت نے مہر لگی پائی ہے، اور بصیرت پر پردہ پڑا پایا ہے اور ان کے لیے ایک بڑی سزا تیار ہے۔</p>	
	<p>مباحث:- دل سے مراد یعنے میں موجود دل نہیں ہے بلکہ انسان کی سوچ بھپار کی صلاحیت ہے، کان سے مراد و سرے کی بات سننا اور دیکھنے سے مراد مشاہدہ ہے۔</p>	
8	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ	
	<p>اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے ملکت الیہ کے تحت امن قبول کیا اور مكافات عمل کے وقت بھی امن میں ہوں گے لیکن حقیقتاً یہ لوگ اہل امن نہیں ہیں۔</p>	
9	يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسُهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ	
	<p>یہ ملکت خداداد اور امن قائم کرنے والوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ تو صرف اپنے ہی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو اس بات کا شعور نہیں ہے۔</p>	
10	فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَرَأَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْنِيُونَ	
	<p>ان کے دلوں میں مرض ہے، بس ملکت نے ان کے مرض کو بڑھا رہنے دیا ہے اور ان کے جھٹلانے کے سبب ان کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔</p>	
11	وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا تَحْكُمُ مُصْلِحُونَ	

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ زمین میں فادہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

مباحث:-

یاد رکھئے۔۔۔ "اذا" کا لفظ جب ماضی کے صیغہ سے پہلے آئے تو معانی ماضی کے ہوتے ہیں اور استمراریت کا فائدہ بھی دیتے ہیں۔

12

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ

ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا۔ کہ ایسے ہی لوگ تفادی ہیں لیکن شور نہیں رکھتے۔

13

**وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ
وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ**

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ امن قائم کرو جس طرح دوسرے لوگوں نے امن کو قائم کیا ہے تو پوچھتے ہیں کہ کیا ہم ویسے ہی امن قائم کریں جیسے بیوقوفوں نے قائم کیا ہے؟

ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا کہ یہی لوگ تو بیوقوف ہیں لیکن ان کو معلوم نہیں ہے۔

14

وَإِذَا الْقَوَى الَّذِينَ آمُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى الشَّيَاطِينِ هُمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا تَخْنُونُ مُسْتَهْزِئُونَ

اور جب یہ لوگ امن قائم کرنے والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی امن قائم کرنے والے ہیں۔ اور جب تہائی میں مملکت کے خلاف اپنے سرکش سرداروں کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف مذاق کرنے والے ہیں۔

مباحث:-

اس آیت میں شیطان کی تعریف بھی سامنے آگئی ہے۔
پہلی بات کہ یہ لوگ کوئی غیر انسانی مخلوق نہیں ہیں بلکہ ہمارے جیسے گوشت پوسٹ کے انسان ہیں۔
دوسری بات کہ مملکت خداداد کے خلاف سرکش لوگوں کو شیطان کہا گیا ہے جس کی مزید
وضاحت آیت ۳۲ سے ۳۶ میں بیان ہوئی ہے۔

15

اللَّهُ يَسْتَهِزُ بِهِمْ وَيَمْدُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ

**مملکت الٰہی نے ان کے مذاق کی تدبیر کی ہے اور انہوں کی طرح ان کو ان کی سرکشی
میں چھوڑ دیا ہے۔**

مباحث:-

کسی کی سازش یا حاصل کو بے ضرربنائز کے عمل کو مشاکلہ کہتے ہیں۔ لفظ مشاکلہ باب معاملہ
سے ہے۔ اس باب سے بنے الفاظ میں دواخناص یادو گروہوں کے درمیان ایک دوسرے سے
نبردازما ہونے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ مثلاً محابا ہدہ، معتابہ۔ مشاکلہ میں جوابو ہی شکل اختیار
کی جاتی ہے جو مدمعتا بلے اختیار کی ہو۔

اس لئے جہاں جہاں ایسی عبارت نظر آئے کہ کسی شخص کے عمل کے مقابلے میں اس
جیسے عمل کے ذریعے اس عمل کو ناکارہ بنایا جائے تو اصلاحاً اس کے عناط عمل کی اصلاح اور
اس کے عناط اثرات کو حستم کرنا مقصود ہوتا ہے۔

16

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الصَّلَالَةِ بِالْهُدَىٰ فَمَا تَرِبَحُتْ تِجْمَاعَهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ

**یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بد لے گمراہی خرید لی ہے پس ان کی
تبارات نے نہ توان کو کوئی فائدہ پہنچا یا اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔**

17

مَثِلُهِمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَنَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاعُتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي
ظُلْمَاتٍ لَا يُبَصِّرُونَ

**ان لوگوں کی مثال اس شخص کی ہے جس نے آگ روشن کی، پس جب اس کا
ماحوں روشن ہوا تو مملکت الٰہی نے ان کی عقل و خرد کو سلب ہوا پایا، باس وحش ان
کو لا عسلی کے اندر ہسپروں میں چھوڑ دیا کہ اب وہ کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔**

مباحث:-

أَخْسَاءُ --- مادہ --- ض و ا --- معنی --- روشن ہونا، چکنا، **هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا** قمر اور شمس دونوں میں روشنی ہوتی ہے لیکن اہل عالم نے دونوں میں فرق کیا ہے۔ قمر کی روشنی میں ٹھنڈک ہوتی ہے جبکہ شمس کی روشنی میں گرمی ہوتی ہے جس سے کھیتی وغیرہ جبل حباتی ہے۔

قرآن میں آگ دو طرح کی بیان ہوئی ہے۔ ایک تو وہ جو نور کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ جیسے اس آیت میں ذکر ہے۔

دوسری وہ جو لوگوں کے درمیان دشمنی کی آگ ہوتی ہے (سورہ آل عمران آیت نمبر ۳)

ظُلْمَاتٍ --- مادہ --- ظلم --- جس کے معنی کسی پر زیادتی، تحباوز، عالم کی نفی۔، انسانیت پر سب سے بڑا ظلم اس کے حقوق کو غصب کرنا ہے۔ جس کو ”عنایی کہا جاتا ہے“ عنایی ہر طرح کی ہوتی ہے۔ کسی کی محنت کا ثرہ اڑا لے جانا، کسی کو اپنی خواہش کا پابند کر لینا، کسی کے خیالات کو پابند کر لینا۔ مذہبی دنیا میں ایک حنائق کے ساتھ دوسرے حنائق کے وجود کا اقرار کرنا۔ اور حنائق کے حقوق میں یعنی عبادات میں کسی اور کائنات ماننا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اب یہ ہر انسان کی سوچ پر منحصر ہے کہ وہ خدا کے جسمانی تصور کو کس حد تک اور اس کے حقوق کو کہاں تک کھینچتا ہے۔ اور یہ میں سے مذہبی تفسیریکی بنیاد پر ہے۔

ایک تصور ”کن“ سے لیکر ”متجمم“ خدا اور اس کے حق تک الگ الگ تصورات کی بنیاد پر مذاہب کی بنیاد پر ہے۔

18

صُمُّبُكُمْ عَمِيٌّ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ

یہ لوگ بہرے گو نگے اور اندھے ہیں پس یہ واپس آنے والے نہیں۔

19

أَوْ كَصِيبٌ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلْمَاتٌ وَرَاعِدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَايِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ
حَذَرَ الْمَوْتٌ وَاللَّهُ لُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ

یا جیسے کہ مثال ہو آسمانی مصیبت کی کہ جس میں اندر ہیرے بھی ہیں بھلی بھی ہے اور کڑک بھی۔ وہ موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں بوحب مدد ہو شی (لا علی) ڈالے رکھتے ہیں۔ تو انہیں مملکت الہی نے انکار کرنے والوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

مباحث:-

یہ اس شخص کی مثال ہے جو اپنے اعمال کے بہب مملکت الہیہ کی سزا کا حقدار بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے اسے کچھ سمجھائی نہیں دیت۔ اس سزا یا کی کیفیت اس طوفان کی سی ہوتی ہے جس کی مثال بھلی اور طوفانی کڑک سے دی گئی ہے، اور انسان اس طوفان کی شدت کے احساس کو کرنے کے لیے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا ہے۔

ایسی ہی مثالیں قرآن میں بار بار دھرائی گئیں ہیں۔

کسی بھی اعلیٰ ادب کی خوبصورتی اس میں دی گئی مثالیں ہوتی ہیں لیکن اگر مثال، تشبیہ استعارے یا محاورے کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس کا حشر کچھ ایسا ہو گا جیسے اردو میں کہے گئے اس جملے کا ہو گا.....، میرا سر حپکر ارہا ہے کا ترجمہ "my head is circling" کر دیا جائے تو کیا لگے گا۔ یاد رکھئے مثال اور تشبیہ اور محاورے کا ترجمہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا بدل اپنی زبان میں ویسی ہی مثال تشبیہ اور محاورے سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا مقصد بیان کیا جاتا ہے۔

دوسری اہم بات قرآن کو سمجھنے کے لئے قرآن کا مقصد معلوم ہونا چاہئے۔ اگر تو یہ عبادات کرانے آیا ہت تو یہ مقصد کسی بھی مذہبی رسم کو اپنانے سے پورا ہو سکتا ہت۔ خواہ آپ عبادات کو نماز کا نام دیں یا پارسی نماز (گاہت) کا نام دیں ان کے یہاں بھی نماز کے یہی اوقات ہیں۔ یا بھجن کہہ لیں یا پوچبا پاٹھ کہ لیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ قرآن کی صرف عبادات کا طریقہ بدلنے آیا ہت۔؟ جی ہاں۔۔، اگر تو عبادات کے طریقے بدلنے آیا ہت تو پھر تو مسلمان اس قرآن کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔۔۔!

یا اگر اس بات کو لوگوں سے کہلوانے آیا ہت اک خدا ایک ہے تو اس میں توہر مذہب ناکام ہو گیا ہے کیونکہ آج کسی مذہب میں بھی ایک خدا کا تصور موجود نہیں ہے اور سو فیصد لوگ چینی ہیں۔ ہر مذہب حتیٰ کہ توحید پر قائم مذاہب میں بھی ہزاروں خدا موجود ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ صرف اس مذہب والے ہی جنت میں جائیں گے جس کو کسی نے کافر انہ مذہب نہ کہا ہو تو جنت حنالی ہی رہے گی۔

لیکن اگر قرآن ایک ضابطہ حیات دینے آیا ہت تو پھر ہمیں عبادات کے طریقے نہیں بلکہ عبادت کے طریقے ڈھونڈنے ہوں گے۔ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنََّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ** 51/56 ہم نے اس و جن کو صرف عبادت/عبادات کے لئے پیدا کیا۔

يَعْبُدُونَ کے صرف ایک ہی معنی ہو سکتے ہیں یعنی اس کا ترجمہ یا تو عبادات کر لیں یا تابع داری کر لیں۔ اس لئے آگے بڑھنے سے پہلے آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ آپ اللہ کی عبادت یعنی فرمان برداری کرنا چاہتے ہیں یا اس کی عبادات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تو عبادات کرنا چاہتے ہیں تو جس طرح آپ کا مذہبی پیشووا کہتا ہے سب خیج کہتا ہے اور آنکھ بند کر کے تقسید کرتے جائیے۔ لیکن ہمارے فہم کے مطابق قرآن میں کسی بھی عبادت کا طریقہ موجود نہیں ہے۔

لیکن اگر آپ عبادت اختیار کرنا چاہتے ہیں تو قرآن میں آپ کو مملکت الہیہ کا ڈھانچہ مل

آپ نے غور کیا ہو گا کہ جہاں جہاں اللہ کا الفاظ آرہا ہے وہاں ترجمہ "مملکت الیہ" کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات کا دراکٹ توہنم نہیں کر سکتے۔ یہ اس کے اسماء الحسنی ہی ہیں جن کے ذریعے ہم نے اسے پہچاننا ہے۔

اس کی پہچان کائنات میں پھیلے ہوئے قوانین ہی ہیں جنہیں ہم اسماء الحسنی یا قوانین قدرت کہتے ہیں، اور ان اسماء الحسنی یعنی قوانین قدرت پر مبنی مشکل "مملکت الیہ" کے قوانین یادارے مراد ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر جب یہ کہا جاتا ہے **وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا** اللہ کو قرض حسن دو، تو آپ کس اللہ کو حب کر قرض حسن دیتے ہیں؟؟۔ آپ توحہ کر کسی سختی اور حاجت مند کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔!!۔ آخر کیوں؟۔ کیا آپ نے اس حاجت مند کو اللہ سمجھا حتاجو اے قرض حسن دیا؟؟۔ جی نہیں!!۔ اصلًا جو اللہ کی ذمہ داری اس کی مملکت نے پوری کرنا تھی، وہ مملکت کی غیر موجودگی میں آپ نے کی۔

یہ بات بہت اہم ہے، اس لیے کہ جب تک آپ "اللہ" کا صحیح مفہوم نہیں سمجھیں گے، اسلامی مملکت کا تصور او جھل ہی رہے گا۔ یاد رکھیے ...

جو اسماء الحسنی قرآن میں بیان ہوئے ہیں وہی "اسلامی نظام" کا حناکہ ہیں۔

20

يَكَادُ الْبَرْزُقُ يَخْطُفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَدَهُ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

قریب ہے کہ مملکت الیہ کے احکامات ان کی بصیرت کو خیرہ کر دے، ان کے لئے جب بھی ماحول ساز گار ہوتا ہے وہ اس میں حصل پڑتے ہیں اور جب ان پر مشکلیں آپڑیں تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر مملکت الیہ کی مشیت کا پیمانہ مقرر نہ ہوتا تو یقیناً ان کی ساعت اور بصیرت ختم ہی رہنے دیتی۔ یقیناً مملکت الیہ ہر شے کے پیمانے مقرر کرنے پر قادر ہے۔

ما حصل:-

اس مثال میں ان لوگوں کے متعلق بتایا گیا ہے جو موقع پرست لوگ ہوتے ہیں۔ جب بھی کسی اہم کام میں جدو جہد کی وجہ سے کوئی پریشانی یا مصیبہ لاحق ہوتی ہے تو فوراً اس تھوڑے جباتے ہیں لیکن اگر کچھ وفاکدے کا مکان ہوتا ہے تو ساتھ حصل بھی پڑتے ہیں۔

اس معتام سے ما قبل قرآن نے بطور ابتدائی اس شخص سے خطاب کیا ہے جو کائنات میں غور و فنکر کے بعد ایک نظام ربویت کا طلبگار ہے۔ اس کے بعد اب خطاب انسانیت سے کیا جا رہا ہے۔

قرآن کے ربط میں یہ بھی خیال رہے کہ قرآن اپنے ربط کو قائم رکھتا ہے۔ اگر ربط سمجھ نہیں آ رہا تو غور کیجئے کہ وہ کیا بات ہے جو پچھلی آیات میں ہماری سمجھ سے نظر انداز ہو گئی ہے۔

21

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا إِرَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اے انسانو! اپنے نظام ربویت کی فرمانبرداری اختیار کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو احترامیات عطا کی۔ تاکہ تم مملکت الہیہ کے مطابق زندگی بسر کرو۔

مباحثہ:-

خَلَقَكُمْ --- مادہ خلق --- معنی بنانا۔ تخلیق کے دو معنی ہیں ایک تو کسی مادی چیز کی تخلیق کی جاتی ہے۔، اور دوسرا تخلیق وہ ہے جسے احترام کہا جاتا ہے۔ جو ماں باپ اور استاد کی نصیحت سے لیکر مملکت کے قوانین اور ان کے نفاذ تک محیط ہوتے ہیں۔ وہ قوانین اور احکامات جو مملکت کی طرف سے حباری کئے جاتے ہیں ایک نظام احترامیات کے تحت جسے آج کی زبان میں ”آئین“ کہتے ہیں۔ قوانین اور ان کے نافذ کرنے والے اداروں کا کام ہر شہری کو مفید اور کارآمد بنانا ہے۔ اس لئے قرآن میں جہاں جہاں تخلیق کا ذکر آئے گا وہاں وہاں ”نظام احترامیات“ کی بات ہو گی۔ اس نظام احترامیات کی سب سے بڑی ذمہ داری انسانیت کی ربویت کرنی ہے۔ اس کے لئے ”رب“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور یہ بھی اصلاً پورا ایک نظام ہے۔ جس کے ذریعے انسانیت کی ضروریات زندگی عدل و انصاف کی بنیاد پر اس تک پہنچائی جائیں گی۔

22

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الشَّمَرَاتِ بِرْزَقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا إِلَيْهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

وہ کہ جس نے تمہارے لیے اعلیٰ اقدار کو وحی استحکام، اور عوام کو بنیاد بنا یا اور مملکت الہیہ کے احکامات کو بصیرت کی بلندیوں سے پیش کیا۔ پس اس کے ذریعے تمہارے لیے نتائج کو ظہور میں لا یاتا کہ تمہاری ضروریات بہم پہنچائے، تو تم مملکت الہیہ کا حبانتے بوجھتے ہمسرنہ ٹھہراؤ۔

مباحث:-

اس آیت اور ان جبیسی آیات کا ترجمہ دو مفہومیں کے تحت کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو ہے لغوی معنی جو کہ لغت میں ملتے ہیں۔ اور دوسرے معنی بطور ”اصطلاحات“ کے جاتے ہیں۔ اصطلاحات مصنفوں کے تجویز کردہ ہوتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مستند معنی اور مفہوم اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ کوئی اچنہجہ کی بات نہیں ہے۔ تمام تراجم میں اس طرح کے معنی موجود ہیں۔

اس آیت میں لغوی معنوں کے تحت الْأَرْض کے معنی زمین، فِرَاشًا کے معنی ٹھیرنے یا کھڑے ہونے کی جگہ، السَّمَاءَ کے معنی آسمان، مَاءَ کے معنی پانی اللَّمَرَاتِ کے معنی چسل اور میوے کے جاتے ہیں۔ لغوی معنی ایک عام شخص کے لئے کافی ہیں۔ لیکن ان کے معنی کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں، جو ہماری زندگی میں بہتر رہنمائی کر سکیں گے۔

23

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَهْبَةٍ لَمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ أَعْبُدُنَا فَأُتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ ذُوْنِ اللَّهِ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اور اگر تم کو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر پیش کی ہے، کوئی شک ہے تو اپنے ساتھیوں کو بلا اور مملکت الیہ کے قوانین کے علاوہ کسی ایک حکم کے مثلے آواگر کہ تم اپنے دعوے کو سچ کر دکھانے والے ہو۔

مباحث:-

لَمَّا نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ كَذَرْ ما قَبْلَ آیت میں ماءَ مِنَ السَّمَاءِ کہہ کر کیا گیا۔ قرآن میں جہاں بھی ماءَ مِنَ السَّمَاءِ کا ذکر ہو گا وہاں پر مفہوم میں مملکت الیہ کے احکامات کا تصور ضرور پہنچاں ہو گا۔

اس آیت میں ایک لفظ بسورۃ آیا ہے جس کے معنی کو قرآن کی مختلف سورتوں سے ماخوذ کیا گیا ہے۔ اس لفظ کا مادہ س و ر ہے جس کے معنی میں گولائی ہوتی ہے۔ اس سورہ کی جمع ہے۔ شہر کی فصیل کو بھی سورہ کہا جاتا ہے جس کے معنی احاطہ کرنے کے بھی ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن کا ہر حکم ایک سورۃ ہے۔

24

فَإِنْ لَمْ تَفْعُلُوا لَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَاجُ أَعْدَّ لِلْكَافِرِينَ

پس اگر تم نہ کر سکو اور تم ہر گز نہیں کر سکو گے تو اس دشمنی کی آگ سے ڈرو جو انکار کرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے جس کا یہندھن اندھے مقلد انسان اور الحبارة پھر دل سردار ہوں گے۔

مباحث:-

یہ آگ ایسٹ پھر کی آگ نہیں ہے، یہ آپس کی دشمنی کی آگ ہے جس کا ذکر سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں وارد ہوا ہے اور ایک آگ وہ ہوتی ہے جو انبیاء روشن کرتے ہیں اور جس کا ذکر آیت نمبر ۷۸ میں آچکا ہے۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۳ میں ارشاد ہے

إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَادًاٌ فَالَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَضَبَخْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًاٍ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں افسوس ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو قدرت نے تم کو اس سے بچا لیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی کوئی آگ کا گڑھا تیار ہت جس میں لوگ گرنے والے تھے؟ اور پھر اس آگ کے گڑھے سے بچتے ہی بھائی بھائی ہو گئے جبکہ پہلے باہم دشمن تھے!!
یاد رکھئے یہ آگ کا گڑھا آپس کی دشمنی کی آگ ہوتی ہے۔

25

وَبَشَّرَ اللَّهُمَّ يَنَّ أَمْتُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْكَوَافِرُ هُنَّ مَا هُنْ زُوَّادُهُمْ
مِنْ شَمَرَةٍ بِرِزْقًا قَالُوا هُذَا الَّذِي هُزِّقْنَا مِنْ قَبْلٍ وَأَتُوا بِهِ مُتَشَابِهًًا وَلَهُمْ فِيهَا أَرْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

ان لوگوں کو حسنهوں نے امن قائم کیا خوش خبری سنادیں اور حسنهوں نے اصلاحی اعمال کیے، کہ انہیں ایسی ریاستیں ملتی ہیں کہ جن کی ماتحتی میں خوشحالیاں روایاں دوال رہتی ہیں۔ جب کبھی ماضی میں بھی ان ریاستوں سے ان کو ان کے اعمال کے سبب انعام سے نوازا گیا تو انہوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ یہ تو وہی نعمت ہے یا اس حبیبی ہے جو اس سے پہلے بھی ہم جیسوں کو دی گئی تھی اور ان کے لیے ان مسلکتوں میں پاکیزہ ذہن ساتھی ہوں گے۔ اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مباحث:-

یہاں نوٹ فرمائیجئے کہ الفاظ مزقوا، قالوا، مزقنا، اتواتام کے تمام ماضی کے صینے ہیں، ان کا ترجمہ مستقبل میں کرنا قرآن کی تحریف ہے اور انسانوں کو اس دنیا کے اعمال سے غافل کرنے کا باعث بتا ہے۔ یہ الجنت اسی دنیا میں ہے اور ہمارے اعمال کے بہب ملتی ہے۔ اس لیے جنت کا ترجمہ ریاست کیا گیا ہے، جو اسی دنیا میں ملتی ہے۔

26

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحِي إِنَّ يُصْرِب مَثَلًا مَا بَعْوَذَةً فَمَا فَوَّتَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحُكْمُ
مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهِذَا مَثَلًا يُضْلِلُ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ
كَثِيرًا وَمَا يُضْلِلُ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ

یقینی طور پر ملکت الہی کسی چھوٹی بڑی مثالوں کے بیان کرنے سے حیات آفرینی نہیں بخشتی۔ پس وہ لوگ جسنهوں نے امن قائم کیا، وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب ان کے نظامِ ربویت کی طرف سے دی گئی برحق کتاب ہے لیکن وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ملکت خداداد نے اس مثالی کتاب کی بات کر کے کیا ارادہ کیا۔ اس کتاب کے ذریعے ہی وہ اکثر کوگراہ یا ہدایت یافت قرار دیتا ہے، لیکن کوگراہ صرف قانون شکن لوگوں کو ہی قرار دیتا ہے۔

مباحث:-

مَثَلًا : مادہ "م ش ل" معنی "مشابہ ہونا، برابر ٹھہرانا، مانند، نظیر، روایت" المثل : "اقدار، آئندیل"۔

قرآن کسی مثال کی بات نہیں کر رہا بلکہ ان روایات کی بات کر رہا ہے جو معاشرہ میں پھیل جاتی ہیں۔ اس کے برعکس قرآن ایک ایسی کتاب قانون و قدر کی بات کر رہا ہے جو کفار کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس قدر کے بیان کرنے سے ملکت الہی کا کیا ارادہ ہے۔ جواب دیا گیا کہ اس پیمانے کی نیاد پر ہی ہدایت یافت، حیات آفرینی یا کوگراہ پر ہونے یعنی قانون شکنی کا فیصلہ ہو گا۔

27

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمْرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوَصَّلَ وَيُفْسِدُونَ فِي
الْأَرْضِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

یہ قانون شکن لوگ وہ ہیں جو مملکت خداداد کے ساتھ کیے گئے پختہ عہد کو توڑتے ہیں اور ان احکام سے قطع تعلق کرتے ہیں جن سے جڑنے کا حکم دیا گیا ہے، اور مملکت میں فاد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ خارہ پانے والے ہیں۔

28

كَيْفَ تُكْفِرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَنْوَاعًا فَأَخْيَا كُمْ صُلْطَنَ مُبِينٍ شَكْرُكُمْ لَهُ يُجْهِيْكُمْ لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَحُونَ

کیونکہ تم مملکت کے قوانین کا انکار کر سکتے ہو؟۔ حالانکہ تم محکوم تھے تو تم کو آزادی دی۔ مزید یہ کہ تم محکوم بھی ہوتے ہو اور آزاد بھی رہو گے، اور اسی کے قوانین کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

29

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ أَسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيهِ

وہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب اخلاقیات کا نظم عطا کیا جو عوام کے بارے میں ہے۔ پھر وہ بلند اقدار کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے بہت سارے اعلیٰ پیمانے عطا کیے کیونکہ وہ ہر شے کا عسلم رکھتا ہے۔

مباحث:-

‘بلند قدر’ سے مراد مملکت کے بلند مراتب اور اقدار ہیں جو السماء ہے اور اس السماء سے اور بہت سارے احکام کی تشكیل یعنی سبع سماءات کیے گئے۔

ماء من السماء یعنی مملکت الیہ کے احکامات کے ذکر کے بعد قرآن میں السماء کا ذکر وحی الہی یا احکامات مملکت کے حوالے سے ہی آیا گا۔

سبع کے معنی نہ صرف سات (تعداد) ہوتے ہیں بلکہ یہ لفظ بہتات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

سورہ البقرۃ کی آیت ۲۶۱ میں لفظ سبع اور مائتھ آئے ہیں جو بہتات کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

مفسریں نے اس وقت کے عمل اور عقل کے مطابق اس مفتام کو دیومالائی رنگ دے کر ایک ناقابل یقین تفہیم تو دے دی ہے جو افانوی تو ضرور ہے لیکن حقیقت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔ انسان کو ہر دوسر میں ان حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ روز کی داستان ہے کسی اربوں سال پرانی آدم اور حوا کی تخلیق کی داستان نہیں ہے۔ یہ انسان کے ہر اس دور کی کہانی ہے جب جب اس کو شعور آتا ہے۔ کہ اس کا معاشرہ طاقتور ہاتھوں میں کھیل رہا ہے اور انسان فرعون (طاقت) قارون (مال و زر) اور حمامان (مذہبی پیشوں) کے ہاتھوں مجبور ہو گیا ہے اور اپنے آپ کو ان زنجیروں سے آزاد کرانے کی کوشش کرتا ہے تو چشم تصور میں وہ اس کی تبدیلی میں کن مراحل سے گزرتا ہے اس کا بیان ہے۔

اس داستان میں انسان خود اپنے آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور اپنے علم و شعور کی نیاد پر جواب بھی فراہم کرتا ہے۔ جب وہ سوال کرتا ہے تو متكلّم یعنی کلام کرنے والے کے صیغوں میں بات کرتا ہے اور وہ تمام سوالات نظامِ ربوبیت کی نمائندگی کرتے ہوئے کرتا ہے اس لئے ایسے مفتامات پر سوال اور جملے میں موجود تجسس سے دیکھنا پڑے گا کہ سوال کا محل و موقع کیا ہے۔

اسی طرح جب ان سوالات کا جواب نظامِ ربوبیت کی نمائندگی کرتے ہوئے انسان خود دیستا ہے تو وہ متكلّم یعنی بات سننے والا ہوتا ہے اور انہی کے صیغوں میں بات سنتا ہے۔

قصہ آدم والیس اصلًا معاشرے کے دو متضاد رویوں کی داستان ہے۔ ظالم و مظلوم کے نکراؤ کی داستان ہے۔

30

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةَ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا
وَيَسْفِلُ الدِّيَمَاءَ وَنَحْنُ نُسْبِحُ بِحَمْدِكَ وَنَقْدِلُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ

جب باثر طاقتور افراد سے ربوبیت کا تقاضا ہوا کہ ملک میں ربوبیت یعنی حقوق انسانی کا نظام قائم کیا جائے، تو ان باثر افراد نے قدرت کے نظامِ ربوبیت پر تنقید کی کہ ”کیا نظامِ ربوبیت ان لوگوں کو خلیفہ مقرر کرے گا جو ملک میں فاد کرتے ہیں اور خون بھاتے ہیں؟“ اور کہا ”ہم بھی تو نظامِ ربوبیت کے مطابق ہی بے عیب جدو جہد کرتے ہیں۔“

نظامِ ربوبیت نے کہا، ”مجھے یعنی نظامِ ربوبیت کو خوب معلوم ہے جس کا تم کو علم نہیں۔“

مباحث:-

اذ اور اذا کا استعمال بھی کسی دعوے کی دلیل دینے سے پہلے ہوتا ہے۔ اس مفہوم سے پہلے بھی کوئی دعویٰ کیا گیا ہے جس کی دلیل میں قصہ آدم والبیس پیش کیا جا رہا ہے اور وہ دعویٰ مملکت الہیہ کے احکامات کے نفاذ اور اس کے ذریعے ایک مثالی معاشرے کے قیام کا حصول ہے، اس لیے ذہن میں رکھیے کہ یہاں کوئی دیو مالائی داستان نہیں بلکہ ایک استھانی معاشرے کی ایک فنلاجی معاشرے میں تبدیلی کی داستان ہے اور جہاں جہاں رب سے مکالمہ بیان کیا گیا ہے، اصلًا وہ انسان کی سوچ اور اس سوچ کے نتیجے میں اٹھنے والے سوالات کا بیان ہے۔ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر انسان کسی عمل سے پہلے خود اپنے آپ سے کرتا ہے۔

لفظ ملک کا مادہ مل کہ ہے جس کے معنی میں قوت و طاقت کا ہونا پایا جاتا ہے۔

مذہبی پیشوں کہتے ہیں ”ملک“ جسکی جمع ملائکہ اور ترجمہ فرشتہ کیا جاتا ہے۔ ایک عجوبہ یاد پو مالائی مخلوق ہے جو نظروں سے او چھل رہتے ہیں۔ ان کے بہت سارے پر ہوتے ہیں، یہ اپنی خلقت بھی بدلتے ہیں، ایک ساعت میں ادھر سے ادھر ہزاروں میل کا سفر کر لیتے ہیں، یہ نظر نہیں آتے اس لئے دشمنوں کے سر قتل کرتے ہیں اور کسی کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سر قتل کرنے والے کون ہیں، یہ دشمنوں کی انگلیوں کے پورے پورے کاٹ ڈالتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ پھر بھی جنگ کے دوران دشمن کے مفتابلے کے لیے ایک نہیں ہزاروں کی تعداد میں بھیج جاتے ہیں! درحقیقت قرآن اس قسم کی دیو مالائی کہانیوں سے پاک ہے۔ جہاں جہاں ملائکہ کا بیان ہے وہ یا تو مملکت کے نافذین احکامات ہیں یا پھر مملکت کے خلاف سرکش افراد ہیں۔

سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۹ ملاحظہ فرمائیے جس میں ایک ہزار ملائکہ کے آنے کا ذکر ہے۔ سورۃ آل

عمران کی آیت نمبر ۱۲۳ میں تین ہزار اور آیت نمبر ۱۲۵ میں مزید پانچ ہزار کی نویں ہے۔ کفار کی یہ کون سی فوج تھی جس کے لیے اتنے ملائکہ کی ضرورت پڑ گئی؟ دیکھا جائے تو جن صفات کو ملائکہ سے منسوب کیا جاتا ہے ان سے متصف تو صرف ایک ہی ملک ہزاروں انسانوں پر بھاری ہے، پھر ہزاروں ملائکہ کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟۔ دراصل یہ کوئی دیو مالائی مخلوق نہیں تھی، بلکہ یہ مملکت کی فوجی نفسری تھی جس نے اس مملکت کا دفعہ کیا۔ قرآن میں کسی جگہ بھی کسی دیو مالائی مخلوق کا ذکر نہیں ہے۔ ذرا سوچئے کہ آج دنیا کی بڑی سے بڑی فوج کا مفتبلہ کرنے کے لئے کیا ہزاروں ملائکہ کی ضرورت پڑے گی؟ یا صرف ایک ملک ہی کافی ہو گا؟ دنیا کی جری سے جری فوج بھی کسی غیر مریٰ ملک کے سامنے نہیں ٹھیک رکھ سکے گی۔

31	<p>وَعَلِمَ آدَمُ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنِّيُوْنِي بِالْأَسْمَاءِ هُؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ</p> <p>اور آدم کو تم ضابطوں کی تعلیم دی پھر بنی نوع آدم کو با اثر اصحاب کے سامنے پیش کیا اور کہا مجھ کو ان لوگوں کے ضابطے بتاؤ اگر کہ تم سچے ہو۔</p> <p>مباحث:-</p> <p>اس آیت میں آدم کو ضابطوں کی تعلیم کے بعد ملائکہ پر اکیلے آدم کو نہیں بلکہ بنی نوع آدم کو پیش کیا گیا ہے؟ مفسرین اور مسترجمین نے عرضہم میں هم کا مرجع الاسماء بتایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آدم کو تعلیمات کے بعد ملائکہ کو حکم ہوا کہ ان اسماء کو بتاؤ۔ اسماء مونث ہے اس لیے اسماء کے لیے هم کی ضمیر جو کہ مذکور کی ضمیر ہے، نہیں آئے گی بلکہ هن کی ضمیر آئی گی جو کہ مؤنث کی ضمیر ہے۔ کچھ لوگوں نے بلا جواز ملائکہ کو مرجع قرار دیا ہا ملائکہ ملائکہ پر تو پیش کیا گیا ہتا۔</p> <p>لامحہ هم کا مرجع صرف آدم ہی رہ جاتا ہے اور آدم کے لیے جمع کی ضمیر کا مطلب ہے کہ اس آیت میں جس آدم کا ذکر ہے وہ اکیلا نہیں ہت، بلکہ آدم بمع ذریت موجود ہتا۔ ہمارے دیومالائیت کے ثبوتین مفسرین نے یہ کہانی بھی دوسروں سے متعاری ہے۔ مزید آگے لفظ هُؤُلَاءِ تو قطعیت کے ساتھ بتا رہا ہے کہ یہ لوگ بہت تعداد میں تھے کیونکہ هُؤُلَاءِ بھی جمع کے لیے اسم اشارہ ہے۔</p>
32	<p>قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ</p> <p>ان صاحب اختیار لوگوں نے جواب دیا کہ ساری جدوجہد تیرے لیے ہے ہمیں تو صرف وہی معلوم ہے جس کا علم تو نہ ہمیں دیا۔ یقینی طور پر تو بربانے حکمت سب کچھ جوانے والا ہے۔</p>
33	<p>قَالَ يَا آدَمُ أَنِّيَهُمْ بِالْأَسْمَاءِ هُمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِالْأَسْمَاءِ هُمْ قَالَ أَلَمْ أَفْلَ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبَدِّلُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْثُمُونَ</p>

نقاضِ ربیت نے کہاے آدم! ان صاحب اختیار لوگوں کو ان کا ضابطِ حیات بتاؤ، پس جب ان کو ان کے ضوابطِ حیات بتائے تو اس نے کہا، کیا میں نے تم کو نہیں بتایا تھا کہ مجھے خوب علم ہے کائنات کے واقعات و نتائج کے اصولوں کا، اور مجھے خوب علم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

34

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا إِلَيَّ إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ

وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے صاحب اختیار لوگوں کو حکم دیا کہ آدم کے لیے سر نگوں ہو جاؤ تو سب سر نگوں ہوئے سوائے ابلیس کے، اس نے نافرمانی کی اور تکبر کی اور انکار کرنے والوں میں ہو گیا۔

مباحث:-

جیسا کہ آیت نمبر ۳۲ کے تحت عرض کیا، ابلیس و آدم کا قصہ انسان کے اس ارتقاء کی داستان ہے جو ہر معاشرے میں تبدیلی سے پہلے اور تبدیلی کے وقت انسانوں کے اذہان میں سوالات کی صورت میں اٹھتے ہیں۔

35

وَقُلْنَا يَا آدُمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغْدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هُنْزِهِ الشَّجَرَةِ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ

اور ہم نے کہاے آدم تو اور تیرے ساتھی اس خوشحال ریاست میں سکونت اختیار کرو اور تم اس سے بافراغت قانون مشیت کے مطابق جو چاہو حاصل کرو، لیکن اس نافرمانی اور تکبر کے خبر کے قریب نہ ہبنا کہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ۔

مباحث:-

اس آیت میں **ہذہ الشجرۃ** کا مرکب اشاری آیا ہے۔ اس مرکب میں **ہذہ** "اشارہ" اور **الشجرۃ** "مشارالیہ" ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ **ہذہ** کا اشارہ کس طرف ہے۔ اس سے پہلے کسی درخت کی بات نہیں ہوئی، پھر یہ کون سا خبر ہے جس کے پاس جبانے سے روکا حبار ہاے؟ ہمارے مفسرین نے بھی دوسروں کی دیکھادیکھی گیوں کے درخت کو گاڈیا۔

شجر کے بنیادی صروف ش ج ہیں جس کے معنی پھٹ جبانے کے ہوتے ہیں۔ **ہذہ** کا اشارہ اسی پھٹن کی طرف ہے جس کا ظہار پچھلی آیت میں ابلیس کے حوالے سے استکبار اور کفر یعنی انکار اور معصیت کی شکل میں ہو چکا ہے اور آدم کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ وہ اس (کفر) نافرمانی اور تکبیر کے درخت کے قریب بھی نہ جائے۔

36

فَأَزَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلُكْمُونٌ
الآخِرِصِ مُسْتَقْرٌ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ

پس سرکش جذبات و خیالات نے بہکایا اور ان دونوں کو اس حیثیت سے نکلا دیا جس میں وہ تھے، اور ہم نے کہا "حبا اب تم اس پستی کی زندگی میں، بعض بعض کے دشمن بن کر رہو، اور تمہارے لیے اس ملک میں ایک مدت تک رہنا اور فائدہ اٹھانا ہو گا"

مباحث:-

یہ مقالہ کسی انسان اور مافق الفطرت متجمم ذات کے درمیان نہیں ہو رہا ہے بلکہ جیسا کہ پہلے عرض کیا یہ انسانی سوچ کی عکاس ہے۔
شیطان کوئی متجمم ذات نہیں ہے بلکہ یہ ایک کردار ہے جو ہر معاشرے میں موجود ہوتا ہے۔
اور اسی طرح اللہ بھی کوئی متجمم ذات نہیں بلکہ مملکت الہیہ کے احکامات ہیں۔ اللہ سے مراد مملکت الہیہ، اسکے احکامات، قوانین مملکت، اور مملکت الہیہ کے ذیلی ادارے مراد ہیں۔

37

فَتَلَقَّى آدُمٌ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ

پس آدم نے اپنے نظامِ ربوبیت سے احکامات حاصل کیے اور وہ اس کی طرف رجوع ہوا، یقینی طور پر وہ رجوع کرنے والا بارحمت ہے۔

مباحث:-

یہ وہ معتام ہے جہاں انسان کی سوچ ایک نظام ربویت تک پہنچ گئی جہاں سے اسے احکامات کا شور حاصل ہونے لگا۔

38

قُلْنَا أَهِبُّوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِنَّمَا يَأْتِي نَجْعَلُكُمْ مَّيِّنَى هُدَىٰ فَمَنْ تَبِعْ هُدَىٰ يَفَلَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَعْلَمُونَ

انسان نے مملکت الہیہ کے تقاضے کو سمجھا کہ سب کے سب پستی میں رہو، ہاں جب بھی تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جس کسی نے میری ہدایت کی پسروی کی، تو نہ تو اس کو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ کسی بات کا ملال کرے گا۔

39

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَأَكَذَّبُوا إِيمَانَنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الظُّلْمِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

البته وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اور ہمارے احکامات کو جھٹلایا، یہ لوگ آگ والے لوگ ہیں اور یہ اس حالت میں ہمیشہ رہیں گے۔

مباحث:-

قرآن میں آگ سے مراد معاشرے میں لگی دشمنی کی آگ ہے۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۳

اب تک انسان کی سوچ چند سوالات کے جوابات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور جب اسے یہ احساس ہو گیا کہ نظام ربویت قائم کے بغیر دنیا کی اونچ تریخ ختم نہیں ہو سکتی اور با اثر افراد کو ایک نظام کے تحت حاکیت قائم کرنی ہو گی۔ تو اس نے اپنی تاریخ کی طرف نظر ڈالی اور اب وہ اس دور سے گزرنے لگا جسے بنی اسرائیل کا دور کہتے ہیں۔

40

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِي الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَذْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِي كُمْ وَإِنَّمَا
فَآمَّرْتُهُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم لوگوں پر انعام کی۔ اور میرے عہد کو پورا کرو۔ میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اور میری طرف یکسوئی و حلوص کے ساتھ رجوع کئے رکھو۔

بنی اسرائیل بھی اہل امن لوگ تھے لیکن وہ مذہبی تفسیریق میں پڑ کر الگ الگ ہو گئے۔

41

وَآمُّنُوا إِمَّا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أُولَئِكَ فَإِنَّمَا قَلِيلًا
وَإِنَّمَا يَفَتَّقُونَ

اور ان احکامات کے ذریعے جو میں نے پیش کیے ہیں اور جو مصدق ہیں ان احکامات کے جو تمہارے پاس تھے امن قائم کرو اور تم ان کا فوراً انکار کرنے والے نہ ہو جاؤ اور تھوڑی قیمت کے بدالے میری احکامات کی تجارت نہ کرو اور میرے احکام کے ساتھ ہی ہم آہنگ رہو۔

42

وَلَا تَبِسُّوا إِلَى الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ وَتَكُنُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور نہ تو تم حق کو باطل کا لبادہ پہناو اور نہ ہی حق کو چھپاؤ۔ باوجود اس کے کہ تم کو اس بات کا عالم ہے۔

43

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَثُوا الرِّزْكَاتَ وَأَنْهِ كُعُومَ الرَّاكِعِينَ

اور مملکت المیہ کا نظام قائم کرو اور معاشرے کی خوشحالی کی ذمہ داری اٹھاؤ اور (اس کام کے لئے) مملکت کے ساتھ تیار ہنے والوں کے ساتھ تیار ہو۔

44

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْإِيمَانِ وَتَنْهَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتَّقُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

کیا تم لوگوں کو اطاعت کا حکم دیتے ہو اور اپنے ہی لوگوں کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم قوانین کی تعلیم بھی دیتے ہو، پھر تم عقل کیوں نہیں استعمال کرتے؟

بِالْإِيمَانِ :۔ مادہ۔۔۔ بِالرِّزْكَاتِ بمعنی "حسن سلوک" ، اصلاح کرنا، کشاورگی پسیدا کرنا اور اطاعت کرنا"۔ البر کے لیے دیکھیے البقرہ آیت ۷۷

45	<p>وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكِبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْحَامِشِينَ</p>	
	<p>مستقل مزاجی سے مملکت الہیہ کی مدد حپا ہوا ریقیناً غشیت اختیار کرنے والوں کے لیے یہ بڑی اہمیت کی بات ہے۔</p>	
46	<p>الَّذِينَ يَظْلَمُونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ</p>	
	<p>یہ وہ لوگ ہیں جو تلقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے نظام ربویت کو منتسل کرنے والے ہیں اور اسی کے احکامات کی طرف رجوع رہنے والے ہیں۔</p>	
47	<p>يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِي الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَآتَيْتُكُمْ فَضْلًا شَكُومًا عَلَى الْعَالَمَيْنَ</p>	
	<p>اے بنی اسرائیل میری نعمت احکامات کو یاد کرو جو میں نے تم لوگوں پر انعام کی تھی اور میں نے تم کو تمام بستیوں پر فضیلت میں پایا۔</p>	

مباحث:-

اس آیت میں ایک لفظ **العالمین** ہے جس کا ترجمہ "تمام عالم" یا "تمام جہان" وغیرہ کیا جاتا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ کیا واقعی بنی اسرائیل کو تمام کائنات یا جہان پر فضیلت دی گئی تھی؟ جبکہ اس زمانے میں بنی اسرائیل کو اسرائیل کے علاوہ دوسرے علاقوں یا قوموں کا پتہ ہی نہ ہتا۔ ان سے بڑی اور طاقتور حکومتیں اسرائیل کے ایک طرف نو شیروال پرویز سارے س کا ایران اور دوسری طرف سکندر کا یونان و روم کی موجود تھیں۔ وہ سچ و عرب یا چین کی بادشاہت کی تاریخ بھی جس میں دیوار چین کی تعمیر کا نہ کرہے، بہت تدبیم ہے، یوں اگر دیکھا جائے تو اس وقت بھی دنیا کے نقشے پر اسرائیل سے بڑی مملکتوں کے آثار ملتے ہیں۔ عرب اور فلسطین کے علاقوں کو بھی شامل کر لیا جائے تب بھی اس دنیا کا بہت ہی معمولی رقبہ بنے گا جو کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کی ما تھی میں ہتا۔ اس کا مطلب ہے **العالمین** کا لفظ تمام جہان یا تمام عالم پر محیط نہیں ہے۔

عالَم کا مادہ **علَم** ہے۔ **عالِم** (ل) کے نیچے زیر کے ساتھ کے معنی ہیں علم کی تعلیم دینے والا جبکہ **عالَم** (ل) کے اوپر زبر کے ساتھ کے معنی ہیں وہ علم جس کے ذریعے کسی چیز کی پہچان کی جاتے۔ اسی لیے **عالَم وَهُ** علم جس سے کائنات کو پہچان کا ذریعہ سمجھا گیا، **علَمَ آدَمَ الاسماء** کلہا کے بعد علم کی ہی بات ہو رہی ہے۔

فضلتکم کا ترجمہ غسموماً فضیلت دی، کیا جاتا ہے۔ لیکن ہر وہ فعل جس کے درمیانی حرف پر تشدید ہو گی وہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ لفظ باب تفعیل سے ہے، اور باب تفعیل سے بننے والوں میں وجدان یعنی اس مادہ کی خصوصیت کا پایا جانا لازمی ہے اسی لیے **فضلتکم** کا ترجمہ "فضیلت میں پایا کیا گیا ہے۔

48

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا يَجِدُونِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنَصَّرُونَ

اور اس دن کی بر بادی سے پھو کہ جس دن کوئی نفس کسی نفس کو نہ توجہ کے گا اور نہ ہی اس سے شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس سے کوئی بدل لیا جائے گا اور نہ وہ مدد دیے جائیں گے۔

مباحث:-

اس آیت میں دو باتوں پر غور کرنا ہے۔

۱۔ اربعین لیلہ حپلیس راتیں ہیں یا راتوں کو اربعین بنانے کی بات ہے۔ اربعین کا مادہ رب ع ہے جس کے معنی خوشحالی کے ہیں۔ اربعین کے معنی حپلیس بھی ہیں اور مادہ کے معنی کی مناسبت سے انہی ان کے بھی ہو گے۔

لیل قرآن کا موضوع ہی لیلیت کو ختم کر کے خوشحالی میں بدلنا ہے۔ لیل یعنی رات ہر زبان میں ان ایام کیلئے بولا جاتا ہے جب پریشانی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ دوسری قابل غور بات ہے۔

العجل کیا ہے؟ سورہ الاعراف کے آیت ۱۵۲ میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيِّئَاتُهُمْ عَصَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذِيلَاتٌ نَجَزِي الْمُفْتَرِينَ
یقیناً جن لوگوں نے العجل کو پکڑا ان پر لازماً ان کے رب کی طرف سے غصب پہنچ گا اور دنیاوی زندگی میں ذلت۔ اس طرح سے ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو سزا دیتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ بچھڑے کے پکڑنے والوں کو مفتری کہا گیا ہے۔ العجلہ کو پکڑنا فتراء علی اللہ الکذب ہے۔

52

ثُمَّ عَفَوْنَأَعْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ لَعْلَكُمْ تَشْكُرُونَ

اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا، تاکہ تم شکر کرو۔

53

وَإِذْ أَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ هَتَّدُونَ

اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی صلح اور عناط میں تمیز کرنے والی کتاب عنایت کی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔

54

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمُثُمْ أَنفُسَكُمْ بِإِنْجَازِ كُمْ الْعِجْلَ فَتُؤْبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُو أَنفُسَكُمْ ذُلِّكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا "اے میری قوم کے لوگو، تم نے مملکتِ الہی کے احکامات کے برعکس احکامات (بچھڑے) کو اپنا کرائے پنے لوگوں پر ظلم کیا ہے، تو تم اپنے نظامِ ربویت کی طرف رجوع کرو اور اپنی خواہشات کو ترک کر دو۔ تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔ پس وہ تمہاری طرف متوجہ ہوا، بے شک وہ مہربان صاحبِ رحمت ہے۔

55

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرِيَ اللَّهُ جَهْرًا فَأَخْذَنَّكُمُ الصَّاعِقَةَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ، جب تک ہم مملکت خداداد کو اپنے سامنے منتقل نہ دیکھ لیں گے، تمہارے ساتھ امن میں نہیں آئیں گے، یا اس وحی کے طبق تم دیکھ رہے تھے کہ تم کو غفلت نے آگھیرا۔

مباحث:-

حَتَّىٰ نَرِيَ اللَّهُ جَهْرًا كَاتْرِجَ عَنْمَّا"جب تک ہم اللہ کو خود نہ دیکھ لیں، ایسا نہ لائیں گے" کیا جاتا ہے۔ دراصل یہ مطالبِ حلق کائنات کے متعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ انسان کو جب سے شعور آیا ہے وہ اسی جستجو میں لگا ہوا ہے کہ حلق سے کسی نہ کسی طرح ملاقات ہو جائے۔ تمام مذاہب نے جسم ہی اس وحی سے لیا ہے کہ خدا کا اور اک انسان کی سمجھ سے وراء الوراء ہے۔ کسی بھی قوم کا مذہب اس بنیاد پر نہیں بنتا کہ اس مذہب کے پیروکاروں کی ملاقاتِ حلق سے ہو جاتی ہے۔ ہر مذہب کا دعویٰ یہی ہے کہ اس کا پیروکارِ حلق کی نظر میں محبوب ہوتا ہے۔

اس لیے **حَتَّىٰ نَرِيَ اللَّهُ جَهْرًا كَاتْرِجَ** "جب تک ہم اللہ کو خود نہ دیکھ لیں، ایسا نہ لائیں گے" ہو نہیں سکتا۔ یہاں بھی اللہ سے مراد مملکت خداداد ہے اور یہ ہمارا عالم مشاہدہ ہے کہ لوگ کسی بات کو مانے سے پہلے اس کو منتقل دیکھنا چاہتے ہیں۔ احکاماتِ الہی کی بنیاد پر ایک مملکت خداداد کا قیام لوگوں کو ہمیشہ ناقابلِ قبول رہا ہے۔ آج بھی جب حنفیوں کی قرآن کی بنیاد پر ایک مملکت کے قیام کی دعوت دی جاتی ہے تو قرآن کے پیروکار بھی کچھ نہ کچھ مشکوک نظر آتے ہیں۔

56

ثُمَّ بَعْثَنَاكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

تمہاری ناکامی کے بعد ہم نے تم کو از سرِ نواٹھا یا، تاکہ شکر کرو۔

یہ قانون قدرت ہے کہ کوئی شخص بھی جسمانی موت کے بعد زندہ نہیں ہوا کرتا۔ اس لیے قرآن میں اکثر معمات پر جہاں موت کا ذکر آیا ہے وہ قوموں کی اخلاقی موت یا ان کی ناکامی کے حوالے سے ہے۔ مردہ قوم میں جب اخلاقیات کی روشن پھوکی جاتی ہے تو پھر سے وہی مردہ اور ناکارہ قوم زندہ ہو جاتی ہے جبکہ اخلاقی اعتبار سے مردہ قوم میں جسمانی لحاظ سے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتی ہیں۔

57

وَظَلَّنَا عَلَيْكُمُ الْعَمَامَةَ وَأَنْزَلَنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلَوَىٰ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا هَرَقْنَا لَكُمْ وَمَا
ظَلَمْنَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنفَسَهُمْ يَظْلِمُونَ

اور ہم نے تم پر عسوں کو سایہ فنگن پایا اور تم پر احسان (من) اور تسلی (سلوی) عطا کرتے رہے اس لیے جو موزوں چیزوں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں، ان سے استفادہ کرو۔ تمہارے اسلاف ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے تھے بلکہ اپنے لوگوں پر ہی ظلم کرتے تھے۔

58

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقُرْيَةَ فَلَمُّا مِنْهَا حَيَثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حَمَّةٌ
نَعْفُرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ

اور جب ہم نے کہا کہ داخل ہو جاؤ اس قریب میں اور اس میں سے قانون مشیدت کے مطابق، بافراغت استفادہ کرو اور زندگی کے اس باب میں قوانین قدرت کے آگے سجدہ ریز رہتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور اہل قریب کو یہ بتاؤ کہ "ہم تمہارے بوجھ اتاریں گے، تمہاری غلطیاں معاف کر کے تم کو حفاظت فراہم کریں گے اور احسان کرنے والوں کو مزید عطا کریں گے"

مباحث:-

هذه القرية مركب اشاري ہے ہذہ اسم اشارہ ہے اور القریہ مشارالیہ ہے۔

اس قریہ سے کون سا قریہ مراد ہے؟

اس آیت سے پہلے کسی بستی کا ذکر نہیں نظر آتا ہے۔ اگر کوئی بستی نظر آتی ہے تو وہ احکامات الٰہی کی بنیاد پر بنی بستی نظر آتی ہے اور یہ کوئی پڑوسی ملک۔ پریلگار کر کے غلبہ حاصل کرنے کی بات نہیں ہے بلکہ اپنی ہی قوم کو بدلنے کی بات ہے۔

هذه القرية سے مراد وہ بستی ہے جو قوانین قدرت کی بنیاد پر بنائی گئی ہو اور فکروا منها حيث شتم مرغداً
بتارہا ہے کہ یہ وہی جنت ہے جو آدم اور ابلیس کے قھے میں بیان کی گئی ہے۔

خطه: مادہ (خطه) معنی "احاطہ کرنا، بوجھ اتارنا"۔ خطط و مخططہ: استیشن جہاں سواریاں اترتی ہیں۔ ایک مسلم کیلئے یہ سب سے پہلا حکم ہے کہ اسے دوسروں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔

۱۔ دوسروں کے بوجھ اتارے گا۔

۲۔ دوسروں کو حفاظت فراہم کریگا۔

۳۔ غلطیاں معاف کریگا۔

۴۔ احسان کرنے والوں کو مزید عنایت کریگا۔

59

فَبَدَّلَ اللَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنَّرَلَنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِرْجَزاً مِّن السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُدُونَ

تو ظالم لوگوں نے اس اعلان کو جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا، بدلت اس کی جگہ دوسرا اعلان حباری کر دیا، پس ان کی نافرمانیوں کے سب ظالموں پر قوانین قدرت کے تحت عذاب نازل ہوا۔

60

وَإِذَا سَتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا أَصْرِبْ بِعَصَالَةِ الْحَجَرِ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ أُثْنَتَانِ عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أَنَّاسٍ مَّمْشَرَبَهُمْ كُلُّوًا وَأَشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْنُوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

اور جب موئی نے اپنی قوم کی پیاس بھانی حپاہی تو ہم نے کہا کہ اپنے عصا (قانونی قدرت) کو اکابر (سگ دل افراد) پر بیان کرو، تو اس سے مثالی معاشرہ پھوٹا اور تمام لوگوں نے اپنی اپنی پیاس بھانے کا معتام حبان لیا۔ قوانین قدرت کا علم حاصل کرو اور اس کو نافذ کر کے استفادہ کرو اور زمین میں فائدہ پھیلاؤ۔

مباحثہ:-

سیدنا موئی کے زمانے میں قاہرہ میں پانی کی کیوں نکر ہوئی؟ جبکہ قاہرہ کے درمیان سے دریائے نیل گزرتا ہے اور حپاروں اطراف میں زراعت تھی؟ وہ کون سے پہاڑتھے جو آج قاہرہ کے اطراف سے غائب ہو گئے ہیں اور اب نظر نہیں آتے ہیں جہاں موئی نے لاٹھی کو پتھر پر مارا ہتا؟ یاد رکھیے انہیاء پانی کی پیاس بھانے نہیں آتے بلکہ یہ علمی اور نظریاتی پیاس ہوتی ہے جسے وہ بھاتے ہیں۔ پانی کیلئے کنوں اکھو دنیا پہاڑوں میں حبا کر پتھروں کو کھود کر پانی کا لالسا انہیاء کا منصب نہیں۔ اس کام کیلئے سیدنا موئی معمور ش نہیں ہوئے تھے، ان کے لیے تو حکم متداہ اخراج قومک من

الظلمات الى النور

جیسے آپ ایک تاریخ کے استاد سے یہ موقع نہیں کرتے کہ وہ آپ کو میز کریں بنانا سکھائے گا، اسی طرح انہیاء کرام اپنی قوم کی اصلاح کرنے آتے ہیں نہ کہ نہ سریں یاد ریا بہانے۔ وہ توقیم کو ظالموں کے جبر و استبداد سے نکالنے کیلئے آتے ہیں۔

مرازق اللہ، نعمت اللہ، رحمت اللہ اور ایسے تمام الفاظ قدرت کی سب سے بڑی نعمت یعنی احکامات کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

61

وَإِذْ قُتِّلُتُمْ يَا مُوسَى لَنْ تُضْدِيرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَأَذْعُ لِنَارَ رَبَّكَ فُخْرِجْ لَنَا هَمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا
وَقَتَّائِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبِدُ لَوْنَ اللَّيْهِ هُوَ أَدْنَى إِلَيْنَيْ هُوَ خَيْرٌ أَهْبِطُوا
مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ وَصُرِبْتُ عَلَيْهِمُ الدِّلْلَةُ وَالْمُسْكَنَةُ وَبَاعُوا بِغَصَبٍ مِنْ اللَّهِ ذَلِكَ
بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الَّتِي يَبْغِيُ الْحُقْقَى ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ

اور جب تم نے کہا کہ موسیٰ! ہم شریعت واحد پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ سو اپنے پروردگار سے استدعا کیجئے کہ وہ ہمارے لیے ایسی عوام پسند شریعت بن کا لے جس میں ذخیرہ اندوزی (بقل)، بکثرت مال کے جمع کرنے (قث)، غلہ اندوزی (فوم)، خدمت گزاری (عدس)، اور لوگوں کو لوٹنے (بصل)، کی احجازت ہو۔ اس نے کہا کہ کیا تم اعلیٰ کو چھوڑ کر ایک ادنیٰ چیز کی خواہش کرتے ہو؟۔ حب و پھر پستی کی زندگی گزارو، وہاں جو مانگتے ہو، مسلح بائے گا.... اور نتیجتاً ذلت اور محتاجی ان سے چھٹا دی گئی اور وہ قدرت کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ یہ اس لیے کہ وہ قوانین قدرت کا انکار کرتے تھے اور سرپرست ناظمین سے ناحق لڑائی کرتے تھے۔ یہ بسبب اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے تھے۔

مباحث:-

غسمی تراجم میں آپ طعام واحد کا ترجمہ "ایک کھانا" دیکھتے ہیں، لیکن
یہ کون سا نہ ہے کہ قدرت کی نعمتوں کا سوال کیا جائے؟
قرآن میں کس جگہ ایک کھانے کا ذکر ہے؟ اگر ایک ہی کھانے کا حکم ہت تو باقی کھانوں کو
پیدا کرنے کی حکمت کیا ہے؟

ان سب نعمتوں کو حرام کیوں نہ قرار دیا گیا؟

وہ کون سا انسان ہے جو چند دن بعد ایک ہی کھانے سے بیزارگی کا افہارنہ کرے؟

ان کے مطالبے کی پاداش میں ان پر ذلت اور محتابی کیوں تھوپی گئی؟

اللہ کے غضب میں کیوں گرفتار ہوئے؟

جواب خود قرآن دے رہا ہے۔ لیکن جواب کسی کھانے سے متعدد نہیں ہے، بلکہ وہ قدرت کے
غضب کے حقدار اس لیے ہوئے۔ کہ وہ قوانین قدرت کا انکار کرتے تھے اور نبیوں سے ناجائزی
جھگڑے کرتے تھے، یعنی یہ کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھ گئے تھے۔

اصلًا یہ حناص و حی الہی کا انکار کرتے تھے اور اپنی اپنی من مانی شریعت اور فقہ چاہتے تھے اور آج بھی یہی
کچھ ہو رہا ہے۔ **طعام واحد** اصل میں وحی الہی ہے جو ہمیشہ سے ایک ہے اور ایک ہی رہے گی۔ آئیے اب
چند الفاظ پر بھی غور کر لیا جائے۔

بقل:-- مادہ بقل معنی "دکان، سبزی"۔ مفہوم: "بینے کی ذہنیت، ذخیرہ اندوزی"۔

قثث:-- مادہ قثث معنی "بکثرت مال و دولت جمع کرنے کی ذہنیت"۔

فوم:-- مادہ فوم معنی "غلہ اندوزی"۔

عدس:-- مادہ عدس "معنی خدمت"۔

بصل:-- مادہ بصل معنی "نگاہ کرنا"۔

یہ تمام وہ ہتھکنڈے ہیں جن سے عوام کو قابو میں رکھا جاتا ہے لیکن ان سب کی قوانین قدرت میں
احبازت نہیں ہوتی۔

اس آیت میں ایک لفظ "مصر" آیا ہے۔ مادہ ص ۷ معنی کے لحاظ سے مصروف الحلوب "اوٹنی کا

دودھ کم ہونا" ، مصرat the عطیہ عطیہ کم کرنا۔ تمصر الشئ کم ہو جانا،

المصر "وچیزوں کے درمیان آڑ، برتن، بڑا شہر" ، مصر افریقہ کا ایک ملک (egypt) اور مصیر

جمع مصائرین "انتڑیاں" (جسم سے عنالاظت اور پیش اب خارج کرنے کے اعضاء)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمَلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرٌ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

62

جو لوگ امن کے داعی (مومن) ہیں یا ہدایت یافتے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں (یہود)، یا مدد کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں (نصاریٰ)، یا تبدیلی قبول کرنے والے (صلیین) جس نے بھی قوانین قدرت کے تحت امن قائم کیا اور مکافاتی عمل تک امن قائم کرتے رہے اور جنہوں نے اصلاحی عمل کیے، ایسے لوگوں کے اعمال کا صلہ قدرت کے ذمہ ہے اور انہیں نہ تو کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔

مباحث:-

یہ بہت ہی اہم حکم ہے جس کے ذریعے مذہب کی جڑکاٹ دی گئی ہے۔ اگر غسموی تراجم کو ہی دیکھیں تو بھی اجر کا انحصار مذہب کی بنیاد پر نہیں ہے اس لیے کہ جو شخص بھی اصلاحی عمل کرے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی یا عسیائی یا کسی بھی مذہب سے تعلق ہو، اس کا اجر اس کے اصلاحی اعمال کی بنیاد پر ہو گا نہ کہ مذہب کی بنیاد پر۔ اس لیے جو شخص بھی امن کا پیغام برے ہے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، وہ قدرت کی نگاہ میں کامیاب ہے، اسے نہ تو ماضی کامل ہو گا اور نہ ہی مستقبل کا خوف ہو گا۔

63

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيقَاتَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ حُذِّرُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَإِذْ كُرْدُوا مَا فِيهِ لَعْنَكُمْ
تَتَّقُونَ

اور جب ہم نے تمہارے اوپر الطور کو فوقيت دے کر تم کو بلندی پر پایا، اور ہم نے تم سے عہد لیا کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اور جو اس میں ہے، اسے یاد رکھو، تاکہ تم تقوی اختیار کرو۔

مباحث:-

الطور کو رفتہ دے کر کہنا کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا، یہ صاف بتا رہا ہے کہ **الطور** وہ احکام تھے جو انہیں اُنی بلند مقام صدر رکھتے تھے اور بنی اسرائیل پر لازم قرار دیئے گئے تھے۔

الطور مادہ (طور) معنی: ”طریق، روشن“ جمع اطوار۔۔۔ الطور کوئی پہاڑ نہیں بلکہ وہ کتاب ہے جس میں اہل کتاب کو اطوار یعنی انکے طور طریقوں کی تعلیم دی گئی تھی اور حکم ہتا کہ جو تم کو دیا گیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو اور جو اس میں ہے اسے یاد رکھو اور مقتقی بنو۔ یہ خصوصیات کسی صورت بھی کسی پہاڑ کے اٹھانے سے نہیں پیدا ہو سکتیں۔

در اصل رفعنا سے مفہوم ”اوپر اٹھانے“ کالیا گیا اور پھر الطور کو پہاڑ بنانا آسان ہو گیا۔ رفع کے معنی مختلف ہیں رفع صوتہ کے معنی ہیں ”آواز بلند کرنا“، رفع فلانا الی الحاکم ”کسی کو حاکم کے سامنے پیش کرنا“، رفع الخبر ”کسی خبر کو مشہور کرنا، رتبہ دینا، فوقيت دینا، حیثیت دینا، عظمت دینا“۔ قرآن میں ارشاد ہے ورتفاعنا بعضهم فوق بعض درجت ”اور ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں پر فوقيت دی۔“

64

لَمْ تَوَلَّنِمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضُلُّ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُهُ لَكُنْثُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اس کے بعد پھر تم لوٹ گئے اور اگر تم پر قدر تے کا پھر فضل اور اس کی
مہربانی نہ ہوتی تو تم خارے میں پڑ گئے ہوتے۔

مباحث:-

قدرت کا سب سے بڑا فضل اور رحمت اس کے کائنات میں حباری و ساری احکام ہیں جن کے ذریعے خود بخود جزا و سزا ملتی رہتی ہے، اور جو غیر متبدل ہیں۔ جو قوم زوال پذیر ہوتی ہے، خود اپنے کیے کی سزا بھگستی ہے اور جو قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہے وہ خود اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے گامزن ہوتی ہے۔ کسی بھی دعا سے قوم کی تقدیر نہیں بدی جاسکتی۔

65

وَلَقَدْ عِلِّمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوا مِنْكُمْ فِي السَّبَّتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قَرْدَةً خَاسِئِينَ

اور تم ان لوگوں کو خوب حبانتے ہو جو تم میں سے البت کے معاملے میں حد سے تھا اور ذکر گئے تھے، تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل و خوار بند رہنے پر رہو۔

مباحث:-

اسی جگہ حبان لیجیے کہ السبّت کوئی دن، کی بات نہیں ہے بلکہ یہ اہل کتاب کی وہ روشن ہے جو انہوں نے الطور یعنی وحی الٰہی کے ساتھ اختیار کی ہوئی تھی۔ سبّت کے بنیادی معنی کاہلی، سستی، لاپرواہی کے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے سورۃ ۱۲۳ کی آیت نمبر ۱۲۳

إِنَّمَا جَعَلَ السُّبْتَ عَلَى الدِّينِ اخْتَلَفُوا فِيهِ وَإِنَّ رَبَّكَ لِيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

”السبّت تو انہی لوگوں پر تھوپا گیا ہتھ جسمہوں نے وحی الٰہی کے معاملے میں اختلاف کیا ہتھ، اور تمہارا پانہ سار روز قیامت ان کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں یہ لوگ اختلاف کرتے تھے۔“

دیکھ لیجیے کہ السبّت تو تھوپا گیا ہتھ۔ اگر یہ کوئی ”کسی دن“، کا نام ہوتا تو اس کو کیونکر تھوپا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ---- کہ یہ لوگ مادی لحاظ سے بندروں میں تبدیل نہیں ہوئے تھے بلکہ یہ لوگ اپنی صفات اور خصلت کی وجہ سے بندروں سے مشابہ تھے، اسی لیے ان کو بندر کہا گیا ہے۔ سورۃ المسائد کی آیت ۶۰ اور ۶۱ میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جو بندرا اور سور ہونے کے باوجود رسول اللہ کی محفل میں کفر کی حالت میں آکر دیے ہی لوٹ جاتے تھے۔ یقیناً یہ انسان ہی تھے لیکن اخلاقی لحاظ سے بندرا اور سور سے تشبیہ دیئے گئے تھے۔ انہیں اسی آیت میں طاغوت کے پیروکار کہا گہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

هَلْ أَنِّيْنُكُمْ بِشَرِِّ مِنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعْنَهُ اللَّهُ وَغَضِيبٌ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقَرَدَةَ وَالْخَازِيرَ
وَعَبَدَ الظَّاغُوتَ أُولَئِكَ شَرُّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ

”کیا میں تم کو ان سے بھی بدتر جزا پانے والے شری لوگوں کے متعلق بتاؤں۔ یہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور جن پر وہ غضبناک ہوا، اور ان میں سے بندرا اور خنازیر یعنی شیطان کے پیروکار بنارہنے دیا۔ یہ لوگ اپنی جگہ پر اپنائی شری اور خدا کے راستے سے دور ہیں۔“

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا إِلَى الْكُفَرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْنَمُونَ
”اور جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے امن قبول کیا، حالانکہ یہ لوگ داخل بھی کفر کے ساتھ ہوئے اور کفر کے ساتھ نکل بھی گئے، اور خدا کو اس کا خوب علم ہتا جو وہ چھپاتے تھے۔“

دیکھ لیجیے کہ یہ بندرا اور خنازیر کفر کے ساتھ آتے ہیں اور کفر کے ساتھ لوٹ بھی جاتے ہیں۔ یقیناً یہ بندرا جسمانی لحاظ سے بندرنہ تھے بلکہ عادات و اطوار کے لحاظ سے بندرا تھے۔

66

فَجَعَلْنَا هَاهُنَّا لِمَابَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ

پس اس کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جوان کے بعد آنے والے تھے،
عبرت اور متقيوں کے لیے نصیحت بنادیا۔

67

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذَبَّحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَخْذِنُ نَاهْرُوا قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ قدرت تم سے تقاضا کرتی ہے کہ
مذہبی عفتائد کو ترک کر دو، تو وہ بولے، کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو۔ (موسیٰ نے)
کہا کہ میں احکام الہی کے تحت آتا ہوں تاکہ میں حبائلوں میں سے نہ ہو
جاوں۔

مباحث:-

جبیا کہ قفسیر میں ملتا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا ہت۔
غور کرنے کی بات ہے کہ ایک گائے ذبح کرنے سے لوگ کیوں پریشان ہوئے۔ روزانہ ہمیشہ سے ہزاروں گائیں
ذبح ہوتی رہی ہیں۔ اور یہ کہنا کہ "کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو"۔۔۔ بہت عجیب لگتا ہے۔ یقیناً یہ کوئی گائے
نہیں تھی بلکہ کوئی بہت ہی مقدّس چیز یا مذہب یا عقیدہ ہتا جسے چھوڑنے کے لیے وہ راضی نہ تھے اور
جس کے متعلق بات کرنے سے انسان حبائل یا عاقل ہو سکتا ہے۔ یہ وہی گائے ہے جسے انگریزی میں
(sacred COW) کہا جاتا ہے۔

68

قَالُوا اذْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بَكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَانْعَلُوا امَانُكُمْ وَرُونَ

انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے التباہ کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ اس عقیدہ کی
ماہیت کیا ہے۔ (موسیٰ نے) کہا کہ پروردگار فرماتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو کسی
حکم کو نہ تو فرض کرنے والا ہے اور نہ ہی صلح نو کی نوید ہے، بلکہ ان کے درمیان اعانت
میں سے ہے۔ پس جیسا تم کو حکم دیا جا رہا ہے ویسا کرو۔

مباحث:-

اس آیت میں دو الفاظ قابل غور ہیں فارض اور بکر۔

فارض مادہ (ف۔ رض) معنی "لازم قرار دینا، بوڑھا ہونا، لکڑی میں چھید کرنا۔ **فارض** اسم الفاعل معنی فرض قرار دینے والا۔

بکر مادہ (ب۔ ک۔) معنی "صحیح سویرے آنا حبانا یا لٹھنا، اول وقت کوئی کام کرنا، عجلت کرنا"۔ اب غور کیجئے کہ کیا یہ کوئی گائے ہو سکتی ہے؟ کیا کبھی گائے کوئی حکم دے سکتی ہے؟ یہ وہی مقدس گائے ہے جس کو مذہب کہا جاتا ہے، اور جو کہانی قصوں اور روایات پر مبنی ہوتا ہے۔ ان آیات میں قوانین الہی پر مبنی دین کے بر عکس روایات یعنی العجلہ پر مبنی مذہب کو چھوڑنے کو کہا جبار ہے۔

69

قَالُوا اذْعُ لِنَا رَبَّكَ يُبَيِّنِ لَنَا مَا لَوْهَا قَالَ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفَرَ إِقَاقِعُ لَوْهُهَا تَسْرُّ التَّاظِرِينَ

انہوں نے کہا کہ پروردگار سے درخواست کیجئے کہ ہم کو بتائے کہ اس کا حپلن کیا ہے۔ موسیٰ نے کہا، پروردگار فرماتا ہے کہ اس عقیدہ کا حپلن بے بنیاد پسندیدہ جھوٹ ہے کہ دیکھنے والوں کو بھالا لگتا ہے۔

مباحث:-

لوں مادہ: (ل۔ ون) معنی "رُنگ"..... استعمال: حپل حپلن پوچھنے کیلئے مستعمل ہے۔ آج بھی جب کسی کا حال پوچھنا ہو تو کہتے ہیں ایش لوںک۔۔۔ ای شیئی کی بگڑی شکل ایش ہے۔ ایش لوںک یعنی آپ کا حال کیا ہے؟ اردو میں بھی کسی کا حپال حپلن پوچھنے کیلئے کہا جاتا ہے "فناں کے کیا رنگ ڈھنگ۔۔۔ ہیں۔"

صفراً: مادہ: (ص۔ ف۔ ر) معنی "ہوتوں سے سیئی، بھانا، بھوکا ہونا، حتالی ہو جانا، عنزیب و مفس، اعداء میں صفر حتالی عرد، پسیلارنگ۔۔۔"

استعمال: زرد صحافت (yellow journalism) یعنی جھوٹی صحافت، جھوٹی بے بنیاد حمسکی کیلئے کہا جاتا ہے "حتالی پسیلی د حمسکی" نہ د۔ **صفراء** کے معنی ہوئے بے بنیاد۔

ان آیات میں اس مذہب کی مزید وضاحت کی جبار ہی ہے جو بنی اسرائیل نے گھڑ لیا ہتا۔

70

قَالُوا اذْعُ لِنَا رَبَّكَ يُبَيِّنِ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَهْتَدُ دُونَ

انہوں نے کہا کہ پروردگار سے پھر درخواست کیجئے کہ وہ ہم کو اس کی مزید مابہیت بتائے، کیونکہ یقیناً ایسا عقیدہ ہم پر میثاب ہو گیا ہے اور قدرت کی مشیت کے مطابق ہم ہدایت یافت ہو جائیں گے۔

71

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا ذُلُولٌ تُشَيِّرُ إِلَى الْأَرْضِ وَلَا تَسْقِي الْحَرَثَ مُسَلَّمَةً لَا شِيَةً فِيهَا قَالُوا إِنَّكَ حِجْنَتَ بِالْحُكْمِ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

موسیٰ نے کہا کہ قوانین قدرت یہ بتاتے ہیں کہ وہ عقیدہ و مذہب نبی سے عاری، زمین میں بھڑکا کر فراپھیلانے والا ہے۔ یہ کسی کی پیاس نہیں بجھاتا۔ یہ مسلم ہے کہ اس میں حقیقت کچھ نہیں۔ بولے اب تم حق کو لائے ہو۔ تب انہوں نے اس مذہب کو چھوڑا، اور وہ اسے چھوڑنے والے نہ تھے۔

مباحثہ:-

اس آیت میں اس مذہب کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔

۱۔ لا ذلول - ذلول: مادہ: (ذل ل) معنی: ”زیری، تابع داری“۔ یعنی اس مذہب میں دوسروں کیلئے کوئی نبی نہیں ہے۔

۲۔ تثیر الأرض - تثیر: مادہ: (ثے ر) معنی: ”بھڑکانا، ابھارانا“... یعنی اس مذہب میں لوگوں کو بھڑکا کر اور ابھار کر فراپھیلا جاتا ہے۔

۳۔ لاتسقی الحرش - جیسے پہلے بھی عرض کیا، قرآن میں پیاس کا مطلب علمی اور نظریاتی پیاس ہے۔ پانی کی پیاس قرآن کا موضوع ہے ہی نہیں۔ (پانی کی پیاس بھانے کیلئے کنوں اور نہریں کھوڈنے والے ہر زمانے میں موجود رہے ہیں) یہ مذہب کسی کی علمی پیاس نہیں بجھاتا۔ قرآن میں حرش بمعنی قوم آیا ہے۔

آیت نمبر ۷۲ میں ایک نفس کے قتل کا ذکر ہے۔ اس نفس کے متعلق عجیب عجیب کہانیاں سننے کو ملتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ عام انسان ہوتا، تو کوئی کہتا ہے یہ سیدنا مسیح کی بات ہے۔۔۔ لیکن اسی آیت میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ اس بات کو جو تم چھپانا چاہتے تھے، ظاہر کرنے والا ہت۔ قرآن شاہد ہے کہ بنی اسرائیل کی اگر کوئی دشمنی تھی تو وہ احکام اللہ کے ساتھ چھی۔ وہ وحی اللہ کو چھپاتے تھے اور وحی اللہ کو ہی ماننے سے انکار کرتے تھے۔ اس آیت میں قتل بمعنی ضائع کرنا، پس پشت ڈالنا، جسکر کرنا اور نفس بمعنی وہ نفس مطمئنہ ہے جو سلیم الفطرت انسان کا ہونا چاہئے۔

وَإِذْ قَتَلُتُمْ نَفْسًا فَآتَهُ أُلْثُمٌ فِيهَا وَاللَّهُ خَرِجَ مَا كُنْتُمْ تَكْنُمُونَ

72

اور جب تم نے ایک نفس کا قتل کیا، پھر تم اس کے بارے میں رواتوں اور کہانیوں میں پڑ گئے لیکن جو بات تم چھپا رہے تھے، وحی الٰہی اس کو ظاہر کرنے والی تھی۔

مباحث:-

اس آیت میں ایک لفظ نفس آیا ہے۔ اس سے پہلے آیت نمبر ۵۲ میں آیا ہے فاقتلوا انفسکم ”ابنی خواہشات کو چھوڑو“۔ یعنی نفس، معنی خواہش۔ اس آیت میں جس نفس کو قتل کیا گیا یعنی چھپا یا گیا، اسے قرآن نے خود بیان کر دیا ہے اور وہ ہے ایک مومن کی خواہش۔۔۔ وحی الٰہی۔۔۔ وحی الٰہی کو کس طرح چھپا یا حب تا ہے۔۔۔؟ جواب ہے فَإِذَا أَتَمْ فِيهَا تم اس کے معاملے میں کہانیوں قصوں میں پڑ گئے، تم نے احادیث گھر لیں۔

اس آیت میں ایک لفظ آیا ہے فَإِذَا أَتَمْ جس کے معنی کیے جاتے ہیں ایک دوسرے پر الزام ڈالنا، حالانکہ اس کا مادہ ”درء“ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں وہ روایت جو بیان کی گئی ہو، یعنی احادیث۔ حدیث کے درجے ہوتے ہیں۔ ایک ہوتا ہے روایت یعنی بیان کرنے والے کے حوالے سے، اور دوسرہ ہوتا ہے درایت یعنی جو بھی حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

فَإِذَا أَتَمْ فِيهَا کے معنی ہوئے ”پھر تم اس کے معاملے میں بیان بازی میں پڑ گئے“۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو ہم کو اپنی ہی داستان دکھائی دے گی، ہم بھی قرآن کو چھوڑ کر احادیث کی درایت میں پڑ گئے ہیں۔

73

فَقُلْنَا اضْرِبُوكُمْ بِعِصْهَا كَذِيلَكُمْ يُخْبِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِي وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

تو ہم نے کہا کہ ان احکامات کو نفس مضمون کے بعض حصوں کے ذریعے بیان کرو۔ اس طرح قدرتے مردہ (قوم) کو زندہ کرتی ہے اور تم کو اپنے احکام سمجھاتی ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

مباحث:-

یہ قانون قدرت ہے کہ انسان مرنے کے بعد کبھی زندہ نہیں ہوا کرتا ہے، البتہ وحی اللہ کے معتابے پر اگر روایات کا سارا لیاحبائے تو قوم مردہ ہو جاتی ہے، لیکن اگر واپس وحی کی طرف پلٹ جائے تو وہی قوم زندہ ہو جاتی ہے۔ اس آیت میں اضربوہ کے معنی مارنا نہیں ہیں بلکہ بیان کرنا ہیں اور "ہ" کا مر جع وہ کتاب ہے جس کو چھپایا اخبار ہاتا۔ بعضہا میں ہا کا مر جع وہ نفس ہے جسے پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔

74

۷۴ ﴿ ثُمَّ قَسَطْ قُلُوبُكُم مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْجَاهَرَةُ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْجِاهَرَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَهَامُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشْقَى فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

پھر اس کے باوجود تمہارے دل اتنے سخت ہو گئے گویا کہ وہ پتھر ہوں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔ یقیناً پتھر دل کے پھٹنے پر کبھی خوشی کے چشمے نہیں پھوٹتے، اور نہ ہی وہ پھٹتے ہیں کہ ان میں سے وحی اللہ کا اخراج ہو، اور یقیناً پتھر ایسے نہیں ہوتے کہ احکام اللہ کے خوف سے گر پڑیں اور قدرت تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

مباحث:-

اس آیت میں ایک لفظ "لما" آیا ہے جو مرکب ہے۔ ایک حصہ "ل" (لام تا کید) اور دوسرے حصے "ما" ہے جو مانا فیہ ہے۔ یہ (لما) نہیں ہے کہ جس کے معنی "جب کبھی بھی" کیے جائیں۔ اس آیت میں "م" پر تشدید نہیں ہے اس لیے اس کا ترجمہ نغمی میں ("یقیناً نہیں") ہونا حاصل ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ عام پتھر کی بات نہیں ہو رہی، کیونکہ لفظ "حجارة" "بطور نکرہ نہیں بلکہ "الحجارة" "بطور معرفہ آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ لفظ "پتھر" "بطور تشبیہ ان لوگوں کیلئے استعمال ہوا ہے جو پتھر دل ہو جاتے ہیں۔

ایک لفظ "الماء" آیا ہے جو ہم متعدد معتمادات پر واضح کر چکے ہیں کہ یہ لفظ قرآن میں وحی الٰہی کیلئے آتا ہے۔ "ماء" اگر نکرہ آئے گا تو عام پانی کیلئے ہو گا لیکن اگر "الماء" یعنی معرفہ آئے تو اس کو سیاق و سبق سے دیکھا جائے گا کہ اس لفظ کو کس معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ غسموماً "الماء" کا اطلاق وحی الٰہی پر ہوتا ہے۔

75

أَفَتُطْعِمُونَ أَنَّ يُؤْمِنُوا لِكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُجَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقْلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

کیا تم امیر رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہارے ساتھ امن قائم کریں گے۔ یقیناً ان میں سے کچھ لوگ احکام الٰہی کو سنتے ہیں، پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اس کو حبان بوجھ کر بدل دیتے ہیں۔

اس آیت میں "فریق منهم" آیا ہے جس میں "منهم" مرکب جباری ہے۔ اس میں "هم" کا مرتع جو ہی پتھر دل لوگ ہیں جن کا ذکر اس سے پہلی آیت میں گزرا ہے۔

76

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُوا أَنْحَلَّ ثُوَّبُهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْنَكُمْ لِيَحْاجُوْكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو اقرار کرتے ہیں کہ ہم اہل امن ہوئے، اور جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جو بات وحی اللہ نے تم پر کھوئی ہے، تو تم ان کو کیا اس لیے بتائے دیتے ہو کہ وہ تمہارے پروردگار کے سامنے تم پر الزم دیں، پس تم عقل کیوں نہیں استعمال کرتے؟

مباحث:-

اس آیت میں بنی اسرائیل کے کچھ لوگ اپنے ساتھیوں کو سمجھا رہے ہیں کہ وہ بات جو صحیح ہے اس کا اقرار کر کے تم موقع فراہم کر رہے ہو کہ مومنین تم پر پروردگار کے سامنے حجت قائم کریں۔ کیا آسمانوں میں موجود پروردگار کو نہیں معلوم کہ ان کی روشن کیا ہے۔ ان کا فارپر کیا حجت اسی وقت قائم ہو گی جب مومنین ان کے خلاف استغاشہ دائر کریں گے جی نہیں۔۔۔ مذہبی داستانوں میں بیان کردہ آسمانوں میں موجود پروردگار کو کسی قسم کی گواہی نہیں حاصل ہے۔ یہ تودر حقیقت انسانوں کی دنیا میں موجود مملکت خداداد کے سامنے حجت قائم کرنے کی بات ہو رہی ہے۔

77

أَوْلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلَمُونَ

کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں،
مملکت خداداد کو سب معلوم ہے۔

78

وَمِنْهُمْ أُفَيْيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا مَانِيًّا وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظْلَمُونَ

اور بعض ان میں سے لا عالم لوگ ہیں جو قوانین قدرت سے واقف ہی نہیں سوائے اپنے خیالات کے، اور وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔

مباحث:-

بغور دیکھ لیجئے کہ ان آیات میں لفظ "أُفی" کی وضاحت بھی آگئی ہے۔ "أُفی" وہ شخص ہے جو قوانین قدرت یعنی الکتاب سے واقف نہیں ہوتا۔ "أُفی" کا مطلب ہر گزہر گزیہ نہیں کہ وہ ان پڑھ ہوتا ہے۔

79

**فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكُلُّونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هُذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَيَسْتُرُوا بِهِ شَمَّاً قَلِيلًا
فَوَيْلٌ لَّهُمْ إِنَّمَا كَتَبْتُ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ إِنَّمَا يَكُسِّبُونَ**

تو ان لوگوں کی تباہی ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب قوانین لکھتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ مملکت کے پاس سے آئی ہے، تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔ ان کے لیے اس میں بھی بر بادی ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھی اور ان کے لیے اس میں سے بھی خرابی ہے جو وہ کرتے ہیں۔

80

وَقَالُوا لَنْ يَمْسَسَنَا اللَّاثُرٌ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةٌ^{صَلَوةً}
قُلْ أَنْخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ
تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ

اور انہوں نے کہا کہ دشمنی کی آگ ہمیں "ایام معدودات" کے سوانحیں چھوئے گی۔ ان سے پوچھو، کیا تم نے خدا سے اقرار لے رکھا ہے کہ وہ اپنے اقرار کی خلاف ورزی نہیں کرے گا، یا تم خدا کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں خود علم نہیں۔

مباحث:-

ایامًا معدودات قرآن کی اصلاح ہے۔ یہ وہ دور ہے جب حکومت اور اس کے پروردہ لوگوں کے خلاف عوام کھڑے ہو جاتے ہیں اور مومنین کو کامیابی نصیب ہوتی ہے اور کفار کوناکامی دیکھنا ہوتی ہے۔ اسی کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ اس آیت میں ایامًا معدودات کا مرکب آیا ہے جس کے لغوی معنی ”گنتی کے چند دن“ کیے جاتے ہیں۔

اول تو اس کو چند دن سمجھ کر روزوں پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ چند دن کا مطلب ہو گا دو حصہ دن، نہ کہ پورا مہینہ۔
دوسری بات کہ یہ قرآن کی اصلاح ہے جس کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔ آئیے قرآن میں وہ تمام مفہومات جو ایام کے حوالے سے آئے ہیں، دیکھتے ہیں۔

ایام اللہ:- ۱۳:۵، ۳۵:۱۲

ایام معدودۃ:- ۲:۸۰

ایام معدودات:- ۲:۲۰۳، ۲:۱۸۲، ۳:۲۲

ان ایام کے علاوہ بھی ایامِ الحالیہ، ایام معلومات اور ایام نحسات کا ذکر ہے۔ ان ایام کے متعلق مناسب موقع پر بات کی جائے گی، اور ہو سکتا ہے ہمارے پڑھنے والے قرآن کے اتنے مزاج شناس اور مزان آشنا ہو جائیں کہ اس مقام پر اتنی وضاحت کی ضرورت ہی نہ رہے۔

عجیب بات ہے کہ بھوک پیاس کا روزہ رکھنے والوں کو یہ تک نہیں معلوم کہ ابھی اس ان ایام سے مراد ہر ماہ کے تین دن لیتے تھے، لیکن پھر بعد کے آنے والوں نے ان کی جگہ ایک ماہ کے روزے فرض کر دیئے۔ خدا ہی جبانے والے کیوں بھی کوئی حکم نازل کرتا ہے اور کبھی کوئی ۔۔۔۔۔؟

وَلَقَدْ أَنْهَى اللَّهُ مُوسَىٰ بِإِيَّاِنَا أَنَّ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلْمَاتِ إِلَى الْفُورِ وَذَرْهُمْ بِإِيَّاِنِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ

لَا يَأْتِ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ سورہ ابراہیم آیت (۵)

اس آیت میں موسیٰ کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات کے ساتھ اس لیے بھیجا ہت کہ وہ اپنی قوم کو جبر و استبداد کے پیغماں سے آزاد کرائے اور ان کو اللہ کے ایام یعنی اس دور کی یاد دہانی کرائے جس میں آزادی و خوشحالی اور ترقی و کشاد ہوتی ہے۔

اس میں ان لوگوں کیلئے دلائل ہیں جو ثابت قدم رہنے والے ہوتے ہیں اور نعمت کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔

لیکن یہی ایام اللہ اگر ایک طرف مومنین کی آزادی کا باعث ہیں تو دوسری طرف استھانی طبقے کے لیے مصیبہ کا باعث ہوتے ہیں، یعنی ایک ہی دور میں صالح لوگوں کو جراحتی ہے اور استھانی طبقے کو سزا۔

قرآن کی تاریخ گواہ ہے کہ جب سیدنا موسیٰ کامیاب ہوئے تو آل موسیٰ کو آزادی ملی جوان کے لیے ایام اللہ تھے

81	بَلِّيٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ <small>ص</small>	
	<p>نہیں، بلکہ جس نے بھی عناط کام کیے، اور اس کی خطاؤں نے اسے گھر لیا تو ایسے لوگ آگ والے ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔</p>	
	<p>مباحث:- آگ بطور سزا سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۳ میں بیان ہوئی ہے۔ یہ آگ آپس کی دشمنی کی آگ ہوتی ہے۔</p>	
82	وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ <small>ص</small>	
	<p>اور جنہوں نے امن قائم کیا اور صلاحیت بخش کام کیے، وہ خوشحال ریاست کے اصحاب ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔</p>	
83	وَإِذَا أَخَذْنَا مِيقَاتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ وَبِإِلَوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمُسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكَةَ ثُمَّ تَوَلَّنُمُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُّغْرِضُونَ	
	<p>اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ مملکت الہیہ کے احکامات کے سوا کسی کی فرمانبرداری نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتابوں کے ساتھ حسن سلوک سے کام لینا یعنی تمام انسانیت سے حسن سلوک اختیار کرنا، اور مملکت الہیہ کا نظام قائم کرنا، اور فریضہ نشوونما ادا کرتے رہنا۔۔۔ تو تم میں سے چند لوگوں کے سواب اس عہد سے پھر گئے اور بے رخی اختیار کر بیٹھے۔</p>	

مباحث:-

بنی اسرائیل کی اصلاح ہر اس شخص کیلئے استعمال کی جاتی ہے جو قوانین قدرت یا ملکت الہی کے قوانین کے تابع ہو۔ اس لیے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيشَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ کا ترجمہ "اور جب ہم نے ملکت الہی کے تابع ہونے کا عہد لیا" زیادہ موزوں ہے کیونکہ بنی اسرائیل بطور ایک قوم نہیں بلکہ بطور ایک نظریہ کے شامل افراد تھے، جس طرح ابن السبیل قرآن میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو قرآنی احکامات کے تابع ہوتے ہیں۔

84

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيشَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَبْنَاهُمْ
وَأَنْتُمْ تَشَهَّدُونَ

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کشت و خون نہ کرنا اور اپنے لوگوں کو اپنے وطن سے نہ نکالنا، تو تم نے اقرار کر لیا، اور تم اس عہد کے گواہ بھی ہو۔

85

ثُمَّ أَنْتُمْ هُؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهِرُونَ عَلَيْهِمْ
بِالْإِلَهِ وَالْعَدُوِّ إِنَّ يَأْتُونَكُمْ أَسَارِيٌ تُقَاتِلُهُمْ وَهُوَ حَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَنَّوْمَنُونَ
بِعُضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِعُضِّ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعُلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خَرْجُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ بُرَدُونَ إِلَى أَشَدِ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

پھر تم ہی وہ لوگ ہو جو اپنوں کے ساتھ لڑائی بھی کرتے ہو اور اپنوں میں سے بعض لوگوں پر ظلم و زیادتی کر کے انہیں وطن سے نکال بھی دیتے ہو، اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں (تم انکو قیدی بناؤ) تو ان سے بدله بھی لیتے ہو، حالانکہ ان کا نکال دیتا ہی تم پر منع ہتا۔ کیا تم قانون کے بعض احکام کے ساتھ امن قائم کرتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو ایسی حرکت کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیاوی زندگی میں تور سوائی ہو اور قیام دین کے وقت انتہائی سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو، ملکت خداداد ان سے غافل نہیں ہے۔

مباحث:-

اس آیت میں ایک اصطلاح آئی ہے۔۔۔ الحیۃ الدنیا

یہ مرکب توصیفی ہے۔ الحیۃ موصوف ہے اور الدنیا صفت ہے، جس کا مطلب ہوا ایسی حیات جس کی صفت دنیا ہے۔

دنیا کا مادہ دن یہ جس کے معنی میں ادنی، معمولی ہونے کا عنصر پایا جائے، یعنی الحیۃ الدنیا کا معنی ہے ایسی زندگی جو معمولی ہو۔

غسموماً اس مرکب کا ترجمہ مرکب اضافی کے طور پر کیا جاتا ہے جو اس طرح ہے، "دنیا کی

زندگی"۔۔۔ یہ ترجمہ عناطہ ہے جس کی وحبہ سے الحیۃ الدنیا" (ایسی زندگی جو معمولی ہو) مرکب توصیفی" اور

حیۃ الدنیا" (دنیا کی زندگی) مرکب اضافی"۔۔۔ کافر ق ختم ہو گیا ہے۔

یوم القیامۃ مرکب اضافی ہے اور معنی کے لحاظ سے القیامہ کا دن یا عرصہ مراد ہے۔

قیامۃ کا مادہ ق و م ہے جس کے معنی ہیں قائم ہونا۔ ال کی وحبہ سے معرفہ بالام ہے اور حناءں مفہوم رکھتا ہے۔ اس مرکب کا ترجمہ ہو گا "القیامہ کا دن یا عرصہ"

وہ کون سا عرصہ یادن ہو گا جب کہ کوئی چیز قائم کی جائیگی؟... یَوْمَ هُمْ يَأْرِذُونَ لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ

مِنْهُمْ شَيْءٌ لَمْ يَعْلَمُنَ الْكُلُّ يَوْمَ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (جب وہ دن بمعنی عرصہ قائم ہو گا تو پوچھا جائیگا کہ آج بادشاہت کس کی ہے اور جواب ہو گا کہ الواحد القهار کی۔

کیا یہ دن اسی دنیا کا نہیں ہے؟ یقیناً یہ دن اسی دنیا کا ہے اس لیے کہ جس یوم الآخرہ کی تصویر مولوی صاحب پیش کرتے ہیں اس دن بھی لوگ تنبذب کا شکار ہون گے؟ خدا منے ہوا فراتفری پھی ہو پھر بھی لوگوں سے تصدیق کی جائے۔۔۔ چے معنی دارد۔ آج بھی اس دنیا میں لوگ اس دن کے متعلق کوئی سوال نہیں کرتے ہیں، توجہ سب کچھ سامنے ہو گا تو ان سے جواب لینے کا مقصود۔۔۔ آج بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ آسمانوں میں جو حساب کتاب ہو گا وہ میرے حکم سے ہو گا۔ بڑے سے بڑا مذہبی ظالم و حبابر بھی اس دن کے ذکر پر بھیگی بلی بن جباتا ہے۔

اصلًا تو اسی دن کے حساب کتاب کیرو دنیں کرتے اور صحیح ہیں کہ ہماری بوجھ یجھ کوئی نہیں کرنے

86	<p>أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ فَلَا يَعْفَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُصْرُونَ</p> <p>یہ لوگ ہیں جسنوں نے آخری (اعلیٰ) زندگی کے بد لے قریبی (ادنی) زندگی خریدی، سونہ تو ان سے عذاب ہی ہلاک کیا اور نہ ہی وہ مدد دیئے جائیں گے۔</p>	
	<p>مباحث:-</p> <p>اصلًا تو انسان اسی دنیا کے حساب کتاب کی پروانہیں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی پوچھ چکھ کوئی نہیں کرنے والا۔ اس لیے کہا گیا کہ جس دن دین قائم ہو گا تو مملکت خداداد ان سے سوال کرے گی کہ اب بتاؤ کہ آج کے دن حاکیت کس کی ہے؟ کہ جس کے تم ہمیشہ انکاری تھے۔</p>	
87	<p>وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيْتَنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدْسِ أَنْكَلَمَّا جَاءَكُمْ رَّسُولٌ مِّمَّا لَا يَحْوِي أَنْفُسُكُمْ إِسْتَكْبَرُوا فَقَرِيقًا كَذَّبُوكُمْ وَفَرِيقًا قَاتَلُوكُمْ</p>	
	<p>اور ہم نے مویٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور ان کے بعد یہکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے اور عیسیٰ اہن مریم کو دلالت دیئے اور مملکت مقدسہ سے ان کو طاقت عطا کی۔، توجہ بھی کوئی رسول تمہارے پاس ایسے احکامات لے کر آیا، جن کو تمہارے دل نے پسند نہ کیا تو تم نے تکبیر کیا اور ایک گروہ کو توجہ ٹلا دیا اور دوسرے سے لڑائی کی۔</p>	
	<p>مباحث:-</p> <p>اس آیت میں روح القدس کا مرکب آیا ہے۔ روح کو عناط معنی پہنا کر ایک ایسا مفہوم دے دیا گیا ہے جو رومان دیومالایت سے متعارہ ہے۔ قرآن "روح" کو ایسی مملکت سے تعبیر کرتا ہے جو قوانین قدرت پر انحصار کرتے ہوئے متشکل کی گئی ہو۔ دیکھیے سورۃ کی آیت ۵۲ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا اور اسی وحہ سے ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم میں سے ایک روح وحی کی۔</p>	
88	<p>وَقَالُوا أَقْلُوْنَا عُلْفَ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بُكْفَرُهُمْ فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ</p>	

اور انہوں نے کہا، ہمارے دلوں پر عنلاف چڑھے ہیں، بلکہ حقیقت میں تو مملکت الیہ نے ان کے کفر کے سبب ان کو نعمتوں سے محروم کر دیا ہے پس کم ہی لوگ امن قبول کریں گے۔

89

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلٍ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ
كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ

اور جب کبھی مملکت الیہ نے ان کو ایسی کتاب عطا کی جو ان کے پاس موجود احکامات کی بھی تصدیق کرتی ہے، تو وہ احکامات جن کو وہ حبانتے بھی تھے، جب ان کے پاس آئے تو ان کے بھی انکاری ہو گئے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر فیصلہ طلب کرت تھے۔، پس انکار کرنے والوں پر مملکت الیہ کی نعمتوں سے محرومی ہے۔

90

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
إِنَّمَا أَشْتَرُو أَبِيهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَعْنَاهُ أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَن يَشَاءُ
مِنْ عِبَادِهِ فَيَأْتُهُمْ مُّؤْمِنُونَ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أََنَّمِيلٌ

وہ بہت براہی ہے جس کے بدلتے انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو نفع ڈالا۔ کہ ان احکامات کا باعیانہ انداز سے انکار کر دیا جو مملکت الیہ نے اپنے بندوں میں سے جسے مناسب سمجھا اصول مشیت کے مطابق اپنے فضل سے عطا کیا۔، سو وہ اس کے غصب بالائے غصب کے مسخن ہوئے اور انکار کرنے والوں کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔

91

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ
مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلَمَّا تَقْتُلُونَ أَنِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلٍ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکام کے ذریعے جو مملکت الیہ نے عطا کئے ہیں، امن قائم کرو۔۔۔۔۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو انہی احکامات کے ذریعے امن قائم کریں گے جو ہم کو دیئے گئے ہیں،۔۔۔۔۔ اور وہ اس کے سوا ہر ایک کا انکار کرتے ہیں۔۔۔۔۔ حالانکہ یہ سراسر حق ہے۔۔۔۔۔ اور ان احکام کی بھی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہیں۔۔۔۔۔ کہ دو کہ اگر تم صاحب امن ہو تو اس سے پہلے مملکت الیہ کے سرپرست منتظمین سے کیوں لڑائی کرتے تھے۔

92

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُّوسَىٰ بِالْبُيُّنَاتِ ثُمَّ أَتَّخَذُتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ

اور یقناً موسیٰ تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے تو تم نے ان کے بعد احکامات مملکت کے علاوہ احکامات کو پکڑ لیا، اور تم ظلم کرتے تھے۔

93

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيقَاتَكُمْ وَرَفَقَنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ حَذَّرُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَمْيَنَا وَأَشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ

اور جب ہم نے تم لوگوں سے عہد لیا۔۔۔۔۔ اور الطور کو تم پر فوقيت دے کر رفعت عطا کی۔۔۔۔۔ کہ جو ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور جو تمہیں حکم سنایا جاتا ہے اس کو سنو۔۔۔۔۔ تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے سن تو لیں لیکن ہم اس کی نافرمانی بھی کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اور ان کے انکار کے سبب ان کے دلوں میں مملکت کے احکامات کے علاوہ احکامات رچ بس گئے۔۔۔۔۔ تم کہہ دو کہ اگر تم مومن ہو تو تمہاری امن کی کیفیت تو تم کو بری بات بتاتی ہے۔۔۔۔۔

مباحث:-

جیسے کہ آیت ۱۵ کے تحت عرض کیا ہتا کہ **العجل** کوئی بچھڑا نہیں بلکہ لوگوں کی خود ساخت شریعت تھی اور آیت ۲۳ میں عرض کیا ہتا کہ الطور کوئی پہاڑ نہیں بلکہ احکامات الیہ تھی جس کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا گیا ہت۔۔۔۔۔ اس آیت میں انہی دونوں کا ذکر ہرایا گیا ہے۔۔۔۔۔ مومن:- وہ شخص جو اہل امن ہو۔۔۔۔۔

ایمان:- اہل امن کا نظر سے امن اور کیفیت امن۔

94

قُلْ إِنَّ كَانَتْ لِكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

کہ دو کہ اگر خوشحالی کا دور مملکت الہی کے نزدیک دوسروں کے علاوہ تمہارے ہی لیے مخصوص ہے اور تم اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہو تو تم ہماری ناکامی کی آرزو تو کرو۔

مباحث:-

اس آیت کے حوالے سے کہا جاتا ہے "اکہ تم کفار سے کہ دو کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچ ہو یعنی آخرت کا گھر تمہارے لیے ہے تو موت کی تمنا کرو"۔ یہ ایک بے مقصدی بات ہو گی، اس لیے کہ کفار بھی اگر پلٹ کریں یہی بات مومنین سے کہیں کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ آخرت تمہارے لیے ہے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھا تو مومنین کے پاس کیا جواب ہو گا؟ دونوں میں سے کوئی بھی ایسی بات کی تمنا کرنے کا کوئی نتیجہ نہ نکلے، نہیں کریگا۔ اور اگر کوئی کہہ بھی دیتا ہے تو اس کا اثر پچھ بھی نہیں ہو گا، اور نتیجہ پچھ بھی نہیں نکلے گا۔ یہ موت ناکامی سے متعلق ہے نہ کہ جسمانی موت۔ بفرض محال اگر یہ جسمانی موت ہوتی تو الموت کے بجائے موت ہوتی۔

95

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا إِمَّا قَدْ مَتُوا إِيَّيْهِمْ وَاللَّهُ عَلَيْمٌ بِالظَّالِمِينَ

لیکن بسب اس کے جوان کی طاقت و قوت نے ماضی میں کیا ہے، یہ کبھی اسی آرزو نہیں کریں گے، اور قدرت کو ظالموں کا عمل ہے۔

96

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَخْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوْمًا أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةً وَمَا هُوَ بِمُرْحَزٍ حِلٍّ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بِصِيرَةٍ بِمَا يَعْمَلُونَ

یقیناً تم ان لوگوں کو اور مشرکوں میں سے بھی لوگوں کے مقابلے میں آسائشوں کے معاملے میں سب سے زیادہ حریص پاؤ گے۔۔۔ ان میں سے ہر ایک بھی خواہش کرتا ہے کہ کاش وہ بہت لمبی عمر تک آسائش کی زندگی سے ہمکار رہے، مگر لمبی عمر اس کو مسل بھی جائے تو انتیت اور تکالیف سے نہیں چھڑ سکتی،۔۔۔ اور جو کام یہ کرتے ہیں، قدرت اسے دیکھ رہی ہے۔

مباحث:-

آج بھی کوئی ہزار سال کی زندگی کی تمنا نہیں کرے گا، البتہ ہر شخص یہ تمنا ضرور کرے گا کہ اس کی بھی عمر ہوا وہ خوشحال اور کامیاب زندگی گزارے۔
اعداد جیسے سعی، ماء، الف، غیرہ ایسے الفاظ ہیں جو کثرت کیلئے بولے جاتے ہیں۔

97

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًىٰ وَبُشْرَىٰ
لِلْمُؤْمِنِينَ

کہ دو کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہوا۔ تو قدرت نے جبریل (احکامات) کو اپنے اصولوں کے مطابق تمہارے دل پر نازل کیا ہے جو ان کے پاس موجود احکامات کی تصدیق کرتی ہے، اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

مباحث:-

جبر سیل کا ذکر قرآن میں کل تین مرتب آیا ہے، سورہ البقرہ کی آیات ۷۶ اور سورہ الحجریم کی آیت نمبر ۲۶ میں۔ پورا قرآن گواہ ہے کہ کفار نے جب کبھی بھی دشمنی کی ہے تو وہ مملکت الیہ کے احکامات سے کی ہے۔ اس آیت سے پہلے بھی بنی اسرائیل کی تاریخ بتاتے ہوئے اسی بات کو واضح کیا ہے کہ جب کبھی بھی ان کو احکامات الیہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور سرکشی پر اتر آئے۔ قرآن میں کہیں بھی جبر سیل سے دشمنی کی بات نہیں کی گئی ہے۔ یہ کہانی روایات کی دین ہے یاد رکھیے قرآن نہ تو کسی فرشتہ نہ مخلوق کی بات کرتا ہے اور نہ ہی کسی ایسے فرشتہ کی جس کا نام جبر سیل ہت۔ آئیے اس آیت کا لفظ بلفظ ترجمہ کرتے ہیں۔

قُلْ كَهْ دوْمَنْ جوْ كَانَ ہے عَدُوًّا دشمن لِّجِبْرِيلَ جِبْرِيلَ كَافَانَّ اللَّهُ تَوْقِيْنَا سَنْ نَزَّلَهُ نازل کیا اس کو عَلَىٰ قَلْبِكَ تمہارے قلب پر لِّيَذْنُ اللَّهُ اپنے قانون نزول کے مطابق مُصَدِّقًا مصدق ہے لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اس کی جو ان کے پاس ہے وَهُدًىٰ وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ اور ہدایت اور خوشخبری مونوں کے لیے۔ اس آیت میں دو گلے ضمیر واحد مذکر غائب کی آئی ہے فاٹہ میں ضمیر کا مر جمع اللہ ہے اور دوسری جگ نزلہ میں ضمیر کا مر جمع کتاب ہے۔

98

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوًّا لِلْكَافِرِينَ

جو شخص مملکت خداداد کا اور اس کے نافذ دین احکامات کا اور اس کے رسولوں کا اور احکامات الیہ کا اور احکام کی وکالت کرنے والوں (میکال) کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کی مملکت دشمن ہے۔

اس آیت میں لفظ میکال آیا ہے۔ اس کا وزن مفعآل کا ہے جس کے معنی میں "آل" یعنی جس چیز سے کوئی کام لیا جائے۔ میکال کامادہ "وکل" ہے جس کے معنی میں کسی کی وکالت کرنا۔ میکال کے معنی ہوں گے وہ دلائل یا وہ لوگ جو مملکت الیہ کے احکامات کی وکالت کریں۔ آیت نمبر ۹۹ قطعی طور پر نہ صرف واضح کر رہی ہے بلکہ تصدیق بھی کر رہی ہے کہ جبریل احکامات الیہ کا دوسرا نام ہے۔

99

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَأْكُلُونَ كُفُّرٌ بِهَا إِلَّا فَاسِقُونَ

اور ہم نے تمہارے پاس واضح احکامات بھیجے، اور ان سے انکار و ہی کرتے ہیں جو قانون شکن ہیں۔

100

أَوْ كُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا أَبَدَّهُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ

ان لوگوں نے جب کبھی بھی کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اس کو نظر انداز کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر امن میں رہنے والے نہیں ہیں۔

101

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُلْمٍ هُمْ كَافِرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

اور جب بھی مملکت الیہ کی طرف سے ان کے پاس کوئی پیام برآیا اور اس نے ان احکامات کی تصدیق بھی کر دی جو ان کے پاس تھے تو جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی، ان میں سے ایک جماعت نے مملکت الیہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا، گویا وہ حبانتے ہی نہ تھے۔

پس پشت ڈالنے یا پیٹھ پیچے پھینکنے سے ان کے دور ویوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۱) کسی بات کو اہمیت نہ دیں اور (۲) اسلاف کی طرف رجوع کرنا۔ دراصل اس آیت کا اگلی آیات سے بنیادی تعلق ہے۔ یہ دو جماعت تھی جو ملک سلیمان کے خلاف نہ صرف سازشیں کرتی تھی بلکہ مملکت کے احکامات کا انکار بھی کرتی تھی۔

102

وَاتَّبَعُوا مَا تَنَاهُوا الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَ الشَّيَاطِينُ كَفَرُوا
يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمُلْكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَا هَرُوتَ وَمَا يُعَلِّمُانِ مِنْ أَحَدٍ
حَتَّى يَقُولُوا إِنَّمَا نَحْنُ فِتَنَةٌ فَلَا تَكُفِرُ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمُرِءَ وَرُوْجَهِ وَمَا هُمْ
بِضَاءِرٍ يَرِينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَصْرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لِمَنِ اشْتَرَاهُ
مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقِهِ وَلَمْ يُنْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

اور ان باتوں کی اتباع کرنے لگے جو سلیمان کے عہدِ سلطنت کے خلاف سرکش افراد بتایا کرتے تھے۔۔۔۔۔ اور سلیمان نے احکامات کا انکار نہیں کیا، بلکہ سرکش افراد ہی انکار کرتے تھے کہ لوگوں کو جھوٹ سکھاتے تھے۔۔۔۔۔ اور ان باتوں کی بھی پیروی کرنے لگئے جو بابل (طاقت و جھوٹ) کے ذریعے دوسرکردہ لوگ ہاروت (سرکش افراد) اور ماروت (سرکش افراد کے مددگار) پر اتری تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے، جب تک یہ نہ باور کرا دیتے کہ ہم تو نحبات دہنده ہیں، تم ہماری باتوں کا انکار نہ کرو۔ پس لوگ ان سے وہ باتیں سیکھتے تھے، جس سے سربراہ اور اس کی جماعت کے لوگوں کے درمیان تفریق کر دیں اور وہ ان باتوں کے ذریعے کسی کو ضرر نہیں پہنچاتے تھے البتہ اگر احکامات الیہ میں گنجباش ہو۔ اور ان کو جو سکھاتے تھے اس سے وہ ان کو نقصان پہنچاتے تھے اور کچھ فائدہ نہ دیتے تھے اور انہیں خوب معلوم ہتا کہ جو وہ تجارت کر رہے ہیں اس سے انہیں آخرت میں کچھ ملنے والا نہیں ہتا اور جس چیز کے بد لے اپنے نفووس کی تجارت کی وہ بہت بری تھی۔ کاش وہ اس بات کو حبانتے۔

جیسا کہ عرض کیا ملائکہ کوئی غیر مریٰ مخلوق نہیں ہوتی، بلکہ ہم جیسے انسان ہی ہوتے ہیں۔ جب فرشتوں کا تصور متعار لیا گیا تو اس کے ساتھ یہ تصور بھی آگیا کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ وہ کیونکر عنطہ تعلیم دے سکتے ہیں۔ اگر آیت ۱۰۲ اور آپس کا ربط بھی قائم رکھیں تو بات بڑی آسانی سے صحیح آجاتی ہے۔

آیت ۱۰۲ میں بتایا گیا کہ بنی اسرائیل کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کی تعلیمات کو ماننے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس کے بخلاف خود ساختہ احکام پر عمل کرتے تھے۔ آیت ۱۰۲ میں سیدنا سلیمان کے قصے کو بطور لیل بتایا گیا کہ ایسے ہی لوگوں نے سلیمان کی مملکت کے خلاف سازشیں کیں، اور لوگوں سے کہتے تھے کہ ہم تو ذریعہ نجات ہیں تو ہماری بات کا انکار نہ کرو، حالانکہ سلیمان نے آیات کا کفر نہیں کیا تھا بلکہ ایسے ہی لوگ کفر کرتے تھے اور ایسی تعلیمات دیتے تھے جن کے ذریعے حکومت اور عوام کے درمیان تفہیق پیدا ہو جائے۔ ان آیات میں چند الفاظ غور طلب ہیں۔

۱۔ **علیٰ ملک سلیمان** اس کا ترجمہ "ملک سلیمان میں" ... کیا جاتا ہے۔ حالانکہ "علیٰ" کے معنی "میں" نہیں ہوتے۔ "ملک سلیمان میں" کا ترجمہ "فی ملک سلیمان" ہو گا۔

۲۔ دوسرالفظ ہے **فتنه**، مادہ "فَتَنَّ"، معنی "آزمائش"، سونے کو آگ میں پکھلانا تاکہ کھوٹا کھرا معلوم ہو جائے، نمود ذات کے موقع تاکہ انسان کے اندر کی اچھائی اور برائی سامنے آجائے اور تکلیفوں سے بچانے۔

علامہ عبدالرشید نعمانی نے لعنات القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸ پر لفظ فتنہ اور فتنوں کی بحث کرتے ہوئے سورہ طہ کی آیت ۵۰ کے تحت ایک حوالہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں "بقول ابن عباس طرح طرح کی تکلیفوں سے بچا یا۔"

103	وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَأَتَقَوْا الْمَتْوَبَةُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا أَيَّعْلَمُونَ
-----	---

اور اگر وہ اہل امن ہوتے اور پرہیز گاری کرتے تو قدرت سے بہت اچھا صلہ ملتا۔ اے کاش، وہ اس سے واقف ہوتے۔

104	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَقُولُوا إِنَّا عَنَّا وَقُلُوا إِنْ نُظْرُنَا وَإِنْ سَمِعُوا وَلَلَّهُ أَعْلَمُ
-----	--

اے امن قائم کرنے والو۔! مت کہو کہ ہمیں رعایت دیں۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم پر نظر رکھیں، اور بات کو سنو۔ اور انکار کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

راعنًا: مادہ: رع و یارع۔ معنی "حبانور کا چرنا، حفاظت کرنا، خیال رکھنا، رعایت دینا"؛ مزید معنی کیلئے دیکھئے قاموس الوحدید۔

راعنًا: دو الفاظ کا مرکب ہے۔ ایک ہے "راع" جو فعل امر ہے، جس کے معنی ہیں "رعایت دین"۔ دوسرा لفظ ہے "نا" یہ جمع شتمم حاضر کی ضمیر ہے جس کے معنی ہیں "ہمیں"۔ (صفہ ۳۹ حبلہ سوم، عنات القرآن رشید نعماں)

موسمنیں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ رسول سے رعایت طلب کرنے کی بجائے ان سے یہ کہو کہ وہ تمہارے اوپر نظر رکھیں اور تم ان کی بات غور سے سنو۔ احادیث کی کارستانیوں سے ایک کہانی مشہور کی گئی ہے اور وہ مقصد جو اس نصیحت سے حاصل ہونا ہتا وہ فوت ہو گیا۔

105

مَّا يَوْدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكُونَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْقُوَّةِ الْعَظِيمِ

کافر، خواہ اہل کتاب سے ہوں یا مشرکین میں سے، وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم کو تمہارے نظامِ ربویت کی طرف سے خیر عطا کی جائے، اور مملکتِ الہیہ اس شخص کو جو حاصل ہتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ حاصل کر لیتی ہے اور مملکتِ الہیہ بڑے فضل کی مالک ہے۔

من يشاء کا غسموماً ترجمہ کیا جاتا ہے "جو اللہ حپاہتا ہے"۔ اس ترجمہ میں اللہ ایک ایسی ہستی نظر آتا ہے جو من موجی ہے۔ جب حپاہا جو مرضی آیا، کردیا، نہ کسی قاعدہ کا خیال، نہ کسی اصول کی پرواد نہ کسی قانون کی حیثیت۔

اسی لیے اگر دل حپاہا تو کتنے کو بھی پانی پلانے پر ایک انہٹائی کافر کو داخل جنت کر دیتا ہے اور اگر موڈ میں نہیں تو ساری عمر کے زاہد اور متقی کو بھی دوزخ کی آگ میں جھونک دیتا ہے۔ جی نہیں۔ ہمارا اللہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص کو اس کے کیے کے مطابق جزا دیتا ہے۔

من يشاء کا ترجمہ ہے "جو انسان حپاہتا ہے" لیکن انسان کی خواہش بغیر عمل کے پوری نہیں ہوتی بلکہ اسے ثابت کرنا ہوتا ہے کہ جو خواہش وہ کر رہا ہے اس کا وہ اہل بھی ہے یا نہیں۔ سورۃ النحل کی آیت ۹۳ کے مطالعے سے بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكُنْ يُفْسِلُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَلَئِنْ سَأَلْتُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ

تَعْمَلُونَ

آئیے پہلے غسمومی ترجمہ دیکھتے ہیں۔

اگر اللہ حپاہتا تو تم سب کو ایک امت بنادیتا، لیکن وہ جسے حپاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے حپاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے۔ اور لازماً تم سے پوچھا جابائیگا کہ تم کیا کرتے تھے۔

اس ترجمے سے، سب سے پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ "اللہ اگر حپاہتا تو سب کو ایک ہی ملت بن اکر پسیدا کرتا"، لیکن اس نے اختیار و ارادہ دے کر پسیدا کیا تاکہ سب اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہوں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ ارادہ و اختیار دینے کے باوجود "گمراہ کرنے اور ہدایت دینے کی ذمہ داری خود اللہ اپنے اپر لے رہا ہے۔"

اور اس سے بھی عجیب بات آگے آ رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ "ہر شخص سے اس کے اعمال کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔"

یہ ہے ہمارے تراجم کا کمال۔۔۔۔۔

اس ترجمے میں صرف **من يشاء** کا ترجمہ "جو اللہ حپاہتا ہے" کی وجہے "جو بندہ حپاہتا ہے" اکر دیا گیا ہے۔ اکر دیا تو کوئی مسئلہ نہیں پیدا ہوگا۔ آئیے اب اسی اصول پر اس آیت کا ترجمہ دیکھتے ہیں۔ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو وہ تم کو ایک امت بناتا، لیکن وہ اس بندے کو گمراہ قرار دیتا ہے یا گمراہ رہنے دیتا ہے جو بندہ اپنے اعمال سے ثابت کر دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی حپاہتا ہے اور وہ اس بندے کو ہدایت یافتے قرار دیتا ہے یا ہدایت پر رہنے دیتا ہے جو بندہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ایسا ہی حپاہتا ہے حپاہتا ہے، اور لازماً تم سے ان اعمال کے متعلق جو تم کرتے تھے پوچھا جابائیگا۔

دیکھ لیجئے اب کوئی اختلافی بات نظر نہیں آئے گی اور نہ ہی اللہ "من موجی" یا قاعدہ قانون سے لاپروا نظر آئے گا۔ یاد رکھیے اچھائی اور برائی کا ذمہ دار خوب بندہ ہے نہ کہ اللہ، اور اللہ جزا اور سزا انسان کو اس کے

مَانَسَخَ مِنْ آيَةً أَوْ نُسِّهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلَهَا أَلَمْ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اگر ہم کسی حکم (آیت) کو منسون کرتے یا اسے فراموش کرتے تو اس سے بہتر یادیں ہی مثالی آیت بھیجتے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ مملکت الیہ ہر چیز کے پیمانے بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس آیت کو قرآن کی آیات کو منسون کرنے کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے جو کہ سراسر عربی ترجمہ پر مبنی ہے۔ اس آیت میں "مَانَسَخَ" آیا ہے۔ "مَانَسَخَ" میں "خ" کے اوپر جرم ہے جس کا مطلب ہے کہ "مَانَسَخَ" کا ترجمہ منفی ہو ہی نہیں سکتا یعنی "ما" نافی نہیں ہے بلکہ "ما" شرطی ہے ورنہ "مَانَسَخَ" میں "خ" کے اوپر جرم کی بحیے پیش ہوتی۔

اس آیت کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ ہم کوئی حکم یاد لیں مسون کرتے ہی نہیں ہیں۔ وقت باطلہ (بخاری اور ان کے چیلے مفسرین) نے قرآن کے خلاف بہت بڑی اجتماعی سازش کی ہے۔ لیکن اسی شر سے خیر نکلتا ہے۔

یہ معتام اہل قرآن کے لئے یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اہل فقہ اور اہل حدیث نے قرآن کے خلاف مجموعی سازش کیسے بھر پورا نداز سے کی ہے۔ یہ کوئی مستحب کرتا ہے کہ حنفی ہر طرح کا عمل رکھتا ہے اور ہر زمانے (ماضی حال اور مستقبل) کا عمل رکھتا ہے۔۔۔ کیا اسے نہیں معلوم ہتھ آئندہ ان احکامات کی استفادیت نہیں ہوگی۔ جو اس نے حتیٰ احکامات حباری کر دئے اور بعد کو منسون کرنے پڑے۔

دیکھئے اگر کسی کو ذرا بھی یہ احساس ہو کہ اس کے حباری کردہ احکامات کسی وقت بھی چیلنج کر دئے جائیں گے تو وہ حکم کو حالات سے مشروط کر دیتا ہے۔ اور وہ ہر حالات کو مدد نظر رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر یہ حالات ہوں تو حکم یہ ہے ورنہ اس میں حالات کے مقابل اس طرح یا یہ رو وبدل کی جاسکتی ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی ملکیت حنفی ہی کی ہے، اور حنفی کے احکام پر مبنی مملکت (مملکت خداداد) کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

108

أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفَّارُ إِلَّا يَمَانٌ فَقَدْ
ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ

کیا تم اپنے رسول سے اسی طرح کے مطالبات کرنا چاہتے ہو جس طرح
کے مطالبات پہلے موسیٰ سے کیے گئے تھے اور جس نے بھی امن کی روشنی بدلت
انکار کی روشن اختیار کی تو وہ یقیناً سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔

اس آیت میں لفظ "سئل" آیا ہے جس کے معنی "سوال کرنا" کیے جاتے ہیں حالانکہ سوال کرنے سے
ہی انسان کو اپنے علم میں مزید اضافہ کرنے کا موقع یافتاتا ہے۔ احادیث کی وحی سے ہمارے ذہن کند
کردئے گئے ہیں اور سوال نہ کرنے کی وحی سے ہم اپنے تجسس کو واضح نہیں کرتے اور انہی تقلید میں پڑ گئے
ہیں۔ سئل کا مادہ "سئل" ہے جس کے معنی مطالب کرنا ہوتا ہے۔ سی یہاں مطالبات مقصود
ہے۔

109

وَذَّكَرِيَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَ كُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارٌ أَحَسَدًا أَهْنَ عِنْدِ أَنفُسِهِمْ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحُقْقُ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

بہت سے علم اپنے اندر کے حد کی وحی سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو امن کی
کیفیت کے بعد انکار کی طرف لوٹا دیں، اس کے باوجود کہ ان پر حق ظاہر ہو چکا
ہے، تو تم عافیت اور در گزر سے کام لو، یہاں تک کہ مملکت الہیہ اپنا فیصلہ
صادر فرمادے۔ بے شک مملکت الہیہ ہر چیز کے پیمانے بنانے کی الیت
رکھتی ہے۔

110

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاتَ وَمَا تُقْرِبُ مُوا لِأَنفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اور مملکت الہیہ کے احکامات پر مبنی نظام قائم کرو اور معاشرے کی خوشحالی کا فرضیہ ادا کرتے رہو، اور جو بھلائی میں سے اپنے لوگوں کے لئے مقدم رکھو گے، اس کو مملکت الہیہ کے نظام میں پاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ مملکت خداداد تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

111

وَقَالُوا إِن يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اور لوگوں نے کہا کہ ہود اور نصاریٰ کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالاتِ باطل ہیں۔ کہہ دو کہ اگرچہ ہو تو دلیل پیش کرو۔

مسیحی بردری نے اپنے لئے ”عیسیائی“ کہلوانے کو ناپسند کیا ہے اس لئے ہم کو شش کریں گے کہ تمام معتامات پر اس کا خیال رکھا جائے۔ اور تمام معتامات پر اس کو تبدیل کر دیا جائے۔

112

بَلِّي مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ الْحَسِينُ فَلَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ہاں جو شخص مملکت خداداد کی سلامتی کیلئے اپنی توجہات لگادے اور وہ حسن کارانہ انداز سے کام کرنے والا بھی ہو تو اس کا صلہ نظامِ ربوبیت کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو نہ کسی طرح کا خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

113

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتَّلُّونَ
الْكِتَابَ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللَّهُ يَعْلَمُ بِيَتْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا
فِيهِ يَتَّعَلَّفُونَ

اور یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں ہیں اور وہ دونوں احکاماتِ الٰہی کی سمجھ رکھتے ہیں؟۔ اسی طرح کی بات ان لوگوں نے بھی کی جو لا عسلم لوگ ہیں۔ پس دین کے قائم ہونے پر مملکتِ الٰہی اس بات میں جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے تھے، فیصلہ کر دیگی۔

مباحث:-

لفظ تلاوت کا مادہ "ت ل و" ہے جس کے معنی میں پڑھنا ہی نہیں بلکہ سمجھنا اور عمل کرنا تھا شامل ہے۔ سورۃ الشمس میں اشارات کتے ہے،

وَالشَّمْسِ وَصُحَاحَاهَا) وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا (گواہ ہے شمس اور اس کی روشنی۔۔۔ اور گواہ ہے چاند جب وہ اس کے پیچھے پیچھے چلے)

114

وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ مَنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي الْخَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَارِفِينَ هُمُّ فِي الدُّنْيَا حَزِيرُ وَهُمُّ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو احکامات الہی سے روکے کہ ان کے معاملے میں یاد دہانی کرائی جائے اور ان کی خرابی میں کوشش ہو۔ ان لوگوں کے لئے ممکن نہیں کہ ان احکامات کی سمجھ حاصل کریں، مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے آج بھی رسوائی ہے اور کل بھی بڑا عذاب۔

اس آیت میں لفظ دخنل آیا ہے جو دخول مکانی اور دخول معنوی، دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ دخول معنوی کی مثال آیت ۲۰۸ میں آئی ہے جو حاضر خدمت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْهُلُوا فِي السَّلْمِ كَافَةً وَلَا تَتَّبِعُوا حُطُوطَ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ اہل امن...! سلامتی کے ضابطے حیات کو مکمل طور پر اپنے اندر سمو اور امن و سلامتی کے دشمن کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

لیکن اسی آیت کا غسموی ترجمہ کچھ یوں ہے مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔ (ابقرہ آیت ۲۰۸)

ظاہر ہے اسلام میں داخلہ کسی جگہ کے داخلے کے حوالے سے نہیں ہے بلکہ ایک نظریہ کو تجویز کرنے کے حوالے سے ہے۔

115

وَلِلَّهِ الْمَتَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا أُولُو افْقَمَ وَجْهُهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلَيْهِ

اور عروج اور زوال سب قوانین قدرت کے مطابق ہے۔ تو تم جد ہر بھی توجہات کا رخ کرو گے ادھر ہی قوانین قدرت کو پاؤ گے۔ بے شک قوانین قدرت علم کی بنیاد پر وسعت دینے والے ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلَّهُمَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّهُمْ قَاتِلُونَ

اور انہوں نے کہا کہ مملکت الیہ نے بغیر استحقاق کے حبائشین بنالیا ہے۔ حالانکہ سب کاوش و جدوجہد تو اسی کی ہے، بلکہ جو کچھ حکومت اور عوام میں ہے، سب اسی کے تابع ہیں اور اس کے فرماں بردار ہیں۔

مباحث:-

وَلَدًا— مادہ— ولد — معنی۔۔ کسی انسی کا اپنے بچے کو جتنا۔ اور انہی معنوں میں ولادت اور اس سے متعلق رشتہ اور عمل میں معنی آتے ہیں۔ مثلاً **والد**۔ والدہ۔ ولادت۔ مولود۔ تولید۔ مولد۔ **میلاد**۔ لیکن یہی الفاظ دیگر معنی میں بھی استعمال میں آتے ہیں۔۔۔۔۔ مثلاً **والد** بابائے قوم۔ father of the nation۔ میسیحیت میں پادری کو باپ (father) کہا جاتا ہے۔ **تَوْلِيدُ الشَّئْوَنَ مِنَ الشَّيْءِ**۔ ایک چیز کا دوسرا چیز سے بننا۔ **كِتَابٌ مُولَدٌ** جعلی تحریر یا مشکوک کتاب۔ **تَوْلِيدُ الْكَهْرُبَاءَ** بجلی کی پیداوار یا تیاری۔

عملت الیہ کے لئے حبائشین ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ ہر مملکت حبائشین مقرر کرتی ہے۔ اصل مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب حبائشین استحقاق کے بجائے اقرباً پروری کی بنیاد پر رکھ لیا جائے۔

اس مفہوم پر ایک مرکب سبحانہ آیا ہے جس کا ترجمہ "وہ پاک ہے" کیا جاتا ہے۔ یہ مرکب اضافی ہے جس میں سبحان مضاف اور ضمیر "ہ" مضاف الیہ ہے۔

سبحان کا وزن فعلان کا ہے، جس کے معنی ہوں گے "انہائی جدوجہد" اور پورے مرکب کا ترجمہ ہو گا "سب جدوجہد اسی کی ہے"

بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

مملکت تو بلند وزیریں کے قوانین کی ابتداء کرنے والی ہے۔ جب کسی عمل کا فیصلہ کرتی ہے تو صرف حکم دیتی ہے کہ ہونا چاہئے، تو وہ عمل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں **فیکون** آیا ہے جو مضارع کا صیغہ ہے، مضارع جو حال اور مستقبل کے معنی دیتا ہے۔ اس کے معنی کسی صورت بھی ماضی کے نہیں لیے جاسکتے۔ اس لیے مفہوم معین کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

118

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةً كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلُ قَوْلِهِمْ
تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ يَبَيِّنَنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقَنُونَ

اور جو لا علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ مملکت الہیہ ہم سے ہم کلام کیوں نہیں ہوتی۔ یا ہمارے پاس کوئی حکم کیوں نہیں آتا۔ ایسے ہی وہ لوگ جوان سے پہلے گزرے، انہی کی کی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کے ذہن آپس میں ملتے جلتے ہیں، اور بلا شبہ ہم نے یقین کرنے والوں کے لیے احکام بیان کر دیئے ہیں۔

119

إِنَّا أَنْزَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُشَأْلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ

یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کو خوشخبری سنانے والا اور پیش آگاہ کرنے والا بن کر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں تمہاری بازپرس نہیں ہوگی۔

مباحث:-

دو ز اور جہنم دونوں ہی الفاظ اردو میں مستعمل ہیں اور ایسی کیفیت کے اظہار کے لئے بولے جاتے ہیں جس میں انسان سخت مصیبت میں پھنسا ہوا اور اندر ہی اندر حبل بھن رہا ہو لیکن اس مصیبتوں سے چھکارہ حاصل نہ کر سکے۔ کسی آگ کے الاؤ کی بات نہیں ہو رہی ہے۔

قرآن نے آگ کی خود وضاحت کر دی ہے کہ آگ کیا ہوتی ہے۔۔۔؟

کیا یہ کوئی آگ کالاؤ ہوتا ہے جب انسانوں کو جھونکا جبائے گا یا یہ انسان کے اندر لگی آگ ہوتی ہے۔؟ قرآن کہ رہا ہے کہ "تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ ہپکے تھے تو قدرت نے تم کو اس سے بچا یا" کیا واقعی رسالت ماب کے زمانے میں کوئی آگ کا گڑھا جبل رہا تھا جس میں لوگ آتے تھے اور گر کر جبل بھن جاتے تھے۔۔۔۔۔ جی نہیں۔۔۔۔۔ قرآن نے خود واضح کر دیا ہے کہ یہ آپس کی دشمنی کی آگ تھی۔

وَإِذْ كُرُوا نَعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ يِنْعَمِتُهُ إِخْرَاجًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (قدرت کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو قدرت نے تم کو اس سے بچالیا)۔ قرآن نے جہاں بھی انسانوں کے لئے بطور سزا آگ کو بیان کیا ہے وہ یہی دشمنی کی آگ ہے جسے احکامات الہی کے ذریعے بھاپا جاتا ہے۔

اُصحاب الجحیم کون ہیں۔؟ اور جہیم کیا ہے۔؟ اُصحاب الجحیم کے متعلق اسی سورہ کی آیت نمبر ۱۰ اور البقرہ کی ۱۱۹ میں بھی ذکر گزر چکا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

الجحيم۔ مادہ۔ ح ۴۰۔ روکنِ الجحیم عنہ۔ وہ اس سے رک گیا۔ الجحیم بخیل کو کہتے ہیں۔

تجھم بھنل اور تنگ دلی کو کہتے ہیں تنگدی کی وجہ سے انسان اندر ہی اندر جلتا بھنتا رہتا ہے اس لئے جلنے کا مفہوم مانوذ کیا گیا۔ لیکن یہ آگ وہ آگ ہے جو انسان کو اندر ہی انداز کھا جاتی ہے۔

اور تم سے نہ تو یہودی کبھی راضی ہوں گے اور نہ ہی عسیائی، یہاں تک کہ تم ان کی طرز زندگی کی پیروی کرلو۔ کہہ دو کہ مملکتِ الہیہ کا قانون ہی اصل ہدایت ہے اور اگر تم نے علم کے آہنانے کے بعد بھی ان کی خواہش کی اتباع کی تو تم کو مملکتِ الہیہ سے بچانے والا نہ کوئی سرپرست ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔

121

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتَلَوَّنُهُ حَقَّ تِلَاقِهِ أُولَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكُفُّرْ بِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّاهِرُونَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے، وہ اس کو ایسا پڑھتے، سمجھتے اور عمل پیرا ہوتے ہیں جیسا کہ اس کے پڑھنے سمجھنے اور پیروی کرنے کا حق ہے۔ یہی لوگ اس کتاب کے ذریعے امن دینے والے ہیں، اور جو اس کتاب کا انکار کرتے ہیں وہی لوگ خارہ پانے والے ہیں۔

122

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا إِنْعَمَتِي الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَيُّ فَضْلًا شُكْرُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ

اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو، جو میں نے تم پر کی اور یہ کہ میں نے تم کو تمام بستیوں پر فضیلت میں پایا۔

مباحث:-

ملکت الہیہ کی نعمت "اکامات" کا عطا کرنا ہے جس پر چلنے سے دنیا کی نعمتوں کا حصول ممکن ہوتا ہے کیونکہ اکامات پر چلنے سے انسان کسی کے حق کو پامال نہیں کرتا جس کا لازمی نتیجہ معاشرے کی خوشحالی کی شکل میں ملتا ہے۔

"العالمین" کی بحث آیت ۷۲ کے تحت گزر چکی ہے۔ یہاں اسے پھر دہرانے دیتے ہیں۔

اس آیت میں ایک لفظ "العالمین" آیا ہے جس کا ترجمہ "تمام عالم" یا "تمام جہان" وغیرہ کیا جاتا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ کیا واقعی بنی اسرائیل کو تمام کائنات پر فضیلت دی گئی تھی؟ جبکہ اس زمانے میں بنی اسرائیل کو اسرائیل کے علاوہ دوسرے علاقوں کا پتہ ہی نہ ہتا۔ ان سے بڑی اور طاقتور حکومتیں اسرائیل کے ایک طرف ایران اور دوسری طرف روم کی موجود تھیں۔ اگر دیکھا جائے تو اس وقت بھی دنیا کے نقشے پر اسرائیل سے بڑی مملکتوں کے آثار متلتے ہیں۔ اگر مصر اور فلسطین کے علاقوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو بھی اس دنیا کا بہت ہی معمولی رقبہ بننے گا جو کہا جا سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کی ماتحتی میں ہتا۔

اس کا مطلب ہے "العالمین" کا لفظ تمام جہان یا تمام عالم پر محیط نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے وہ علاقے یا بستیاں جو بنی اسرائیل کو معلوم تھیں یا جن پر ان کا غلبہ ہو گیا تھا۔

123

وَاتَّقُوا إِيمَانًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنَصَّرُونَ

اور اس دور کی مصیبت سے بچو جس دور میں کوئی شخص کسی شخص کے کچھ کام نہ آئے گا، اور نہ اس سے بدله قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کسی کی سفارش کچھ فائدہ دے گی اور نہ ہی وہ مدد دیئے جائیں گے۔

124

وَإِذَا ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

اور یاد کرو وہ زمانہ جب اس کے نظامِ ربویت نے احکامات کے ذریعے ابراہیم کو شمود ذات کے موقع عطا کیے تو انہوں نے انتہائی اچھے انداز میں انہیں پورا کیا۔ نظامِ ربویت نے اعلان کیا کہ میں تم کو لوگوں کیلئے امام مقرر کرنے والا ہوں۔ ابراہیم نے کہا۔۔۔۔۔ اور میرے پیروکاروں میں سے؟۔۔۔۔۔ پروردگار نے کہا، ہمارا عہد ظالموں کے لیے نہیں ہوا کرتا۔

مباحثہ:-

لفظ ذریت سے مراد اولادی گئی ہے حالانکہ ابلیس کی بھی ذریت ہوتی ہے۔ سورہ الکھف کی آیت ۵۰ **أَقْتَتَتْخَذُونَهُ وَذُرِّيَّتُهُ أَوْلَيَاً مِنْ دُوْنِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ** (کیا تم ابلیس اور اس کی ذریت کو اپنا دوست و کار ساز پڑھتے ہو حالانکہ وہ تم لوگوں کا دشمن ہے) ظاہر ہے ابلیس ایک کردار ہے جو انسانوں میں سے ہی ہے، اور جس کے احکام پر چلنے والے اس کی ذریت ہیں۔ یہ ہر معاشرہ میں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ سیدنا ابراہیم کی ذریت ان کی پیروی کرنے والے انسان ہیں، لیکن اگر وہ بھی ظلم کی روشن اختیار کریں گے یعنی مملکت کے برخلاف چلیں گے تو وہ بھی امامت کے منصب سے معزول کر دیئے جائیں گے۔ قرآن کی نظر میں سب سے بڑا ظلم مملکتِ الہی کے احکامات کے ساتھ دوسرے احکامات کی آمیزش ہے۔

125

**وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلتَّمَسُّقِ وَأَمْنًا وَأَنْجَدُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلَّى وَعَهْدُنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهَّرَ أَبَيَّنِي لِلظَّاهِرِينَ وَالْغَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ**

اور میری نعمتوں کا وہ زمانہ بھی یاد کرو جب میں نے احکامات کو انسانیت کیلئے بار بار رجوع کرنے اور قیامِ امن کیلئے مقرر کیا اور حکم دیا کہ ابراہیم کی سیرت کی پیروی کرو اور ہم نے ابراہیم اور اسما علیل سے عہد لیا کہ میرے احکامات کو بار بار رجوع کرنے والوں اور غور و خوض کرنے والوں اور احکامات پر عمل پیرا ہونے والوں کیلئے اور ہمیشہ آمادہ رہنے والوں کیلئے ہر غیر الہی حکم سے پاک رکھو۔

مباحثہ:-

حقیقت صلاۃ کے صفحہ ۹۹۔۱۰۳ ان تمام الفاظ پر کی گئی بحث موجود ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّي أَجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَأَنْزَقْ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمُ الْآخِرُ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمْتَنِعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرْهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمُصِيرُ

اور یہ بھی یاد رکھو کہ جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے نظام رو بیٹ، اس بستی کو امن کا گھوارہ بننا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو حکاماتِ الٰہی کے ذریعے پر امن رہیں اور مکافاتِ عمل کے وقت بھی امن پائیں، ان کو ان کے اعمال کے شمراتِ عطا فرمائیا کہ جو میرے احکامات کا انکار کرے گا میں اس کو بھی کسی قدر متعین کروں گا، پھر اس کو آپس کی دشمنی کی آگ کے عذاب سے دوچار رہنے دونگا، اور وہ بری حالت ہے۔

مباحث:-

اس آیت میں **هذا بلد** (یہ بستی) آیا ہے۔ سوال ہو گا کہ یہ کون سی بستی ہے جس کیلئے اسم اشارہ قریب آیا ہے۔ دراصل یہ بستی ان لوگوں کی بستی ہے جو سیدنا ابراہیم کی تعلیمات پر چلتے تھے، جیسے کہ سیدنا نوح کے پیروکاروں کی جماعت کو ایک کشتی کے سوار کہا گیا ہے۔

مصید مادہ: ص میں معنی: ایک حالت سے بدل کر دوسری حالت میں مقتول ہونا۔۔۔ حوالہ: قاموس الوحید صفحہ ۹۵۵۔

عذاب النار قرآن کی اصطلاح ہے سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں اس کی وضاحت موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَقْرُّقُوا وَإِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

لَعْلَكُمْ تَهْتَدُونَ

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تفسیر میں مت پڑو۔ اور یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر ہوئی جب کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اپنی نعمت کے ذریعے تم کو بھائی بھائی بنادیا اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، تو تم کو اس آگ سے بچالیا۔ اسی وحی سے اللہ اپنے احکام واضح کرتا ہے تاکہ تم ہدایت یافت بنو۔

رسالت مآب کی قوم بھی آگ کے گڑھے پر کھڑی تھی۔ یہ کون سی آگ تھی؟ یہ آپس کی دشمنی کی آگ تھی۔

127	<p>وَإِذْ يُرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلَ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ</p>
	<p>اور جب ابراہیم اور اسماعیل احکامات الی سے قواعد کو پیش کرتے ہوئے کہہ رہے تھے، پروردگار نظامِ ربوبیت، ہم سے یہ خدمت قبول فرمائے۔ بے شک تو بربادِ علم سننے والا ہے۔</p>
	<p>اس آیت میں لفظ "قواعد" آیا ہے جو "قاعدہ" کی جمع ہے۔ لفظ "قاعدہ" معروف ہے، جس کے معنی اصول اور ضابطے کے ہوتے ہیں۔ اس کے معنی عمارت کی بنیاد کر کے "ملکت الی کے اداروں" کو ایک عبادت گاہ کا فہرست پہنچایا گیا۔</p> <p>لفظ رفع کی بحث آیت ۶۳ کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔ مختصر راجعِ ارض ہے رفع کے معنی کسی کے ساتھ کسی چیز یا حکم کو پیش کرنا یا رفتہ بخشنما ہے۔</p>
128	<p>رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ</p>
	<p>اے ہمارے پروردگار، ہم دونوں کو تو اپنے احکام کیلئے سلامتی دینے والا بنا اور ہمارے نقش قدم پر چلنے والوں میں سے بھی ایک جماعت کو اپنے احکام کے لیے سلامتی دینے والا بنا، اور ہمیں ہمارے طریقہ اعمال سے آگاہ رکھ اور ہماری طرف توحہ فرمائے رکھ۔ بے شک تورحت سے متصف توحہ فرمانے والا مہربان ہے۔</p>
129	<p>رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتَلَوَ عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُرَيِّكِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ</p>
	<p>اے پروردگار، ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث کرتے رہنا جو ان کو تیرے احکامات سنایا کرے اور کتاب اور اس کا مقصد سکھایا کرے اور ان کی ذہنی نشوونما کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔</p>

مباحث:-

اس آیت میں ایک رسول کو مبعوث کرنے کی گزارش کی گئی ہے۔ اس خواہش کو سالتماب پر منوب کیا جاتا ہے جو تین وجوہات کے باعث عبط ہے۔

۱۔ یہاں "رسول" نکرہ حالت میں ہے جبکہ رسالت مآب کے لیے ہمیشہ بلا استثناء "الرسول" حالت معرفہ میں آئے گا۔ الایہ کہ مرکب اضافی کی صورت ہو یا اسم جنس کے طور پر آئے۔

۲۔ اور دوسری وجہ یہ کہ اللہ تو محیب الدعوات ہے، پھر دعا کی قبولیت میں صدیوں کا فاصلہ اس کی قبولیت میں کیوں نکر ہو سکتا ہے۔

۳۔ جس قوم کیلئے دعا کی گئی کہ اس قوم کے درمیان سے ایک رسول آئے، اس قوم کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس لیے کہ وہ تو ایک زمانہ ہوا، مر گئی۔

اس آیت میں ایک لفظ تلاوت آیا ہے اس کا مادہ تل و ہے جس کے معنی میں "پڑھنا، سمجھنا" اور "سمجھ کر اس پر عمل کرنا" تک ہوتے ہیں۔ سورہ الشمس کی آیات میں ارشاد ہے،

وَالشَّمْسِ وَضُحَّاهَا (۱) وَالقَمَرِ إِذَا لَمَّا هَبَّ (۲) گواہ ہے شمس اور اس کی روشنی، اور گواہ ہے قمر جب اس کے پیچے چلے۔

دیکھ لجئے تلاوت کے معنی کسی کے پیچے پیچے چلنے کے بھی ہوتے ہیں۔ بے سمجھے بونجھے قرآن کے پڑھنے کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔

130

وَمَنْ يَرْغَبُ عَنِ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاكَ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ
لِمَنِ الصَّالِحِينَ

اور ابراہیم کے دین سے کون بے رعنی کر سکتا ہے، بجز اس کے جو نہ سایت نادان ہو۔ یقیناً ہم نے اس کو ادنیٰ زندگی کے معاملے میں بھی منتخب کیا ہتا اور مكافاتِ عمل کے معاملے میں بھی وہ صالحین میں سے ہے۔

131

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

جب اس سے اس کے پروردگار نے فرمایا کہ سلامتی والے بن جاؤ۔ تو انہوں نے عرض کی کہ میں ربوبیت عالمین کے لیے سلامتی والائیں گیا۔

مباحث:- أَسْلِيمٌ - کامادہ سل مہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ **أَسْلِيمٌ** فصل امر ہے جس کے معنی ”سلامتی کو قبول کرو، سلامتی پر عمل پسیرا ہو جاؤ“، غیرہ ہوں گے۔

132

وَصَّىٰ بِهَاٰ إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبَ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لِكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ

اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنے پسرو کاروں کو اسی بات کی وصیت کی ائے میسر پسرو کاروں ملکت المیہ نے تمہارے لیے یہی ضابطہ حیات پسند فرمایا ہے، پس مرننا تو مسلم کی موت مرتا۔

مباحث:-

بَنِيهِ -- مادہ -- بنی -- معنی -- بنیاد کھڑی کرنا، تعمیر کرنا (حسی) اور معنوی دونوں معنوں میں)۔ پسرو کار ---- اس مقام پر ابراہیم اور یعقوب دونوں نے بیٹوں سے ایک ہی سوال کیا ہتا۔ کیا دونوں کی اولاد ایک ہی تھی یا یہ کہ یہ اولاد ہے جو ایک ہی نظام اور تعلیم کے تحت تھی۔ کانج کے الگ الگ استاد الگ الگ شاگردوں کو ”او میسے بچو“ کہ کر ہی خطاب کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سب اس استاد کے صلبی اولاد بن جباتے ہیں۔ یہ باسبل سے مستعاری ہوئی کہاں یوں سے ہے۔ جیسا اور عرض کیا اسلام کسی مذہب کا نام نہیں ہے اور مسلم کا تعلق سلامتی سے ہے نہ کہ کسی مذہب سے کہ جس کا نام اسلام رکھ کر ایک مذہب کی شکل دے دی گئی ہے۔ اسلام سلامتی کا ضابطہ حیات ہے جس میں انسان کی ہر سوچ اور اس کا ہر عمل دوسروں کی سلامتی کے لیے ہوتا ہے۔

133

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدًا إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيَّهُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِيٍّ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكُمْ وَإِلَهُكُمْ أَبْرَاهِيمُ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

جس وقت یعقوب کو موت آئی تو کیا تم اس وقت کے گواہ تھے، جب انہوں نے اپنے پسرو کاروں سے پوچھا کہ میسرے بعد تم کس کی فرمانبرداری کرو گے، تو انہوں نے کہا کہ آپ اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے الہ کی فرمانبرداری کریں گے جو یکتا ہے اور ہم اسی کیلئے سلامتی کے دینے والے ہیں۔

134

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

یہ ایک امت تھی جو گزر حسکی۔ ان کیلئے وہ ہتاجو انہوں نے کیا اور تمہارے لیے وہ جو تم نے کیا، اور تم سے ان کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔

ماحصل:-

اس آیت میں مذہب اور اس کی بنیاد یعنی شخصیت پرستی کی جڑکاٹ دی گئی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ سیدنا ابراہیم اور ان کے بعد آنے والے جلیل القدر انبیاء کے متعلق جب یہ کہا جائے کہ وہ ایک امت تھی جو گزر گئی، اس نے جو کیا وہ اس کے اپنے لیے ہتھ، تم کو ان کے اعمال سے کوئی لینادیسا نہیں، تو مطلب یہ کہ تم اپنے متعلق سوچو کہ تم کیا کر رہے ہو! لیکن ہم آج انبیاء ہی کے نام پر لڑائی جھگڑے کرتے ہیں اور قتل و عمارت گری کا بازار گرم کرتے ہیں۔ ہم نے بزرگان دین، اکابرین اور انبیاء کے نام پر کتنے بت بنالیے ہیں۔

135

وَقَالُواْ كُونُواْ هُوَدًا أَوْ نَصَارَىٰ فَهَنَدُواْ فَلْ بَلْ مِلَّةٌ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اور لوگوں نے کہا کہ یہودی ہو جاؤ یا عیسائی بن حباؤ تو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔ اعلان کرو۔ بلکہ دین ابراہیم ہی حنالص یک رنگی ہے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

مباحث:-

مشرک لفظ کا مادہ شر کے ہے، جس کے معنی و مفہوم میں اصل چیز کے ساتھ کسی دوسری چیز کا شامل ہونا پایا جاتا ہے۔ مذہب کی اصطلاح میں اللہ کے ساتھ کسی اور ہستی کے اشتراک کو شرک کہا جاتا ہے حالانکہ حنالق کی ذات کا دراکہ ہماری بصیرت کیلئے مسکن ہی نہیں، اور جو کچھ بھی ہماری سمجھ آئے گا، وہ حقیقت نہیں بلکہ ہمارا تخيیل ہو گا۔

قرآن کی اصطلاح میں شرک تمام تحرالق کے احکام کا شرک ہے۔

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ أَمْرَأً لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ اللّٰهُ كے حکم کے علاوہ کسی کا حکم نہیں۔ اور یہ ہے دین قیم۔

وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا کوئی بھی اس کے حکم میں شریک نہیں۔
یہ ہے شرک۔!

136

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ
وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ تَرَيْهِمْ لَا فُرْقَةٌ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُمْ مُسْلِمُونَ

کہہ دو کہ ہم مملکت الیہ کے تحت اہل امن ہوئے اور ان احکام کے ذریعے جو ہم کو دیئے گئے اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی امت کو دیئے گئے اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوا، اور جو دوسرے منتظرین اعلیٰ کو ان کے پروردگار نظم اسلام ربویت کی طرف سے ملا۔۔۔ ہم ان سرپرست منتظرین کے درمیان کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے لئے سلامتی قائم کرنے والے ہیں۔

مباحث:-

مسلم کی بحث پہلے کر چکے ہیں۔ مسلم اس شخص کا نام ہے جو سلامتی کو اپنا شعار بناتا ہے۔

137

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنُتمُ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوَا ۖ قَلِيلٌ مَنْ تَوَلََّ مِنْ أَنَّا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكُفِّرُهُمُ اللَّهُ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

پس اگر یہ لوگ بھی اسی طرح امن والے بن جائیں جس طرح تم احکامات الیہ کے ساتھ اہل امن بنے ہو، تب توہیت یافتہ ہو گئے اور اگر پلٹے جائیں تو یہ عداؤت میں پڑ گئے۔ پس یقیناً ان کے مقابلے میں تمہیں مملکت الیہ ہی کافی ہے اور وہ عالم کی بنیاد پر سننے والا ہے۔

138

صِبَغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَخْسَنْ مِنَ اللَّهِ صِبَغَةً وَنَحْنُ لَهُمْ عَابِدُونَ

مملکت الیہ کے نظام کا رنگ اختیار کرو اور مملکت الیہ کے نظام کے رنگ سے بہتر نظام کس کا ہو سکتا ہے، اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

مباحث:-

آیت کی ابتداء اور تکمیل ایک مرکب سے ہو رہی ہے جو حالت نصی میں ہے اور اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس مرکب سے پہلے کوئی فعل محدث فہم ہے۔ صِبْعَةُ اللَّهِ کے معنی ”اللَّهُ كَارِنَگ“ کے ہوں گے۔ اس لیے اس مرکب سے پہلے اگر حکم لیا جائے تو جملہ ہو گا ”اللَّهُ كَارِنَگْ بھرلو“ یا اگر اعلان ہو تو جملہ ہو گا ”ہم نے اللَّهُ كَارِنَگْ بھرلیا ہے“ ہم نے یہی ترجمہ کیا ہے اس لیے کہ آگے اعلان بھی اسی کے مطابق ہے جو انسان کی زبان سے کرایا گیا ہے ”اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔“ یہاں صرف ایک بات نوٹ کرنے کی ہے کہ اللَّهُ كَارِنَگْ اختیار کرنے کے بعد کہا گیا کہ ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں، یعنی عابد ہے جو اللَّهُ کے رنگ کو اپنے اندر بھر لے، نہ کہ پرستش کرے، یعنی اللَّهُ کی صفات کو اپنے اندر منکس کرنا ہی عبدیت ہے۔

139

قُلْ أَنْجَحُونَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَكُمْ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ

پوچھو کہ کیا تم مملکت الیہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو، حالانکہ وہی ہمارا اور تمہارا نظامِ ربویت ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم تو حنصل اسی کیلئے ہیں۔

140

أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا أُهْوَادًا أَوْ نَصَارَىٰ قُلْ
اللَّهُمَّ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور یعقوب اور ان کی امت یہودی یا نصاریٰ تھے۔ پوچھو کہ کیا تم زیادہ حبانتے ہو یا مملکت الیہ۔۔۔؟۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو مملکت الیہ کی عطا کردہ گواہی کو جو اس کے پاس موجود ہے، چھپائے اور جو کچھ تم کر رہے ہو، مملکت الیہ اس سے عفاف نہیں ہے۔

141

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا لَكُمْ شَأْوَنَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

یہ ایک امت تھی جو گزر چکی۔ ان کیلئے وہ حتاجوں ہوں نے کیا، اور تمہارے لیے وہ جو تم نے کیا، اور تم کو ذمہ دار نہیں بنایا جائے گا اس کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

مباحث:-

اس آیت سے اندازہ لگا جیسے کہ ہم پہلے کے گزرے ہوئے لوگوں کو وحیہ تنازع بن اکر لڑائیاں کرتے ہیں وہ کس حد تک معقول ہیں؟ قرآن اگراتے جلیل القدر انیاء کے متعلق ہم سے نہیں پوچھے گا کہ وہ کیا کرتے تھے تو سالاف، اکابر یا صحابہ رسول کے متعلق ہم کیوں لڑتے ہیں؟ اس آیت میں مذہب اور اس کی بنیاد یعنی شخصیت پر سقی کی جزا کاٹ دی گئی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ سیدنا ابراہیم اور ان کے بعد آنے والے جلیل القدر انیاء کے متعلق جب یہ کہا جائے کہ وہ ایک امت تھی جو گزر گئی، اس نے جو کیا وہ اس کے اپنے لیے ہتا، تم کو ان کے اعمال سے کوئی لینا دینا نہیں، تو تم اپنے متعلق سوچو کہ تم کیا کر رہے ہو۔

کسبت کامادہ کس ب ہے جس کے معنی ”کمائی کرنے“ کے ہیں۔ انسان کے اعمال کسی نہ کسی اصول کے تحت ہوتے ہیں۔ یہاں اعمال کی بنیاد حکام الٰہی ہیں جن کی بنیاد پر فیصلہ ہو گا کہ کس کے اعمال کا وزن کم یا زیاد ہے۔

سورہ البقرہ کی آیت ۱۳۲ اُنکے اور اُنکے شعور کے احباب گر ہونے اور ایک اصلاحی فنلاجی مملکت کے قیام کے اصول دینے کے بعد بنی اسرائیل کی تاریخ سے ان کی احکام الٰہی سے رو گردانی کی داستان بتائی گئی ہے۔

آیت ۱۳۲ سے ان اصولوں کی یاد دہانی کرائی جبار ہی ہے، قرآن اپنے اس مخاطب سے خطاب کر رہا ہے جسے ایک مرتبہ پھر وہی شعور حاصل ہوا اور اس نے پھر اسی خواہش کا اظہار کیا جس کا اس نے سورۃ مناتھ میں اظہار کیا تھا۔ اس انسان نے اپنے آباء کے مذہب و ضابطہ حیات کو چھوڑ کر ان قوانین قدرت کو اپنایا ہے صراط مستقیم کا نام دیا گیا ہے۔ آئیے اگلی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

142

سَيَقُولُ الْسُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَنْ قِيلَّهُمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ إِنَّ اللَّهَ أَمْشَرِّقُ وَالْمَغْرِبُ
يَهُدِي مَنِ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ

لوگوں میں سے احمق لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے ان لوگوں کو اس ضابطہ حیات سے جس پر یہ تھے، پھیر دیا۔ کہہ دو کہ مشرق اور مغرب سب حنائق قدرت کے لیے ہے وہ صراط مستقیم کی طرف اس شخص کو ہدایت دیتا ہے جو صراط مستقیم پر چلنا چاہتا ہے۔

مباحث:-

مشرق کامادہ شرق ہے جس کے معنی "طلوع ہونا، چکر دکھنے، روشنی، بلندی" وغیرہ ہے۔ کسی قوم پر نئی صبح طلوع ہوتی ہے، اس کو اشراق کہا جاتا ہے۔

اسی طرح مغرب کامادہ غرب جس کے معنی ہیں "ڈوب جانا، چھپ جانا، غائب ہونا، نامانوس ہونا، ناکام ہونا"

اس آیت میں تین باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ قبلہ کیا ہے

۲۔ ہدایت خدا دیتائے یا بندہ ثابت کرتا ہے تب بندہ حاصل کرتا ہے۔

۳۔ صراط مستقیم کیا ہے۔

۱۔ قبلہ

اس سے متعلق وضاحت آیت ۱۰۵ اور ۱۳۵ میں آئے گی۔ یہاں صرف اتنا جان لیجئے کہ قبلہ جسے چھوڑا ہتھ اصلاح زمانہ حباہی کا وہ ضابطہ حیات یا طریق زندگی ہتا جسے رسالت میں نے چھوڑا ہتا۔

۲۔ "من یشاء"

اس کی بحث آیت ۱۰۵ میں گزر چکی ہے، البتہ یاد دہانی کیلئے عرض ہے "من یشاء" کا معنی "جو خدا چاہتا ہے، عناط ہے بلکہ اس کا ترجیح" جو بندہ چاہتا ہے "ہونا چاہئے۔ من کا مرتعن خدا نہیں بلکہ بندہ ہونا چاہئے۔

۳۔ "صراط مستقیم"

اس مفہوم پر ایک بات واضح کر لینا چاہئے کہ اس آیت میں صراط مستقیم کی طرف ہدایت کے بارے میں بات ہو رہی ہے اس لیے آگے جو بھی احکام دیئے جائیں گے وہ یقیناً صراط مستقیم کے متعلق ہی ہوں گے نہ کہ کسی عمارت کے حوالے سے بات شروع کر دی جائے۔ آئیے دیکھتے ہیں صراط مستقیم کیا ہے۔

سورۃ الانعام کی آیات ۱۵۳ سے ۱۵۱ تک صراط مستقیم کا ہی بیان ہے۔ نمازی نماز میں صراط مستقیم کی ہدایت کی آرزو مرتبے دم تک کرتا رہتا ہے، لیکن کبھی توفیق نہیں ہوتی کہ قرآن کھول کر دیکھ لے کہ قرآن نے صراط مستقیم کو کس طرح بیان کیا ہے۔

قُلْ تَعَالَوَا أَتُلُّ مَا حَرَّمَ رَبِّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أُولَادَكُمْ

143

وَكَذِلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا تَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتُ عَلَيْهَا إِلَّا لِتَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ هُمْ مَن يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الدِّينِ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ

اور اسی وہب سے ہم نے تم کو امت معتدل بنادیا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنتیں۔ اور ہم نے اس نظریہ حیات کو جس پر تم تھے، اس لیے رہنے دیا ہے تاکہ معلوم کریں کہ کون رسول کے نقش قدم پر چلتا ہے اور کون اللہ پاؤں پھر جاتا ہے، اور یہ بات بھاری نہ تھی سوائے ان لوگوں پر جن کو قدرت نے ہدایت پر پایا اور قدرت کے قوانین ایسے نہیں کہ تمہاری امن کیلئے جدوجہد کو یونہی کھو دے۔ قدرت کے قوانین تو لوگوں پر بڑے مہربان سب رحمت ہیں۔

اس آیت کا ترجمہ بھی عناط کیا جاتا ہے۔۔۔ اس آیت میں۔۔۔ "ان" اور "الا" کا حصہ ہے۔ "ان" کے معنی ہیں "نہیں" اور "الا" کے معنی ہیں "سوائے"۔ اب آپ خود ترجمہ کر کے دیکھ لیجئے کہ کیا معنی ہوں گے، اور ویسے بھی کسی انقلابی اور اصلاحی نظریہ کو قبول کرنا انکار کرنے والوں کیلئے بھاری نہیں ہوتا وہ تو فوراً ہی ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ مشکل تو ان لوگوں کو ہوتی ہے جو اس کو قبول کرتے ہیں کیونکہ دشمن توسیع ہوتے ہیں، اپنے لوگ بھی جینے نہیں دیتے۔

144

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَمَّا لَيَّنَتِ الْقِبْلَةَ تَرَضَاهَا فَوَلَّ وَجْهَكَ شَطَرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُوا وَجْهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحُقْقُ
مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ

یقیناً ہم تمہاری توجہات کو بلندیوں میں منقلب دیکھ چکے ہیں سو ہم تم کو اسی ضابطہ حیات کی ولایت عطا کر رہے ہیں جس کو تم نے پسند کیا۔ تو تم اپنی توجہات ان احکام کی ولایت پر لگائے رکھو جو تم کو پابند کرتے ہیں، اور تم لوگ جس حیثیت میں بھی ہو اپنی توجہات انہی احکام کی ولایت کی طرف منصوب بندی کے ساتھ لگائے رکھو۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی وہ خوب جانتے ہیں کہ یہی ضابطہ حیات ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔ اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں قدرت ان سے بے خبر نہیں۔

مباحث:-

اس آیت میں چند باتیں غور طلب ہیں:

۱۔ السمااء کیا ہے؟

۲۔ مسجد الحرام کیا ہے؟

۳۔ الحق کیا ہے؟

۸- ولایت کیا ہے؟

السماء کیا ہے؟

لسماء مادہ س موجس کے نیادی معنی "بلندی" کے ہیں۔ اسی سے بلند مرتب ہونا، بلند ہوتا ہونا، اعلیٰ مفتام ہے۔ اسی مفہوم سے ہر وہ چیز جو حقیقی لحاظ سے یارتبے کے لحاظ سے بلند ہو سماء کہلاتی ہے۔

المسجد الحرام کیا ہے؟

المسجد الحرام:- مرکب تو صیفی ہے اور معرفہ بالام ہے۔ دو اسماء کا مرکب ہے، موصوف المسجد اور صفت الحرام ہے۔

مسجد لفظ کامادہ۔ س ج دے ہے جس کے معنی سر نگوں ہونا ہے۔ مسجد اس ظرف ہے، یعنی اس لفظ میں سر نگوں ہونے کا وقت جگ اور مقصد یا نظر یہ کے معنی ہونے چاہئے۔ مثال کے طور پر منزل کے مفہوم میں جگ اور مقصد، دونوں ملتے ہیں، جیسے کسی شخص نے اپنی منزل قرآن کی تعلیم بنائی ہو تو وہ کہے گا "میری منزل قرآنی تعلیم کا بھرپور حصول ہے" ... لیکن کسی کی منزل حکومت کا حصول بھی ہو سکتا ہے۔ جگ کے لحاظ سے کسی کی "منزل" کوئی شہر پریبستی ہو سکتی ہے۔

قرآن کے حوالے سے ہم قرآنی لوگوں کی "منزل" قرآن کے احکام کے ذریعے ایسا معاشرہ ہے جس میں ہر شخص قرآنی ادارے کے آگے سرٹگوں ہو۔ قرآنی لوگوں کی "مسجد" قرآن ہے۔ قرآن میں دو طرح کے احکام ملتے ہیں۔

— ایک وہ احکام ہیں جو ہمیں پابند کرتے ہیں کہ یہ کام نہیں کرنے۔ ان کو مسجد حرام کہا گیا ہے۔ ان کو "بھی کہا جاسکتا ہے۔" don'ts

۲۔ دوسرے وہ احکام ہیں جو ہمارے اختیار کے مطابق آزادی دیتے ہیں۔ ان کو "dos" کہا جا سکتا ہے۔ مختص رأیہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن ہم کو ان احکام کے ذریعے جو ہمارے اعمال کو مادر پدر آزاد ہونے سے روکتے ہیں، مسجد حرام کہتا ہے اور باقی جو بھی ہم اعمال کرتے ہیں، اپنے اختیار سے کرنے میں آزاد ہیں۔ سورۃ

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ
بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنْ اتَّبَعُتَ أَهْوَاءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمَنَ الظَّالِمِينَ

اور اگر تم ان ایل کتاب کے پاس تمام آیات بھی لے آؤ، تو بھی یہ تمہارے ضابطہ حیات کی پسروی نہیں کریں گے، اور تم بھی ان کے طریقے زندگی کی پسروی کرنے والے نہیں ہو۔ اور ان میں سے بھی بعض بعض کے ضابطہ حیات کی پسروی کرنے والے نہیں، اور اس کے باوجود کہ تمہارے پاس احکام الہی (وجہ الہی) آچکے ہیں، ان کی خواہشوں کی پسروی کرو گے تو یقیناً تم فی الفور ظالمون میں سے ہو جاؤ گے۔

مباحث:-

اس آیت کے بعد کسی شکر کی گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن جس قبلے کی بات کر رہا ہے وہ کوئی اینٹ پتھر کا قبلہ نہیں ہے بلکہ یہ احکام الہی یعنی وحی الہی کا قبلہ ہے۔

غور کیجئے اس آیت میں کیا کہا جبار ہے۔۔۔۔۔؟ اس آیت میں تین باتیں کہی گئی ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے تو یہ کہا گیا کہ۔۔۔۔۔ اگر تم ان اہل کتاب کے پاس تمام آیات بھی لے آؤ، تو بھی یہ تمہارے قبلے کی پسروی نہیں کریں گے۔ یعنی آپ جو بھی کر لیں یہ آپ کے قبلے کی "پسروی" نہیں کریں گے۔

ذرالفاظ پر غور کیجئے۔۔۔۔۔ معلوم ہو جائیگا کہ قبلہ کیا ہے۔۔۔۔۔ دیکھئے۔۔۔۔۔ "قبلہ کوئی ایسی چیز ہے جس کی پسروی کی جاتی ہے۔" پسروی یا اتباع صرف اور صرف کسی حکم کی ہو سکتی ہے، کسی اینٹ پتھر کی عمارت کی نہیں ہوتی۔

۲۔ رسول بھی ان کے قبلے کی پسروی کرنے والے نہیں۔ اگر تو یہ حکم ہیکل سلیمانی کے حوالے سے ہتا۔۔۔۔۔ تو اس کی طرف من کر کے نماز پڑھنے کا دعویٰ ویسے ہی عناط ہو گیا، اور اتباع کا ترجیح "من کر کے نماز پڑھنا" کرنا ہو گا، جو عناط ہے۔ دوسرا اگر بفرض محل اتباع کا ترجیح "کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا" کر بھی لیا جائے تو آیت کا مفہوم عناط ہو جائے گا، اس لیے کہ رسول اور اصحابِ رسول توبیت المقدس کی طرف من کر کے نماز پڑھ پکے تھے۔۔۔۔۔ پھر یہ کہنا اکہ **وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ** تم بھی ان کے قبلے کی پسروی کرنے والے نہیں، کوئی معنی نہیں رکھتے ہیں۔

۳۔ ان کا آپس میں بھی اختلاف ہتا، اور ہر ایک کا قبلہ الگ الگ ہتا اور ہر ایک اپنے قبلے کی اتباع کرانے پر تلا ہوا ہتا۔

جس کا مطلب ہوا کہ ایک یادو قبلوں کی بات نہیں ہو رہی تھی۔ وہاں تو بہت سارے قبلے موجود تھے۔۔۔۔۔ یہ کون سے قبلے تھے۔۔۔۔۔؟ یہ سب قبلے ان کے خود اپنی خواہشات کے قبلے تھے جیسے کہ آج مسلمانوں میں ہر فرقے کا قبلہ الگ ہے۔

اسی لیے کہا گیا۔۔۔۔۔ اور اگر تم باوجود اس کے کہ تمہارے پاس اعلم (وحی الہی) آپسکی ہے، ان کی خواہشوں کی پسروی کرو گے تو ظالمون میں سے جاؤ گے" یاد رکھئے

"ہمارا قبلہ صرف اور صرف قرآن ہے" اور "کفار کا قبلہ ان کی خواہشات یعنی غیر قرآنی تعلیمات"

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی تھی وہ ان احکام کو اسی طرح پہچانتے ہیں، جس طرح اپنی امت کے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، مگر ان میں سے ایک فریق علم ہونے کے باوجود الحق ”وَحْيُ الْهِيْ“ کو چھپا رہا ہے۔

147

الْحُقْقُ مِنْ شَرِيكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَريْنَ

وَحْيُ الْهِيْ تھمارے پروردگار کی طرف سے ہے تو تم ہر گز شکر کرنے والوں میں نہ ہونا۔

148

وَلِكُلٍ وِجْهَةٌ هُوَ مُولِيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَا إِنَّ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اور ہم ایک کے لیے ایک وجبہ باعث توحہ ہے جس کی وہ ولایت کرتے ہیں، پس تم وحی الہی کے مطابق اعمال خیر میں آگے سے آگے بڑھتے رہو، تم جہاں بھی ہو گے قدرت تم سب کو لے آئے گی، بے شک قدرت ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ اللہ نے ہر ایک کیلئے الگ طریقہ مذہب مقرر کیا ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ ہر شخص نے کوئی نہ کوئی مقصد بنارکھا ہے جس کے پیچھے وہ لگا ہوا ہے۔ مسلم کا مقصد نیکی اور خیر کے اعمال ہونے پا ہے میں جس میں اسے سبقت لیتی ہے اور انسان جہاں بھی ہو، اس کے اعمال وحی الہی کے مطابق ہونے پا ہے۔

149

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وِجْهَكَ شَطَرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّ اللَّهَ لِلْحُقْقِ مِنْ شَرِيكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

اور تم جس حیثیت سے بھی نکلو، اپنی توجہات کو سمجھداری کے ساتھ ان احکام الہی کی ولایت پر جو پابند کرتے ہیں، لگائے رکھو۔ بے شک احکام الہی تھمارے پروردگار کی طرف سے الحق ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو، قدرت اس سے بے خبر نہیں ہے۔

مباحث:-

مسجد حرام۔ وہ احکام جو کسی قانون یا معاہدہ کے تحت پابند کریں۔

شطر -- مادہ شطر -- معنی -- "تیزی، چلاکی، سمجھدار، منظم" (قاموس الوحید صفحہ ۸۲۳)

150

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُوا وَجْهَكُمْ
شَطْرَهُ لَئِلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْهُمْ فَلَا تَخْشُوْهُمْ وَأَخْشُوْنِي وَلَا تَمَّ
نُعْمَّقِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ هَتَّدُونَ

اور تم جس حیثیت سے بھی نکلو، اپنی توجہات کو ان احکام الہی کی ولایت پر ہی لگائے رکھو جو تم کو پابند کرتے ہیں۔ اور جس حیثیت میں بھی تم ہو اپنی توجہات کو اس کی ولایت پر ہی لگائے رکھو تو اسکے لئے ان میں سے جو ظالم ہیں، تم پر کسی طرح کا اعتراض نہ کر سکیں۔ اس لیے ان کے احکام سے مت ڈرو بلکہ میرے احکام کی خلاف ورزی کے اخبار سے ڈرتے رہو، تاکہ تم کو اپنی تمام نعمتیں عطا کروں اور تم ہدایت پر چلو۔

151

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيهِكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعَلِّمُكُمْ مَالَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

بوبے اسی کے، ہم نے تمہارے درمیان تھی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم کو ہماری آیات کے تابع رہتے ہوئے عمل کر کے دکھاتا ہے اور تمہیں ہر حنار از قرآن تعلیم سے پاکیزگی عطا کرتا ہے یعنی مملکت الہی کے احکامات کی تعلیم اور اس کا مقصد سکھاتا ہے، اور ان باتوں کی بھی تعلیم دیتا ہے، جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

مباحث:-

تلاوت مادہ تل و معنی ”پچھے آنا، ساتھ ساتھ رہنا، نقش قدم پر چلتا، تابع ہونا، پیروی کرنا“۔ اس کے معنی میں ”پڑھنا، سمجھنا اور سمجھ کر اس پر عمل کرنا“ نبک ہوتے ہیں۔ سورہ الشمس کی آیات میں ارشاد ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا ۝ گواہ ہے شمس اور اس کی روشنی اور گواہ ہے قمر جب اس کے پچھے پلے۔

دیکھ لیجئے تلاوت کے معنی کسی کے پچھے پچھے پلنے کے بھی ہوتے ہیں۔ بے سمجھ بوجھے قرآن کے پڑھنے کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔

152

فَإِذْ كُرُونِي أَذْكُرْ كُمْ وَأَشْكُرْ وَالِيٰ وَلَا تَكْفُرُونِ

سو تم میرے احکام کی یاد دہانی کراؤ، میں تمہیں نتائج، مکافاتِ عمل کے وقت یاد رکھوں گا اور میرے احکام کا حق ادا کرو اور ان کو مت چھپاؤ۔

ہم نے اللہ کا شکر زبانی کلائی بنا لیا ہے۔ درحقیقت کسی بھی شے کا صحیح استعمال ہی اصلًاً اس کے دینے والے کا شکر ہوتا ہے، مثلاً کسی دوست نے رومال دیا، اور جب وہ اگلی دفعے آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے رومال سے میز صاف کی حبار ہی ہے۔ یہ اس کے تحفے کی کتنی بڑی ناشکری ہے۔ اس کے بر عکس اگر رومال سلیقے سے کوٹ کی زینت بنے تو یہ اس رومال کا صحیح مصرف ہو گا اور ناشکری تصور نہیں ہو گی۔ اسی طرح اللہ کی نعمتوں کا صحیح استعمال اللہ کی شکر گزاری ہے اور انہی نعمتوں کا عنطاط استعمال ناشکری ہے۔

153

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِنُو بِالصَّابِرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

اے امن کے دعوے دارو! استقامت اور وحی الہی کے نظام سے مدد حاصل کرو،
بے شک قوانین قدرت استقامت والوں کے ساتھ ہے۔

154

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْياءٌ وَلِكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

اور جو لوگ احکام الہی کی راہ میں لڑائی کیے جائیں، ان کو ناکام مت کہو۔ وہ ناکام نہیں ہیں بلکہ زندگی دینے والے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو۔

لفظ: قتل مادہ۔ "قتل" معنی۔ "لڑائی کرنا، جھگڑا کرنا، حتیٰ کہ حبان سے مار دینا،" بھی شامل ہے۔

لفظ: موت مادہ۔ "موت" معنی۔ "نماڈی لحاظ سے جسمانی موت، مقصد کے لحاظ سے ناکامی،" قوم بھی مردہ ہو جاتی ہے۔

155

وَلَتَبْلُونَكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشَرٌ
الصَّابِرِينَ

اور ہم ان باتوں سے جن میں خوف اور بھوک اور مال و حبان اور نتائج کے نقصان ہوں تم کو نمودِ ذات کے موقع عطا کریں گے، تو استقامت والوں کو خوشخبری سنادو۔

156

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِحُونَ

یہ لوگ ہیں کہ ان پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم احکام الہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

مباحث:-

"احکام الہی کیلئے ہونے" سے کیا مراد ہے۔ بنیادی طور پر کوئی بھی حکم ہو، اس کی عنایت اس پر عمل ہوتا ہے۔ اس لیے ہم احکام الہی کیلئے ہیں (للہ) کہنے کا مقصد اس وقت تک مکمل نہیں جب تک ان کو نافذ نہ کیا جائے۔ جب ایک دفعہ حکم نافذ ہو جاتا ہے تو ہر معاملے میں اسی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

157

أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی پشت پناہی اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتے ہیں۔

ما حصل:

آیات ۱۵۶ اور ۱۵۷ میں لوگوں کی صفات بیان کر رہی ہیں جو استقامت اختیار کرتے ہیں۔ قرآن کا اعلان ہے کہ قدرت لوگوں کو نمودذات کے موقع، خوف اور بھوک اور مال اور حبان اور رزق (تمام تر ضروریات زندگی) کی کمی سے فراہم کرتی ہے، تو استقامت سے کھڑے رہنے والوں کو خوش خبری ہے، یہ استقامت والے وہ لوگ ہیں جو مصیبتوں کے وقت بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے آپ کو قوانین قدرت کے حوالے کر دیا ہے اور ہم ہر معاملے میں احکام الٰہی کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی صلوٰۃ یعنی قدرت کے قوانین رحمت کے حقدار ہوتے ہیں اور ایسے ہی لوگ تو بدلیت یافتے ہیں۔

158

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَوَّفَ بِهِمَا[ؐ]
وَمَنْ تَطَوَّعَ خَبِيرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاءَ كَرِّ عَلِيهِ[ؐ]

بے شک صفا اور مرودہ الٰہی شعائر میں سے ہیں لہذا جو شخص مملکت خداداد کی حجت قائم کرے پاس کے لیے تعمیری کام کرے تو اس پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ ان دونوں الٰہی شعائر کے ساتھ مملکت خداداد کی حفاظت کریں اور جو کوئی وحی الٰہی کی اطاعت کرتا ہے تو قدرت بر بناء علم قدر شناس سے ہے۔

اس آیت میں چند الفاظ قابل غور ہیں جیسا کہ صفائ، مروءة، حج، البت-

صفاء: ماده "صف و" - معنی: "حناص هونا، تصفیه کرنا، برگزینیده کرنا"۔

مرروہ: مادہ "م رء" یا "م ری" یا "ر وء" یا "روی" ہو سکتے ہیں۔ معنی: اگر مفعل کے وزن پر رکھا جبائے تو معنی ہو گے ایسی تعلیم یا نظریہ جس میں مہر بانی، بہتات اور خوشحالی ہو، لیکن اگر مصدر لیا جبائے تو معنی میں مردّت اور خوشگواری کا پہلو نہ پاپ ہو گا۔

صفاء اور مرود و نوں معرفت بالام ہیں اس لیے الی احکامات کی تعالیٰ و نفاذ سے منسوب ہیں۔ صفائے اور

مروہ کا شاعر اللہ سے ہونا کیا مفہوم رکھتا ہے؟ اس کے لیے سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شاعر کسے کہتے ہیں۔

شاعر کسی کے رجحانات کو کہتے ہیں۔ بدکردار انسان کے لیے کہا جاتا ہے "اس کے شعائر کوئی اچھے نہیں ہیں" ... یعنی شاعر کسی کے رجحانات اور نظریات کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسی مادہ سے نظم کے اشعار کو بھی کہا جاتا ہے۔ کسی کے بال اور شعور بھی اسی مادہ سے بنے ہیں۔

اللہ کے شعائر (من شعائر اللہ) سے مراد وہ طریقہ کار ہے جس سے وحی الہی کے مفاصد کو ترویج دی جاسکے، جس کے ذریعے ہمیں اللہ کے احکام کا شعور حاصل ہو، جس کے ذریعے اللہ کی آیات میں حکم اور اس کا مقصد معلوم ہو سکے۔ اللہ کے طریقہ کار یعنی مملکت خداداد کے طریقہ کار میں صفائی تصفیہ خلوص اور برگزیدگی کا پہلو نہایاں ہونا ہچا ہے۔ دوسرے اللہ کا شعائر سے مروہ یعنی مملکت خداداد کے شعائر میں مروت رحمت اور خوشحالی کا پہلو نہایاں ہو گا۔

حج: مادہ "حج ج" "معنی: "کسی کی محنت قائم کرنا، بحث و مباحثہ میں دلیل کے ذریعے غالباً

آنا، کسی کے پاس آنا، حج الجرح زخم کی گھرائی ناپنا۔

اعتمنر مادہ "عمر" میں: "بنا، زندگی گزارنا"۔ اعتمنر باب افتعال سے ہے، میں ایک انتہام سے کسی کو آباد کرنے۔

اس آیت کا مفہوم ہے کہ جو بھی اللہ کے احکام کے ذریعے ایک اصلاحی معاشرے کے قیام کیلئے کھڑا ہوتا ہے خواجنگ کی کیفیت ہو یا من کی، تو اس پر کوئی روک نہیں ہے کہ احکام کے نفاذ میں حضور، محبت، مروت اور زرمی سے کام نہ لے۔

بیت: ماده "بے ی ت" معنی: "جہاں رات گزاری جائے، گھر، ادارہ مشلاً بیتِ المال، بیت

159

إِنَّ الَّذِينَ يَكُنُّ مُؤْمِنَةً مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُنَّ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ
يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّا عُنُونَ

جو لوگ ہمارے احکام اور ہدایات کو جو ہم نے نازل کی ہیں، چھپاتے ہیں باوجود یہ کہ ہم نے لوگوں کے لیے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کو مملکت خداداد اپنی نوازشات سے محروم رکھتی ہے اور وہ حکام بھی جو اس فرض منصبی پر مامور ہوں ان کو مملکت خداداد کی نوازشات سے محروم کر دیتے ہیں۔

مباحث:-

آپ اگر اس آیت پر سرسری انداز سے بھی نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ تمام ما قبل آیات احکام الٰہی کے گرد گھوم رہی ہیں، نہ کہ کسی اینٹ بقدر کی عمارت کے متعلق بات کی حباری ہے۔

لعنۃ: مادہ "ل ع ن" معنی: نوازشات اور انعام سے دور کر دینا۔

غسمی تراجم میں ایک بہم مفہوم دے کر اس کے حقیقی معنوں سے محروم کر دیا گیا ہے اور ایک بد دعا یہ کلمہ پر اکتفاء کر کے اس کے عملی پہلو کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

160

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَئِكَ أَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَابُ الرَّحِيمُ

البتہ جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کر لیتے ہیں اور احکام الٰہی کو بیان کرتے ہیں تو میں ان کی طرف رجوع کرتا ہوں اور میں رحمت کے ساتھ بڑا معاف کرنے والا ہوں۔

161

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَا ثُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمُلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

یقیناً جن لوگوں نے انکار کی رو شش اختیار کیے رکھی اور اسی حالت میں ناکام ہوئے تو ایسے لوگ مملکت خداداد اور احکام کے نافذ کرنے والے افراد اور سب انسانوں کے حنلوص، محبت اور مردست اور مہربانیوں سے محروم ہوتے ہیں۔

162

خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَحْفَظُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ

وہ ہمیشہ اسی لعنت میں رہیں گے۔ ان سے نہ توعذاب ہی ہلاکیا حبائے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

مباحث:-

"وہ ہمیشہ اسی لعنت میں رہیں گے" سے یہ مراد نہیں کہ اب آئندہ ہمیشہ ان مراعات سے محروم رہیں گے بلکہ جب تک وہ اپنی روشن نہیں بدلتے ان کو مراعات سے محروم رکھا جائیگا۔ یاد رکھیے یہ کسی دوسری دنیا کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ یہ اسی دنیا کی بات ہے۔

163

وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهٌ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

اور تمہارا الہ، الہ واحد ہے۔ اس انتہائی اور ہمیشہ رحم کرنے کے والے کے سوا کوئی الہ نہیں۔

مباحث:-

الہ واحد سے کیا مراد ہے؟ ہم کیسے گواہی دیں کہ ہمارا الہ ایک ہے؟ ہمارے پاس وہ کون سا الہ ہے جس کے ذریعے اس دعوے کی صداقت کی گواہی دی جب سکتی ہے؟ ہم کیسے کہ سکتے ہیں کہ دوسروں کے کئی الہ نہیں ہیں۔ پھر الہ واحد سے کیا مراد ہے؟ قرآن کا بیان ہے "وَلَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا

فَسُبْحَانَ اللَّهِ وَبِالْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ "

اب غور کیجیے کہ فادافی الارض کا باعث کون بتاتے ہے اور فادافی الارض کیسے پیدا ہوتا ہے؟ فادافی الارض کا باعث انسانی استھصال ہوتا ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے اصول اور قوانین فادافی کا باعث ہوتے ہیں اور ہر انسان کا اصول اور قانون اس کے فائدے کیلئے ہوتا ہے جبکہ الہی احکام بلا تفسیریق رنگ و نسل و مذہب رہن سہن بول حپال وغیرہ، سب کیلئے یکاں ہوتے ہیں اور یہی الہ واحد کا مفہوم ہے، یعنی احکام الہی ہر ایک کے لیے یکاں ہیں۔ سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ أَقَاتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا (آیت نمبر ۴۳) (کیا تم نے غور کیا اس شخص کی حالت پر جس نے اپنی خواہشات کو الہ بنایا؟ کیا تم ایسے شخص کے لیے پشت پناہ ہو سکتے ہو؟

اس آیت میں کفار نے اپنی خواہشات کو الہ بنالیا ہے، سوچئے اگر کفار اپنی خواہشات یعنی عنط خیالات کو الہ بنارے ہے ہیں تو ہمارا الہ کیا ہو گا؟ یقیناً ہمارا الہ وحی الہی ہونا چاہئے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کائنات میں ایک الہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ کائنات میں بہت سارے الہ موجود ہیں۔ قرآن کا تو یہ موضوع ہے ہی نہیں۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخِلَافِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ هُنَّا
يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاوَاتِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
دَائِبٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

یقیناً آسمانوں اور زمین (بلندیوں اور پستیوں، عروج وزوال، صاحب اقتدار اور عوام) کے اخلاقیات میں اور رات اور دن (اندر سیرے اور احبابے، ظلم اور خوشحالی کے اختلاف میں اور انسانوں کی کشتی کے چلنے میں ان کے فنڈے کے ساتھ اور جو قدرت نے نازل کیا پانی (احکاماتِ مملکت) آسمان (رفعت و بلندی) سے پس کہ اس سے زندہ کیا عوام کو اس کی (اخلاقی) موت کے بعد اور زمین (ملک) میں ہر قسم کے لوگوں کے پھیلانے میں اور ہاؤں (حکومتوں، راحتوں اور خوشحالی کے) چلانے میں اور ان بوجھوں کے ہٹانے میں جو آسمان (صاحب اقتدار افراد) اور زمین (پی ہوئی عوام) کے درمیان زبردستی پڑے ہوں، ان سب میں عقلمندوں کیلئے دلائل ہیں۔

قرآن میں ”آسمان“ سے مراد ”بلند اقدار و مفاتیمات“ اور ”ارض“ سے مراد ”پست اقدار و مفاتیمات“ ہیں، اور ”لیل“ سے مراد ”ظلم“ اور ”نہار“ سے مراد خوشحالی ہے۔ کشتی انسانوں کی آبادی کیلئے بھی استعمال ہوا ہے جیسے کہا جاتا ہے... ”لوگوں کی نیاڑو بھی ہے“ اور ”ایک ہی کشتی کے سوار“ ... وغیرہ۔ ”آسمان سے پانی“ سے مراد وہی الہی بھی ہے۔
یاد رکھیے۔۔۔ قرآن پی ہوئی انسانیت کو جبر و استبداد کے پنجوں سے آزادی دلانے کے پیمانے دیتا ہے نہ کہ دیو مالائی داستانیں۔ ایک بہت ہی اہم بات یاد رکھیے کہ جس آیت کے بعد ایسے الفاظ نظر آئیں جیسے **لقوم** **يعقلون** تو واپس آیت پر ضرور غور کریں کہ اس آیت میں ایسی کون سی بات ہے جس کیلئے غور کرنے کو کہا جا رہا ہے؟ چند جگہوں پر اس طرح کا اختتام بھی ملے گا جیسے **علکم** **تعقلون** **ياعلکم** تذکرہ کیا جائے اور **لعلکم** **تتقون** وغیرہ، تو ہمیں دیکھنا ہو گا کہ کس لیے اس طرح کا حکم دیا جا رہا ہے!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنَدَادًا أَيْجُبُوهُمْ كَجُبِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُ حُبَّالَلَّهِ وَلَوْ
يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ

اور لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو غیر الٰہی احکام کو الٰہی احکام کے ساتھ شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جبکہ محبت احکام الٰہی سے کرنی چاہئے، لیکن جو ایساں والے ہیں وہ تو احکام الٰہی سے ہی سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں اور اے کاش فالم لوگ اس عذاب کو دیکھ سکیں جو واقع ہو گا، اور جان لیں کہ اصل طاقت کا سرجش تواحکام الٰہی کیلئے ہی ہے اور یہ کہ احکام الٰہی میں عذاب کی شدت ہے۔

166

إِذْتَبَرَ اللَّهُ يَنِ أَتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ أَتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقْطَعَتْ بِهِمُ الْآَسِبَابُ

جس دن پیشواؤ پنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور عذاب الٰہی دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

167

**وَقَالَ الَّذِينَ أَتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأُ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّوْا مِنَنَا كَذُلُوكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ
حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَافِرٍ حِينَ مِنَ النَّارِ**

اور (ان کی) پیروی کرنے والے کہیں گے کہ اے کاش ہمارے لیے ایک مرتب پھر موقع ہو، تاکہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں، اسی طرح ہم بھی ان سے بیزار ہوں، اس طرح قدرت ان کے اعمال انہیں حرمت بناتر دکھاتا ہے اور وہ آگ سے نکلنے والے نہیں ہوں گے۔

168

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُّوا مِنِ الْأَمْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا أَخْطُواتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

اے لوگو! جو کچھ عوام کے معاملے میں حباز اور موزوں ہے، وہ اختیار کرو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، وہ تمہارا اکھلااد شمن ہے۔

مباحث:-

یہاں ایک بات ذہن نشین کر لیجئے تاکہ لفظ **کلو** سے متعلق بہت سے شکوک و شہادت خود بخود حتم ہو جائیں۔ **کلو** کامادہ "اک ل" ہے جس کے معنی "کھانا اور حاصل کرنا" ہوتے ہیں۔ اکل علیہ الدھر طویل العمر ہونا، اکل مالہ مال ہڑپ کرنا، اکل لحم غیبت کرنا۔ اکل بین القوم ایک دوسرے کے خلاف لگائی بجھائی کرنا۔ کھانے کا عمل دو طرح کا ہوتا ہے۔
ا۔ ایک ہے 'روٹی کا کھانا'
اور

۲۔ دوسرے ہے 'کسی کا حق مار کر حاصل کی ہوئی دولت کا کھانا'۔ قرآن کا موضوع حقوق انسانی ہے اس لیے اس میں روٹی کھانے کی اشیاء اور ان کا استعمال موضوع نہیں ہے بلکہ روٹی کے حصول میں دوسرے کے حقوق کو پامال نہ کرنا موضوع ہے۔ **کلو** کے معنی "کھاؤ" کیا جاتا ہے جو یقیناً عناط نہیں ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہاں کھانے پینے سے متعلق بات ہو رہی ہے یا کہ کھانے پینے میں دوسرے کے حقوق کی پامالی نہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس آیت میں دو احکامات ہیں۔

پہلا حکم ہے "از میں میں جو حلال اور طیب ہے وہ کھاؤ" اور دوسرا حکم ہے "شیطان کے نقش قدم پر مت حپلو" اب ذرا غور کیجئے کہ اگر کوئی شخص شیطان کے نقش قدم پر حپل رہا ہے تو وہ کیا کر رہا ہے۔۔۔۔۔ وہ شخص یقیناً حکم الٰہی کے برخلاف شیطانی احکام کی پسروی کر رہا ہے، یعنی "حلال اور طیب" کے بجائے "حرام اور خبیث" کھائے گا۔ اس لیے کہ حکم الٰہی ہے، "حلال اور طیب کھاؤ" تو لا محالہ شیطان کا حکم اس کے برخلاف "حرام اور خبیث" ہو گا۔ لیکن کیا اگلی آیت یہی کہہ رہی ہے؟ آئیے دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔

مباحث:-

السوء اعتدال سے ہٹ جانا۔

الفحش خارج از وحی احکام فحش کیلئے سورۃ الاعراف کی آیات ۱۳۷ کا مطابع فرمائیے۔ آیت نمبر ۱۶۸ میں کہا گیا کہ "لوگو جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چپلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے" لیکن عجیب بات ہے کہ شیطان جو حکم دے رہا ہے وہ کھانے پینے کے متعلق نہیں ہے بلکہ برائی اور بے حیائی کے متعلق ہے۔

اس لیے یاد رکھیے کہ "کلو" کے معنی نہ صرف کھانے کے ہیں بلکہ حاصل کرنے اور اختیار کرنے کے بھی ہیں ورنہ اگر اس آیت میں کھانے کا ذکر ہوتا تو شیطان حلال اور طیب کی بجائے حرام اور خبیث کا حکم دیتا۔ قرآن آپ کو کھانے پینے کے آداب یا اشیاء کے متعلق تعلیم دینے نہیں آیا ہے بلکہ قرآن آپ کو ان اشیاء کے حصول میں لوگوں کی حق تلقی سے روکنے کیلئے آیا ہے۔ شیطان کسی حرام اور حلال کھانوں کی بات نہیں کر رہا بلکہ وہ تو غیر متوازن روایوں اور غیر از وحی احکام کی ترویج کی بات کرتا ہے۔ یقیناً اگلی تمام آیات بھی اسی سے متعلق ہونی چاہئیں۔

170

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَتَيْعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا إِنَّا نَتَّبِعُ مَا أَفْيَىٰ عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو قدرت الہی نے عطا کیا ہے، اس کی پسیروی کرو۔۔۔ تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پسیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے اسلاف (آباء) کو پایا۔۔۔ خواہ ان کے اسلاف (آباء) نہ تو عقل والے تھے اور نہ ہی ہدایت یافت۔

مباحث:-

دیکھ لیجئے لوگوں سے کیا کہا حبارہ ہے؟۔۔۔ جو قدرت الہی نے نازل فرمایا ہے اس کی پسیروی کرو۔

اور جواب میں وہ یہ نہیں کہا رہے کہ ہم تو وہی کھائیں گے جو ہمارے آباء و اجداد نے کھایا، بلکہ کفار یہ کہ رہے ہیں کہ..... ہم تو اسی کی پسیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ غور کیجئے حکم بھی "پسیروی" کا دیا حبارہ ہے اور کفار بھی پسیروی ہی کی بات کر رہے ہیں۔

171	<p>وَمَثُلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثُلِ الَّذِي يَتَعَظُّ بِهَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صَمٌّ بُكُمْ عُمُّي فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ</p>
	<p>اور انکار کرنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی ایسی ہستی کو بے ہنسگم آواز دے جو صرف دعا اور ندا کے سوا کچھ نہیں سنتا۔ ایسے لوگ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔</p>
172	<p>يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّكُمْ أَكُلُّوْمِنْ طَبِيبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَإِنْكُمْ إِلَّا تَعْبُدُونَ</p>
	<p>اے اہل امن! اگر تم احکام الہی کے ہی فرمانبردار ہو تو جو موزوں احکام ہم نے تم کو عطا فرمائے ہیں ان کو اختیار کرو اور اس کی نعمتوں (احکام) کا صحیح استعمال کرو۔</p>
	<p>مباحث:- جیسے پہلے عرض کیا کہ قرآن کسی کھانے کی اشیاء کے حوالے سے پاکی یا ناپاکی کی بات نہیں کر رہا ہے بلکہ اس کے حصول میں کسی کا حق غصب کرنے اور نہ کرنے کی بات کر رہا ہے۔ رزق کے بنیادی معنی روزی، خوراک، راشن وغیرہ ہیں لیکن رزق میں ہر وہ چیز جو کسی کی ضرورت ہو، شامل ہوتی ہے۔ قاموس الوحد، صفحہ نمبر ۲۱۹ پر۔ الرزق کے معنی درج ہیں ۱۔ روزی، رزق۔ ۲۔ روزینہ راشن۔ ۳۔ خیر و بھلائی۔ ۴۔ ماکولات اور ملبوات میں سے ہر قابل انتفاع چیز۔ ۵۔ جوف (پیٹ) میں ہر قابل تعذیب چیز۔ ۶۔ بارش۔ ۷۔ عطیہ، بخش۔ ۸۔ تنخواہ، مشاہرہ، وظیفہ، جیسے پہلے بھی عرض کیا ہے شکر کے معنی کسی چیز کے صحیح استعمال کو کہتے ہیں اور اکل کے معنی ”حصصل کرنا، اختیار کرنا“ اور ”عذرا کھانا“ ہیں۔</p>
173	<p>إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلَلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ</p>

اس نے تم پر المیتہ اور الدم اور لحم الخنزیر اور ہر وہ اعلان جو غیر اللہ کے لیے کیا
جائے، حرام کر دیا ہے۔ البتہ جو اضطراری کیفیت میں ہو تو اس کے لیے
کوئی روکے نہیں بشرطیکہ احکام الہی کی نافرمانی نہ کرے اور حدود فراموشی نہ کرے۔
بے شک احکام حفاظت فراہم کرنے والے بارحمت ہیں۔

اس آیت میں تمام الفاظ معرفہ ہیں یعنی **المیته**، **الدم**، **الخنزیر** جس کا مطلب ہے یہ عام مردار خون اور عام خنزیر کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ تفصیل کیلئے "کتابچہ حرام و حلال" کے تحت دیکھئے۔ یہاں مختصر آتنا حبّان لیجئے کہ۔

المیته مردار حبّانور نہیں بلکہ وہ قوم یا لوگ جو مردوں کی زندگی گزارتے ہیں، جن کو قرآن نے سورۃ الانعام میں **أَوْمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ ثُوِّرًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثْلُهُ فِي الظُّلْمَاتِ لِيُسْ**

بُخَارِ حِجَاجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ رُتِّينَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۲۲)

الدم کے بنیادی معنی خون ہوتے ہیں قرآن چونکہ ایک اصلاحی معاشرہ کی تشکیل کی بات کر رہا ہے اس لیے جب کسی کی محنت کا شر اڑالیسا ہاتا ہے تو محسوسات کسی کا "خون چوسنا، خون خرابا کرنا" وغیرہ بولا جاتا ہے۔

لحم الخنزیر مرکب ہے لحم اور خنزیر کا۔ لحم مادہ "ال حم" بنیادی معنی۔ کپڑے کے تانے بانے کا جوڑ، اسی سے جوڑنا، ٹائکنا، ٹھیک کرنا، پختہ کرنا۔ چونکہ گوشت میں بھی ریشے تانے بانے کی طرح ایک دوسرے میں گتھے ہوتے ہیں اس لیے گوشت کو **لحم** کہتے ہیں۔

خنزیر ایک حبّانور کا نام ہے۔ قرآن نے کچھ انسانوں کو اس حبّانور سے تشبیہ دی ہے۔ آئیے اس کی وہ دیکھتے ہیں۔ سورۃ المسدہ میں ارشاد ہے

فُلْ هَلْ أَتَيْتُكُمْ بِشَرِّ مِنْ ذَلِكَ مَتُّوبَةً عِنَّ اللَّهِ مَنْ لَعْنَهُ اللَّهُ وَعَصَبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقَرَدَةَ

وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أَوْ لَعَنَ شَرِّ مَكَانًا وَأَخْلَلَ عَنْ سَوَاء السَّبِيلِ (۶۰)

(انتہائی شری شخص جس کو قوانین قدرت اپنی نعمتوں سے محروم کر دیں اور جس پر غضب بھی نازل ہو، ایسے لوگوں کو قدرت نے بندرا اور خنزیر بسادیا ہو، یعنی یہ شیطان کے چیلے بسادیئے گئے ہوں، ایسے لوگ اپنی جگہ پر انتہائی شری اور صراط مستقیم سے دور جا پکے ہوتے ہیں۔)

بنیادی طور پر خنزیر ہر قوم میں برائی کی علامت کے طور پر حبّانور ہاتا ہے اور اس کی وہ اس کے نام کے استعمال میں موجود ہوتی ہے۔ اس مفتام پر کیونکہ قرآن انسانوں کی محنت کے شرہ کے حوالے سے بات کر رہا ہے اس لیے خنزیر کی خود عنصر ضمی اور نفس پرستی کی خصلت زیادہ موزوں مفہوم پیش کرے گی۔ اسی لیے ایسی معيشت جو خود عنصر ضمی پر مبنی ہو "economy based on pig philosophy" کہلاتی ہے۔

لحم الخنزیر کے معنی ہیں ایسے خنزیر صفت لوگوں سے تعلقات بنائے رکھنا۔ آئیے حرام اور حلال، اک حتماً آئی کاش مردی میں، پیش کر ترہ، سورۃ نس، میں ارشاد، تعالیٰ تعالیٰ

174	<p style="text-align: center;"> إِنَّ الَّذِينَ يَكُفُّوْنَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ شَمَّاً قَلِيلًاٌ أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا الشَّاءَ وَلَا يَكِلُّوْهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهُمْ وَهُنَّ عَذَابَ الْآیَمُ </p>
	<p>وہ لوگ جو قانونی قدرت کو جو اس نے نازل کیے ہیں، چھپاتے ہیں اور ان کے بد لے تھوڑی سی قیمت وصول کرتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں مخف آگ بھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی قدرت کے نظام میں مکافات عمل کے وقت نہ تو سنوائی ہو گی اور نہ ہی ان کو ان کی غلطیوں سے بری قرار دے گا، بلکہ ان کیلئے تکلیف دہ سزا ہوگی۔</p>
175	<p style="text-align: center;"> أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوُ الْفَلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمُغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرُهُمْ عَلَى التَّارِ </p>
	<p>یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اور بخشش چھوڑ کر عذاب خریدا۔ پس ان کی گمراہی کی آگ پر کیسی استقامت ہے۔</p>
176	<p style="text-align: center;"> ذُلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحُقْقَىٰ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ </p>
	<p>یہ اس لیے کہ قدرت نے ایک حناص کتاب حقوق کی نازل کی۔ اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا وہ انتہائی سرکشی میں پڑ گئے ہیں۔</p>

مباحث:-

آپ نے دیکھا ہو گا کہ بہت سارے مفتامات پر **الكتاب** کی تعریف الحق آئی ہے جس کا ترجمہ
”سچی کتاب“ کیا جاتا ہے۔ یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے کہ حنائق کائنات کو بار بار اپنی کتاب کے
متعلق لوگوں کو باور کرنا پڑتا ہے کہ یہ کتاب سچی ہے.....!۔ اگر حنائق کائنات کو اپنی کتاب کے لیے اتنی
بار کہنا پڑے کہ یہ سچی ہے تو عام کتاب کا کیا حال ہو گا.....؟۔ جب کوئی شخص اپنی خود تعریف میں
اتنا عزلہ اختیار کرتا ہے تو معاملہ مشکوک ہو جاتا ہے..... آخر کیا وجہ ہے کہ حنائق اپنی
کتاب کو اس کے مضمون کے ذریعے نہیں ثابت کر پا رہا کہ یہ سچی ہے.....؟۔ آج تک کسی حساب یا
سانس کی کتاب لکھنے والے نے یہ نہیں کہا کہ فلاں حساب یا سانس کی کتاب حق ہے یا
پسچی ہے۔

کتاب تو خود ثابت کرتی ہے کہ اس کے مضامین سچ ہیں یا جھوٹ پر مبنی ہیں۔ لکھنے والا ایسی بات تو
اس وقت کرے گا جب اس نے کچھ گڑ بڑی ہو گی، جو حنائق کائنات کی شان نہیں ہے۔ اصل بات یہ
ہے کہ ایسے مفتامات پر ترجمہ ہی عناط کیا گیا ہے۔ **الكتاب** ایک حناص کتاب بمعنی وحی الٰہی، احکام الٰہی،
قوانين قدرت اور بالحق حق کی۔ وحی الٰہی، احکام الٰہی، قوانین قدرت اصول اور پیمانے دیتے ہیں جو انسانیت
کو اس کے حقوق دلاتے ہیں اور انسان کو دوسرا انسان پر ظلم و زیادتی سے روکتے ہیں۔

177

لَيْسَ إِنْ تُولُوا وَجْهَكُمْ قِبَلَ الْمُشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ إِنَّمَا مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَالْمَلَائِكَةَ وَالْكِتَابِ وَالثَّيِّبِينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذُوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمُسَاكِينَ وَابْنَ
السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبُلْسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

یہ اطاعت ہرگز نہیں ہے کہ تم اپنی توجہ سات کو مشرق یا مغرب کی ولایت پر لگائے رکھو۔۔۔۔۔ اطاعت گزار تو وہ ہے جو۔۔۔۔۔ مملکت الہی کے ساتھ پر امن رہے یعنی مکافات عمل کے وقت اور نافذین احکامات کے ساتھ بھی، اور قوانین الہی کے ذریعہ مملکت کے منتظمین سربراہان کے ساتھ پر امن رہے۔۔۔۔۔ اور مال کی محبت کے باوجود قربات داروں کو، بے سہارا لوگوں کو، جن کے ذرائع آمدن رکھا جائیں، مملکت الہی کی راہ میں لگے لوگوں کو، اور جو سائلین (مسئولین، ذمہ دار افراد) مشکل میں پھنسے لوگوں کو دے۔۔۔۔۔ اور احکامات الہی کے تحت خوشحال نظام قائم کرے۔۔۔۔۔ اور جب بھی عہد کرے تو اس کو پورا کرے۔۔۔۔۔ اور سختی و تکلیف میں اور معاشی کمزوری کے وقت، اور کارزار کے وقت ثابت قدم رہے۔۔۔۔۔ یہی سچ کر دکھانے والے لوگ ہیں اور یہی لوگ تو مقیٰ یعنی احکامات الہی کے ساتھ ہم آہنگ رہنے والے لوگ ہیں۔

مباحث:-

آیت نمبر ۱۳۲ سے احکام الہی کی ولایت کی بات ہو رہی ہے اور وہ احکام الہی جن کو ہر وقت سامنے رکھنا ہے، قبلہ کہا گیا ہے اور اس آیت میں اختتم اس بات پر کیا گیا کہ ولایت صرف ان احکام کی ہو گئی جو نہ تو مشرق کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں اور نہ ہی معنرب کی طرف، بلکہ ان سے البر یعنی کشادگی حاصل ہوتی ہے۔

آیت کا اختتم **وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ** پر ہو رہا ہے، اس لیے خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ متقد کی کیا کیا خصوصیات ہوتی ہیں، اور جہاں جہاں **لِعْلَكُمْ تَتَّقُونَ** آیا ہے تو اس مفہوم پر یاد رکھیے کہ جو بھی حکم دیا جا رہا ہے اس کا مقصد انسان کی ذات میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ ذیل میں دی گئی آیات کا مقصد متقد بننا **(لِعْلَكُمْ تَتَّقُونَ)** ہے ان کو غور سے دیکھ لیجئے۔

البقرہ۔۔۔۔۔ یا آیہٗ التاس اعْبُدُوا رَبّکُمُ الَّذِي خَلَقَکُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ (۲۱)
وَإِذَا أَخْذُنَا مِيقَاتَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوَقَکُمُ الطُّورَ خُدُوا مَا آتَيْنَا کُمْ بِقُوَّةٍ وَإِذْ كُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ (۶۳)

فَقُلْنَا اصْرِبُوْهُ بِمَعْصِیَہٗ كَذَلِکَ يُحِبِّی اللَّهُ الْمُؤْمِنُوْهُ وَبِرِیْکُمْ آیَاتِهِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (۷۳)
یا آیہٗ الَّذِینَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیامُ كَمَا كُتِبَ عَلیِ الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ (۱۸۳)

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاۃٌ يَا أُولَئِكَ الْأَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ (۱۷۹)
الانعام۔۔۔۔۔ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیماً فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُو السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهِ ذَلِکُمْ وَضَّا اکُمْ بِهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ (۱۵۳)
الاعراف۔۔۔۔۔ إِذَا نَتَّقَنَا الجَبَلَ فَوَقَہُمْ كَانَهُ طَلَّةً وَظَلَّوْا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُدُوا مَا آتَيْنَا کُمْ بِقُوَّةٍ وَإِذْ كُرُوا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ (۱۷۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصاصُ فِي الْقَتْلَى اخْرُجُوا حَسِيرِ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى
فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخْيَهُ شَيْءٌ فَإِنَّمَا عِلْمُ الْمَغْرُوفِ وَأَدَاءُ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَمَنْ اعْتَدَ إِلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ایمن قائم کرنے والو تم کو قتل کے معاملے میں تقاضیش اور پیروی کا حکم دیا جاتا ہے۔۔۔ ایک آزاد (قتل کرنے تو اس) کا بدلہ آزاد، اور محکوم کا بدلہ محکوم اور عورت کا بدلہ عورت۔ البته جو اپنے بھائی کی طرف سے معاف کیا گیا تو پسندیدہ طریق سے پیروی اور معاملات کی ادائیگی خوش اسلوبی کے ساتھ کرنا چاہئے۔ یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے آسانی اور مہربانی ہے۔ جو اس کے بعد بھی زیادتی کرے تو اس کے لیے تکلیف دہ سزا ہے۔

مباحث:-

اس آیت کا مفہوم ایک انسان کے قتل کے حوالے سے لیا جاتا ہے، اور مفہوم کچھ یوں لیا جاتا ہے کہ ”اگر کوئی آزاد انسان کسی کا قتل کرے تو اس کا بدلہ بھی وہی آزاد شخص ہو گا نہ کہ اس کی جگہ سزا کے لیے کسی مجبور کو پیش کر دیا جائے، اور اگر کوئی حکوم شخص کسی کا قتل کرے تو وہی اس کا بدلہ ہو گا۔ اسی طرح کوئی عورت اگر قتل کرے تو وہی عورت اس کا بدلہ ہو گی۔

حالانکہ ایسا ضرور ہوا ہے کہ بڑے صاحب نے گاڑی مار کر کسی کو ہلاک کر دیا اور ڈرائیور کو اپنی جگہ پیش کر کے خود کو بری کر لیا۔ اسی طرح جائم کر کے بااثر افراد اپنے آپ کو بچ لیتے ہیں... اور یہ کہ اس آیت میں اسی عناطروش کو روکا گیا ہے۔

لیکن کیا آیت کا مفہوم یہ ہے؟..... دیکھئے.....

۱۔۔۔ اسلام میں عنلام اور آزاد انسان کی تفسیر نہیں ہے۔ ہر انسان کو بنیادی حقوق برابری کی بنیاد پر دیئے جاتے ہیں۔

۲۔۔۔ اس آیت میں تین الفاظ آئے ہیں -- **الحر، العبد، اللاتئي**۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ یہ سب الفاظ معروف بالام کیوں ہیں؟ اگر تو یہ غسمی بات تمام لوگوں کے لیے ہے تو ان الفاظ کو نکرہ ہونا چاہئے۔ یہ کون سے حناص **الحر، العبد** اور **اللاتئي** کی بات ہو رہی ہے؟۔۔۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ تینوں الفاظ مندرجہ بالاترجمہ کی بنیاد پر عجیب ساجملہ پیش کر رہے ہیں، مثلاً اگر **الحر** کا متصف **العبد** لیا جائے تو دونوں الفاظ جنس کے لحاظ سے مذکور ہیں، ان الفاظ کے مونث **الحرۃ** اور **العبدۃ** ہوں گے، **اللاتئي** کا الفاظ کسی صورت بھی ان دونوں الفاظ کا جنس کے لحاظ سے متصف نہیں آ سکتا۔۔۔ اس لیے کہ **اللاتئي** آزاد بھی ہو سکتی ہے اور لوندی بھی۔ اس لیے اس کی سزا میں مردوں کی طرح فرق کیوں نہیں ملحوظ ہناطر رکھا گیا؟۔ اور اگر **الحر** کا متصف **العبد** لیا جائے تو **اللاتئي** کا متصف **الذکر** کیوں نہیں آیا ہے؟۔

179

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اور اے اہل علم و انش! معاملات کی پیروی میں حیات آفرینی ہے تاک تم متقدی بنو۔

180

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمُؤْمِنُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ
بِالْمَعْرُوفِ حَقًا عَلَى الْمُتَّقِينَ

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ نے والا ہو تو والدین اور قریب والوں کیلئے معروف طریقے و ستور کے مطابق وصیت کرے۔ احکام الہی کا عمل رکھنے والوں کیلئے یہ ایک لازم حقیقت ہے۔

مباحث:-

ہمارے فقهاء نے وصیت کو منسون خ قرار دیا ہے حالانکہ قرآن کے مطابق وصیت فرض کی گئی ہے اور جدید علماء بھی فقهاء کی اس علیٰ کوتاہی اور شخص کو حبان لینے کے باوجود لکھیر کے فقیر اور اندھی تقليد میں لگے ہوئے ہیں۔ حبان لیجئے کہ وصیت آپ کے اپنے حالات کے مطابق آپ پر فرض ہے۔ اگر وصیت کرنے والے سے عناطی بھی ہو جائے تو عدالت کو اس بات کا حق ہے کہ وہ حکم کے ذریعے اس وصیت میں تبدلی کر سکتی ہے اور اگر عدالت سے عناطی ہو تو اس کی بھی پکڑ ہو سکتی ہے۔ وضاحت آگے ملاحظہ فرمائیے۔

181

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلَيْهِ

جو وصیت کو سننے کے بعد بدلتے تو اس کا گناہ انہی (ملکت خداداد کا عدالتی نظام) پر ہے جو اس کو بدلتیں، اور بے شک مملکت خداداد کی عدالت علیٰ کی بنیاد پر سنتی ہے۔

مباحث:-

وصیت کا سنا اور بدلتا نا عدالت کا اختیار ہوتا ہے۔ وصیت میں کسی انسان کا عمل دھنل نہیں ہوتا، ورنہ تو ہر شخص ہر ایک کی وصیت کو بدلتا رہے گا۔ یہ سب عدالتی کارروائی کی بنیاد پر ہو گا۔ اسی لیے آیت کے اختتام پر واضح کردیا گیا کہ **إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلَيْهِ** اللہ یعنی مملکت خداداد کا عدالتی نظام علیٰ کی بنیاد پر سنتا ہے۔

182

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُؤْصِّنَقًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَّا حِيمٌ

اگر کسی عدالت کو وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری یا حق تلوی کا اندیشہ ہو تو اگر وہ ان کے درمیان صلح کرائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک مملکت خداداد کی عدالت رحمت کے ساتھ حفاظت فراہم کرنے والی ہے۔

مباحث:-

من کا مرجع کوئی فرد نہیں ہوتا بلکہ مملکت خداداد کا عدالتی نظام ہوتا ہے۔
دیکھ لیجئے کہ وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی کی طرفداری یا حق تلفی کا خطرہ ہو تو وصیت کرنے والے اور ان لوگوں کے درمیان جن کیلئے وصیت کی گئی ہے، صلح بھی کرائی جاتی ہے، اور یقیناً یہ افسرادی فعل نہیں ہو گا بلکہ حکومتی احکام کے تحت عدالتی کارروائی پر منی ہو گا۔
اتسے واضح احکام کے بعد بھی لوگ وصیت کو منسوخ قرار دیں تو ان کی عقل پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔

سورہ البقرۃ کی آیات ۱۸۳ سے ۱۸۸ تک دین اسلام اور مملکتِ اسلامی کے ایک سخون کی بات ہو رہی ہے جس کو اصطلاحاً **الصوم** سے تعبیر کیا گیا ہے، جو کہ مملکت سے لے کر عوام تک، ہر انسان کے کردار کالازمی جزو ہو گا۔

الصوم مملکت خداداد کے منشور کا ایک ضابطہ۔۔۔ عوام کے دستور حیات کا ایک امتیاز۔۔۔ اور ہر شخص کے کردار کا ایک امتیازی پہلو ہو گا، یعنی....
۔۔۔ مملکت کا منشور صرف احکام الہی پر منی ہو گا، یعنی ہر برائی سے پاک ہو گا۔
۔۔۔ عوام کیلئے تو نین اور عدالتی نظام احکام الہی کے تابع بنائے جائیں گے، یعنی ہر نا انصافی سے پاک ہو گا۔
۔۔۔ مملکت خداداد کا ہر شخص قرآن کا چلتا پھر تانموہ ہو گا، یعنی ہر برائی سے پاک ہو گا۔

183

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقَوْنَ

مومنو! تم پر الصیام یعنی برائی سے رکنا اور بحلائی کے کام کرنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا ہتھ تاکہ تم احکام الہی سے ہم آہنگ ہو جاؤ۔

مباحث:-

اس آیت میں ایک اور حکم فرضیت کے درجے میں وارد ہو رہا ہے۔

الصوم مادہ ص و م معنی: رکنا، تحمنا، صام الفرس گھوڑا چارہ کھانے سے رک گیا، یا گھوڑا چلنے سے رک گیا، صام الماء پانی رک گیا، صام الریح ہوا چلنے سے رک گئی، صام عن الطعام کھانے سے رک ہبنا۔ کسی بھی قول یا فعل سے رکنا (قاموس الوحد صفحہ نمبر ۹۳۵)۔
قرآن نے صوم کو برائی سے رکنے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

صام، یصوم، صوم، وصیاماً = صوم اور صیاماً دونوں مصادر میں اور ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ صوم کی جمع اصوات ہے جیسے قوم کی جمع اقوام ہے۔

قرآن کی اصطلاح میں ہر برائی سے بچنا الصوم ہے۔

اس آیت میں الصوم کا مقصود بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے تاکہ تم متقین بنو۔
متقی کون ہوتا ہے؟ آپ نے آیت نمبر ۷۷ میں ملاحظہ فرمایا۔ مسلمانوں کے مرد و حب روزہ نے نہ تو پہلے کبھی کسی کو متقی بنا لیا ہے اور نہ ہی بنا سکتا ہے۔ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ روزوں کے مہینے میں روزہ دار بھوک پیاس سے انتہائی بد مزاج اور چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ تمام اشیائے خورد و نوش نہ صرف مہنگی ہو جاتی ہیں بلکہ بازار سے غائب ہو جاتی ہیں۔ افطاری کا وقت جیسے جیسے قریب آتا جاتا ہے، روزہ دار کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ دفتروں سے کام کرنے والے غائب رہتے ہیں۔ اس بھوک پیاس کے روزے سے متقی نہیں بنا سکتا۔

یاد رکھیے صوم کے ذریعے انسان متقی بنتا ہے جس کی کیفیات سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۷۷ کے مطابق حسب ذیل ہوتی ہیں۔

۱۔ دوسروں کو امن مہیا کرتا ہے۔

۲۔ اپنے مال کو دوسروں کیلئے کھلا رکھتا ہے۔

۳۔ ایک عدل اجتماعی کے قیام کی کوشش کرتا ہے۔

۴۔ اصلاحی نظام قائم کرتا ہے۔

۵۔ انسانیت کے لئے خوشی کا باعث بنتا ہے۔

۶۔ جب بھی وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔

۷۔ ہر مشکل وقت میں ثابت قدم رہتا ہے۔

أَيَّمَا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّهُ مِنْ أَيَّامٍ أُخْرَى وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَغَاهُ مِسْكِينٌ فَمَنْ تَطَّعَ خَيْرٌ إِنَّهُ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا أَخْيَرُ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اصلاح معاشرہ کی تربیت کے ایام ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسراے دورانیے میں تربیت حاصل کرے اور جو لوگ اس تربیت کے اہل ہیں وہ مسکین کی ضروریات زندگی حاصل کرنے کی رکاوٹوں کو دور کریں اور جو کوئی احکام الہی کی اطاعت کرے تو اس کے لیے ہی بہتر ہے، اور اگر تم کو عسلم ہو کہ تمہارا تربیت کرنا خود تمہارے حق میں ہی بہتر ہے۔

مباحث:-

ایام معدودات: یہ مرکب نسبی حالت میں ہے جس کا مطلب ہے کہ ایام سے پہلے کوئی فصل موجود ہے۔ اس آیت میں ایام معدودات کا مرکب آیا ہے جس کے معنی گنتی کے چند دن کیے جاتے ہیں۔ اول تو اس کو چند دن سمجھ کر روزوں پر چپاں نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ چند دن کا مطلب ہو گا دو چار دن، نہ کہ پورا مہینہ۔ دوسری بات یہ کہ قرآن کی اصطلاح ہے جس کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا آئیے قرآن میں وہ تمام مفتامات جو ایام کے حوالے سے آئے ہیں، دیکھتے ہیں۔

ایام اللہ : ۲۵:۱۳:۵

ایام معدودہ : ۲:۸۰

ایام معدودات : ۳:۲۲، ۲:۲۰۳، ۲:۱۸۳

ان ایام کے علاوہ بھی ایام الخالیہ، ایام معلومات اور ایام نحسات کا ذکر ہے۔ ان ایام کے متعلق مناسب موقع پر بات کی جائیگی، اور ہو سکتا ہے ہمارے پڑھنے والے قرآن کے اتنے مزاج شناس اور مزان آشنا ہو جائیں کہ اتنی وضاحت کی ضرورت ہی نہ رہے۔

عجیب بات ہے کہ بھوکے پیاس کا روزہ رکھنے والوں کو یہ تک نہیں معلوم کہ ابن عباس ان ایام سے مراد ہر ماہ کے تین دن لیتے تھے، لیکن بعد کے آنے والوں نے ان کی جگہ ایک ماہ کے روزے فرض کر دیئے۔ خدا ہی جبانے والے کیوں کبھی کوئی حکم نازل کرتا ہے اور کبھی کوئی ۔۔۔۔۔؟

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلْمَاتِ إِلَى الْفُلُوْرِ وَذَكَرْهُمْ بِأَيَامِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ

لَا يَاتٍ لِكُلِّ صَبَابٍ شَكُور سورۃ البر ایم آیت نمبر ۵

اس آیت میں موسیٰ کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات کے ساتھ اس لیے بھیجا تھا کہ وہ اپنی قوم کو جبرا و استبداد کے بچوں سے آزاد کرائے اور ان کو اللہ کے ایام یعنی اس دور کی یادوں اپنی کرائے جس میں آزادی و خوشحالی اور ترقی و کشاد ہوتی ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو ثابت قدم رہنے والے ہوتے ہیں اور نعمت کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔

لیکن یہی ایام اللہ اگر ایک طرف مومنین کی آزادی کا باعث ہیں تو دوسری طرف استھنالی طبقے کے لیے مصیبت کا باعث ہوتے ہیں یعنی ایک ہی دور میں صالح لوگوں کو جزا ملتی ہے اور استھنالی طبقے کو سزا۔

قرآن کی تاریخ گواہ ہے کہ جب سیدنا موسیٰ کا میا ب ہوئے تو آل موسیٰ کو آزادی ملی، جوان کے لیے ایام اللہ تھے لیکن آل فرعون کو ناکامی کا میا ب دیکھنا ایڈ اور ان کے لیے ایام المعدودات اور النحسات تھے، جس کیلئے نام

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلْكَافِرِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَسْتُحْسِمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخْرَىٰ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكُمُلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاهُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

خون خابے کی کیفیت وہ ہے جس کے متعلق قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کا رہنمائے اور جس میں احکام کی وضاحتیں اور حج و عناط کو فرق کرنے کی تیزی ہے۔ پس جو کوئی بھی اس خون خابے کی کیفیت کا مشاہدہ کرے تو چاہئے کہ وہ اس کیفیت کو روکے۔ البتہ جو کسی کی (جمانی یا عسلی) میں بتلا ہو یا سفر (زمیں یا عسلی) پر ہو تو کسی دوسرے دورانیہ میں استعداد حاصل کرے۔ مملکت خداداد تمہارے ذریعے آسانی چاہتی ہے اور تمہارے ذریعے سختی نہیں چاہتی اور یہ کہ تم استعداد کی تکمیل کرو اور یہ کہ تم مملکت خداداد کی کبڑیاں ان بنیادوں پر قائم کرو جن کی تم کوہ دیتے دی گئی ہے اور یہ کہ تم اس کی نعمتوں کا حجج استعمال کرو۔

مباحث:-

اس آیت میں چند الفاظ قابل غور ہیں: ۱۔ شہر ، ۲۔ شہد ، ۳۔ رمضان ، ۴۔ مریض ، ۵۔ سفر ،

۶۔ عدہ۔

۱۔ شہر مادہ شہر... اس مادہ سے بننے والے الفاظ میں دو معنی ملتے ہیں۔ ۱۔ شہرت، تشهیر، مشہور... اور دوسرے معنی تلوار کامیابی سے بکالنا، جس سے جنگ اور خون ریزی کے معنی لیے جاتے ہیں۔

۲۔ رمضان مادہ رمضان اس مادہ سے بننے والے الفاظ میں بھی دو معنی ملتے ہیں۔ ۱۔ انتہائی سخت گرمی ۲۔ تلوار کی دھار کو تیز کرنا۔

۳۔ مریض ۴۔ سفر کے الفاظ آیت نمبر ۱۸۳ میں زیر بحث آپکے ہیں۔

۵۔ عدہ مادہ عدہ معنی کے لحاظ سے۔ ۱۔ گنتی، ۲۔ استعداد حاصل کرنا، تیاری کرنا۔

مزید وضاحت:-

آئیے دیکھتے ہیں کہ قرآن نے کن معناہم میں شہر سے بننے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۹۲ میں ارشاد ہے۔

الشَّهْرُ الْحُرَامُ بِالشَّهْرِ الْحُرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قَصَاصٌ اس کا غسموی ترجمہ ہے ”حرام مہینے کا بدلہ حرام مہینے سے اور حرمتیں بدلہ ہیں“ کیا آپ اس ترجمے سے کچھ مفہوم اخذ کر کے۔۔۔؟ حرام مہینے تو چلے چاہ بنا لیے لیکن ان کا بدلہ حرام مہینوں سے کیا مفہوم رکھتا ہے؟ کیا کوئی مہینہ کسی مہینے کا بدل ہو سکتا ہے؟ دوسری بات۔ اس جگہ شہر واحد آیا ہے یعنی صرف ایک مہینے کی بات ہو رہی ہے نہ کہ مہینوں کی۔ اب آپ خود سوچئے کہ وہ کون سی چیز ہو سکتی ہے جس کا بدلہ اسی انداز یا اسی طرح لیا جا سکتا ہے؟ بدلہ تو صرف کسی کے عمل کا ہی ہو سکتا ہے۔ اگر کسی نے اچھا عمل کیا ہے تو اس کا بدلہ دیے ہی اچھے عمل کے ساتھ دیا جا سکتا ہے اور اگر کسی نے برا عمل کیا ہے تو اس کا بدلہ دیسی ہی نوعیت کے عمل سے دیا جا سکتا ہے۔ اسی آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

فَمَنْ اعْتَدَ إِلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَ إِلَيْكُمْ وَأَنْقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (پس جس نے تم پر سرکشی کی تو تم بھی بدلہ اسی کی مثال لو، اور اللہ کا تقوا اختریار کیے رہو اور حبان لو کہ قوانین قدرت متقیوں کے ساتھ ہیں۔)

بات بالکل واضح ہو گئی کہ جس انداز سے تم پر سرکشی کی گئی تھی تم بھی اسی انداز سے اس کا بدلہ لے سکتے ہو، یعنی

وَإِذَا سَأَلَكُ عِبَادِي عَيْنِي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلَيْسُتَّ حِبْرًا إِلَيْهِ مُنْوَابٍ
لَكُلِّهِمْ يَرْشُدُونَ

اور جب جب تم سے میرے بندے میری مملکت کے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دینا کہ یقیناً میں قریب ہوں۔ میں ہر دعوت دینے والے کی دعوت کو شرف قبولیت بخشتا ہوں، اس لیے ان کو چاہئے کہ میرے احکام پر عمل پیرا ہوں اور میرے احکام کے ذریعے امن قائم کرنے والے بنیں تاکہ سچھ بوجھ سے کام لیں۔

مباحث:-

وَإِذَا سَأَلْتَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدّاعِ إِذَا دَعَانِ (جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہدینا کہ میں قریب ہوں) یہ غسمی ترجمہ ہے۔

کیا کسی اللہ کے بندے کو اللہ کے معاملے میں کوئی شک ہے؟ ہر وہ شخص جو حنفی پر یقین رکتا ہے، وہ اللہ پر شک میں کیسے مبتلا ہو سکتا ہے؟..... ہرگز نہیں... تو پھر یہ کس کے متعلق کہا جبار ہے؟

کیا یہ ان کے متعلق کہا جبار ہے جو ایک اللہ کے انکاری ہیں؟..... جی نہیں..... اس لیے کہ ان کا یہ مسئلہ ہی نہیں ہیں۔ وہ یہ سوال ہی کیوں کریں گے.....!

تیسری لیکن سب سے اہم بات کہ بھوکاپی اساروزہدار یہ سوال کیوں کرے گا؟ کیا آج تک کسی روزہدار نے کسی سے یہ سوال کیا ہے؟ یا کسی نے کسی روزہدار سے سوال کیا ہے؟۔۔۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اللہ کو غیر مری وجود میں محدود کر کے ایک ایسی ہستی بنادالا ہے جو آسمانوں میں تو ہو لیکن ہمارے درمیان سے غائب ہو گئی ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ قرآن "اللہ" سے کیا مفہوم لیتا ہے۔؟ قرآن میں متعدد ممتازات پر اللہ سے مراد احکام الہی یا اس کے ذریعے مملکت خداداد اور اس کا عدالتی نظام مراد ہے۔ مثلاً....

۱۔ وَأَقْرِبُوا إِلَهَكُمْ قَرْضًا حَسَنًا (اور اللہ کو قرض حسن دو)۔

اب آپ اللہ کو قرض حسن دینے نکلتے ہیں اور جب خدا سے ملاقات نہیں ہوتی تو کسی ضرورت مند کو یا کسی خدمت خلق کے ادارے کو وہ قرض حسن دے کر آبھاتے ہیں..... اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ آپ کو تو حکم ہتا کہ اللہ کو قرض حسن دیں لیکن آپ نے اللہ کی بجائے کسی حاجمت دشمن شخص یا ادارے کو دے دیا اور کبھی پلٹ کر بھی نہیں سوچا کہ اس حاجمت بندے کو یا ادارے کو خدا بنا دیا ہے.... اور مذہب کے لحاظ سے بہت بڑا شر کر کردار ہے؟۔۔۔ لیکن... پریشان نہ ہوئے..... یقیناً آپ نے کوئی عناط کام نہیں کیا بلکہ یہی مقصود ہتا۔

اصلًا اس جگہ خدا سے مراد مملکت خداداد ہے یعنی جب جب مملکت خداداد کو ضرورت ہو گی، اس مملکت کے صاحب ثروت افراد مملکت کی مالی امداد کریں گے اور اگر (جیسا کہ آج ہمارا حال ہے) کہ مملکت کا صرف نام تو ہے لیکن اس کے ذمہ جو فرائض ہوتے ہیں وہ کہیں نظر نہیں آرہے، تو ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معاشرے کے حاجمت افراد کی ضروریات کا خیال رکھ۔
آئیے ایک اور مفتام دیکھتے ہیں۔

وَمَا مِنْ ذَبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ يَرْبُزُهُ (زمین میں ہر ذی حیات کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر ہے)

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے کروڑوں لوگ بھوک و افلان سے مر رہے ہیں..... یہ کیسی ذمہ

أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفُثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ هُنَّ عِلْمَ اللَّهِ أَنَّكُمْ
 كُنْتُمْ تَخْتَالُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ
 لَكُمْ وَلَكُلُوا وَاشْرُبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْحَيْطُ الْأَيْضُنْ مِنَ الْحَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُّوا
 الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا
 كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

تم لوگوں نے اپنے لیے تربیت کے تاریک دور میں کمزور لوگوں کے ساتھ بدزبانی کو
 جائز قرار دے لیا ہے۔ وہ لوگ تمہارے لیے اور تم ان کے لیے عزّت ہو۔
 حالانکہ اللہ کو عالم ہتا کہ تم اپنے لوگوں سے خیانت کرتے تھے مگر اس نے تم
 پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے در گزر فرمایا۔ تو اب تم ان کو خوشخبری دو
 اور وہی تلاش کرو جو اللہ کے احکام کے مطابق تمہارے لیے لکھ رکھا ہے اور احکام
 الہی کا عالم حاصل کرو اور اس کو اپنے اندر جذب کرو اور اس کا نفاذ کرو یہاں
 تک کہ الحجہ (قرآن) کی آیات پیش کریں (سفید دھاری) کا لے غیر قرآنی روایتی
 احکامات (سیاہ دھاری) کو میریز کر دے۔ پھر اس برائی ہے رکنے کی روشن
 کو تمام خرافات زدہ علاقوں تک لے جاؤ اور جب تم احکام الہی کے متعلق غور و
 خوض کر رہے ہو تو لوگوں کو قبل از وقت خوش خبری نہ دو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں، ان
 کے قریب بھی نہ جاننا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ
 متینی (پرہیزگار) بنیں۔

مباحث:-

مباحث کو ہم اس آیت کے مختلف اجزاء کے تحت زیر بحث لائیں گے۔
جزواں---

سب سے پہلے **أَحِلٌّ لِكُمْ لِيَلَّةَ الصِّيَامِ الرِّفْثُ إِلَى النِّسَاءِ كُمْ** کے تحت رفت اور نساء پر غور کرتے ہیں۔

رفث مادہ رفت معنی: بد گوئی اور بد کلامی کرنا۔

النساء - مادہ - نسوان - معنی - کمزوری، بھول بجکے کی بیماری

رفث

آیت کے اس حصے میں جس بات کی احجازت دی گئی ہے، وہ ہے **رفث** یعنی بد گوئی اور بد کلامی۔ ظاہر ہے اس طرح کا کلام حنالق کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ بد کلامی اور بد گوئی کا مظاہرہ اس معاشرے میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے جہاں حقوق کی پامالی عام ہوتی ہے۔ اثر و رسوخ والے لوگ کمزور افراد کو کمیں بنتا لئے ہیں، اور ان کے لیے ایسی زبان جس میں گالیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، استعمال کرتے ہیں، بلکہ یہ کمزور افراد اس حد تک گر جاتے ہیں کہ باشرا فراد کے سامنے خود کو جانور سے بھی بدتر سمجھنے لگتے ہیں۔

معاشرے سے اس برائی کو دور کرنے کی بجائے مذہبی پیشوائے اس کارخ عورتوں کی طرف پھیردیا اور **رفث** کے معنی بد کلامی کے بجائے رات کو جنسی تعلق اور النساء کو یوں بنا کر تمام تر اصلاحی عمل کو میاں بیوی کے معمول کے تعلقات کی طرف پھیردیا۔

یاد رکھیے اللہ کے احکام کبھی بدلا نہیں کرتے، اور نہ ہی کسی عمل کا نتیجہ بدلا کرتا ہے۔ جو کل برائی تھی وہ آج بھی برائی ہے اور کل بھی برائی رہے گی۔ یہ ہونہیں سکتا کہ کل کی برائی آج اچھائی کہلاتے۔ اگر کسی زمانے میں رفت برائی تھی تو آج بھی برائی ہے اور کل بھی برائی رہے گی۔ اس لیے یہ ہونہیں سکتا کہ اللہ نے جس برائی کی احجازت پہلے نہیں دی تھی، اس کی آج احجازت دے دے۔ اس لیے اب دیکھنا ہو گا کہ

"احل" فعل ماضی مجھوں کی نسبت کس کی طرف ہے؟ یقیناً کسی بھی برائی کو حنالق کی طرف منسوب کرنا انتہائی جرأت کا کام ہے، اس لیے یہ کہنا کہ بد کلامی کی احجازت حنالق نے دی تھی، یقینی طور پر عناطہ ہے، اور حنالق پر تہمت کے مترادف ہے۔ اس لیے بد گوئی اور بد کلامی کا روایان پانا انسان کی خود اپنی سوچ اور عمل کا نتیجہ ہے، معاشرے نے خود کمزور افراد کے ساتھ رفت کو حباز قرار دے لیا ہتا۔

النساء ---

188

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ يَئِنْكُمْ بِالْبَاطِلِ وَلَا يَأْكُلُوا إِلَيْهَا إِلَى الْحَكَامِ لَا تَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ
بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

تم ایک دوسرے کمال حق مار کرنے کھاؤ اور نہ ہی اس کو حاکموں کے پاس پہنچاؤ
تاکہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جانتے بوجھتے ناحب از طور پر کھا جاؤ۔

مباحث:-

الصيام سے متعلق اس اختتامی آیت میں صوم کو ایک نئی جہت سے بیان کیا گیا ہے اور قرآن کا
مقصد بھی واضح کر دیا ہے کہ "کوئی انسان کسی انسان کا حق نہ مارے۔"

ما بعد آیات میں معاذوں کی خلاف ورزی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے
حالات کے متعلق احکام آرہے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ حج کا تسلق نہ صرف جلت اور احتبان
سے ہے بلکہ جنگ کی کیفیت بھی حج کا حصہ ہوتی ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا ہو گا کہ آیت نمبر ۱۵۸ کا مفہوم
بیان کرتے ہوئے عرض کیا ہتا کہ جو بھی اللہ کے احکام کے ذریعے ایک اصلاحی معاشرے کے
قیام کے لیے کھڑا ہوتا ہے، خواہ جنگ کی کیفیت ہو یا من کی، تو اس پر کوئی روک نہیں ہے کہ احکام کے
نفذ میں حنلوص، محبت، مروت اور نرمی سے کام نہ لے۔ جنگ بنیادی طور پر آخری جلت کے طور پر
دشمن کے خلاف لڑی جاتی ہے اس لیے جنگ الحج کے نام سے موسم کی جاتی ہے۔

189

يَسْأَلُونَكُمْ عَنِ الْأَهْلَةِ قُلْ هُوَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحِجَّةِ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِإِنْ تَأْتُوا الْبَيْوَتَ مِنْ
ظُلْمٍ هُوَ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مِنْ أَتَقِيٍّ وَأَتُؤْلِمُ الْبَيْوَتَ مِنْ أَبُوٰ إِلَيْهَا وَأَتَقُولُوا اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

لوگ تم سے اعلانات کے بارے میں دریافت کریں گے۔ کہہ دو کہ وہ انسانیت
اور اخراج کے لیے حدود ہیں۔ اطاعت ہرگز یہ نہیں ہے کہ تم اداروں میں چور دروازوں
سے داخل ہو بلکہ اطاعت گزارو ہے کہ جس نے تقویٰ اختیار کیا یعنی ملکت خداداد
کے قوانین کی معصیت سے بچا۔ اداروں میں صحیح رخ اختیار کرو اور ملکت
کے قوانین سے ہم آہنگ رہو تاکہ کامیاب رہو۔

مباحث:-

الْأَهْلَةُ مادہ۔ هل ل معنی خوش ہونا، چیخنا، زوردار آواز نکالنا، مہینے کے حپاند کا اعلان کرنا۔ معروف معنی میں ”نامزد کرنا، آواز لگانا، اور ذکر کرنا“، زیادہ مستعمل ہیں کیونکہ ہر معنی میں آواز کے ذریعے کسی نہ کسی چیز کا اعلان مقصود ہے اس لیے قرآن میں ان اعلانات کے متعلق پوچھا جا رہا ہے جس کا تعلق لوگوں کی امن اور جنگ کی کیفیت سے ہے۔ اسی لیے کہا گیا کہ یہ اعلانات انسانوں کے لیے حدود ہیں۔ خواہ امن کی کیفیت ہو یا جنگ کی، یعنی عام حالات ہوں یا الحج یعنی جنگ کی کیفیت ہو۔ عالمہ پرویز لعنت اقرآن میں صفحہ نمبر ۲۹ اپر این فنارس کے حوالے سے فرماتے ہیں ”ابن فنارس نے کہا ہے کہ الموقت حد مقرر کردہ چیز کو کہتے ہیں۔“

مواقيت مادہ وقت بنیادی معنی ”حد“۔ حد اگر لمحات پر لگادی جائے تو وقت (time) کا مفہوم دے گا۔

ہر بدلہ لمحہ وقت کی حد ہوتا ہے۔ اگر اس حد کو پیش کرے لیے استعمال کیا جائے تو میقات (زینی پیمانے) کے معنی مراد ہو گے، اور اگر اس حد کو احکام کے حوالے سے دیکھا جائے تو حدود (احکام قرآنی) مراد ہو گا۔ اسے ایک اور معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے کسی کا ظرف بتانے کے لیے... جیسے کسی شخص سے پوچھا جائے کہ ”آپ کی اوقات کیا ہے؟“ یعنی آپ کی کیا حدود ہیں۔“ یہاں بھی بنیادی معنی یعنی ”حد“ کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

190

وَقَاتُلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تو تم بھی مملکت خداداد کے راستے میں ان سے لڑو مسگر زیادتی نہ کرنا کہ مملکت خداداد زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتی۔

191

وَأَنْتُلُو هُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ القَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ

اور ان کو جس ثقافت میں پاؤ ان سے اسی انداز سے لڑائی کرو اور جس حیثیت میں انہوں نے تم کو نکالا ہے تم بھی اسی انداز سے ان کو نکال دو اور فاد لڑائی سے کہیں بڑھ کر ہے اور جب تک وہ تم سے ان معاملوں کے تحت جو پابند کرتے ہیں، جھگڑا نہ کریں تو تم بھی ان سے جھگڑا نہ کرنا۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑائی کرو، احکام کا انکار کرنے والوں کا یہی بدله ہے۔

مباحثہ:-

نکالنے سے مراد زمین پدر کرنا نہیں ہے بلکہ ان کے نظریات کو تبدیل کرنا مقصود ہے۔ آج کسی کو زمین پدر تو کہی نہیں سکتے، پاسپورٹ اور ویزے کی پابندی کسی کو بھی زمین پدر کرنے نہیں دے گی۔

192

فَإِنْ أَنْتَهُوا إِلَيْنَا مَا غَفُورٌ عَنْهُمْ

پس اگر وہ باز آجبا میں تو ملکت خداداد بارحمت حفاظت فراہم کرنے والی ہے۔

193

وَقَاتُلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيُكُونَ الَّذِينُ لَمْ يَلِهُ فَإِنْ أَنْتَهُوا فَلَا عُذُونَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ

اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا جب تک فتنہ باقی نہ رہے اور ضابطہ حیات احکام الہی کے مطابق ہو جبا میں اور اگر وہ فاد سے باز آجبا میں تو ظالموں کے سوا کسی کے ساتھ دشمنی حباز نہیں۔

194

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قَصَاصٌ فَمَنِ اغْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اغْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

اگر کسی ایسے معاملے یا کیفیت کی خلاف درزی کی جائے جس پر پابندی لگائی گئی ہو تو اس کی تقشیش انہی احکام کی بنیادوں پر کی جائے جو اس معاملہ یا کیفیت کو پابند کرنے والے احکام ہیں۔ پس اگر کوئی گروہ تم پر زیادتی کرے تو جو زیادتی وہ تم پر کرے اس کا بدله تم اسی انداز سے لے سکتے ہو۔ اور قوانین قدرت سے ہم آہنگ رہو اور حبان رکھو کہ مملکت خداداد قوانین کے ساتھ ہم آہنگ رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

195

وَأَنْفَقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيهِ كُمْ إِلَى التَّهْلِكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

اور مملکت خداداد کے احکام کے مطابق اپنی صلاحیت کو بروئے کار لاؤ اور اپنی طاقت کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور حسن کارانہ انداز اختیار کرو، بے شک مملکت خداداد حسن کارانہ انداز سے کام کرنے والوں کو محبوب رکھتی ہے۔

196

وَأَتَمُوا الْحَجَّ وَالْعُمَرَةَ لِلَّهِ فَإِنَّ أَخْصِنْتُمْ فَمَا أَسْتَيْسَرَ مِنَ الْهُدُىٰ وَلَا تَحْلِقُوا إِلَيْنَا سُكُمْ حَتَّىٰ
يَتَبَعَ الْهُدُىٰ بِحَلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بَهْ أَذْغَى مِنْ رَأْسِهِ فَفَدِيَةٌ مِنْ صَيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ
نُسُكٍ فَإِذَا أَمْنَثْتُمْ فَمَنْ تَمَّتَعَ بِالْعُمَرَةِ إِلَى الْحَجَّ فَمَا أَسْتَيْسَرَ مِنَ الْهُدُىٰ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصَيَامُ
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحُجَّ وَسَبْعَةٌ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةً كَامِلَةً ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرٍ
الْمُسْجِدُ الْحَرَامُ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اور مملکت خداداد کے احکام کے لیے جنگ اور تعسیری کام کرو۔ لیکن اگر تم محصور کر لیے جاؤ تو جو بھی ہدایات میسر ہوں اس کے مطابق جنگ یا ملن قائم کرو۔ اور اپنے رہ س کے گرد حلقة نہ بناؤ یہاں تک کہ ہدایات اپنے نتائج کو نہ پالیں۔ پس جو کوئی تم میں کسی کمی میں ہو یا اس کمی کی وجہ سے اپنے رئیس کی طرف سے کسی تکلیف میں ہو تو اس کمی کا مقابلہ تربیتی اجتماع یا کوئی ایسی بات جس سے تمہارا دعویٰ تقدیم ثابت ہو یا کوئی اور ذمہ داری کا پورا کرنا ہے۔ پس جب تم امن میں ہوتے ہو تو اس شخص نے توفیق حاصل کر لیا جس کو امن سے لے کر جنگ تک ہدایات میسر تھیں، لیکن جس کو ہدایات نہیں مل سکیں تو اس کو جنگ کے معاملے میں تین تربیتی اجتماعات ہیں اور مزید تربیتی اجتماعات جب کہ تم واپس لوٹتے ہو۔ یہ باہمی معاشرت کی تکمیل ہے۔ یہ احکام ان کے لیے ہیں جن کی الہیت ان احکام پر جو پابندیاں عملانہ کرتے ہیں، کاربند رہنے کی نہیں ہوتی، اور مملکت خداداد کے قوانین کے ساتھ ہم آہنگ رہا اور آگاہ رہو کہ مملکت خداداد پکڑ میں سخت ہے۔

مباحث:-

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے احکام آئے ہیں جو جنگ میں جس وقت محصور ہوئے تو ہنگامی صورت حال کے پیش نظر کمانڈر کی طرف سے کسی ایسی ڈیوٹی پر لاگادیئے گئے جس پر ان کے لیے کسی کمی کی وجہ سے عمل پسیرا ہونا مشکل ہو گیا، مثلاً ایک پیدل فوج کے سپاہی کو کمانڈو ایکشن کی ڈیوٹی دے دے جائے۔ اس لیے ان کو بتایا جبار ہے کہ۔

۱۔۔ اپنے کمانڈر کے گرد حلقے نہ بناؤ یہاں تک کہ مقصد نہ حاصل ہو جائے۔

۲۔۔ اور وہ اشخاص جو کسی صلاحیت میں کمی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ان احکام کے ذریعے جوان کا کمانڈر دے رہا ہے، ان کو مشکل ہو رہی ہے تو وہ ہنگامی طور پر تین متبادل میں سے کوئی ایک منتخب کریں۔

یعنی یا تو وہ متبادل تربیتی اجتماع میں شریک ہوں یا۔۔۔ وہ خود کوئی دوسری ذمہ داری لے لیں جس سے اس کی اس ذمہ داری کی تحقیقت پختا بت ہو۔ یا۔۔۔ کمانڈران کو کوئی نئی ذمہ داری دے۔

۳۔۔ جس کو توبہ دیا یا ملتی رہیں، اس نے تو امن اور جنگ دونوں میں فائدہ اٹھالیا لیکن وہ جس کی صلاحیت میں کمی کے باعث متبادل فرض منصبی کو پورا کرنے میں مشکل پیش آئی تو اس کو جنگ کے معاملے میں تین تربیتی اجتماعات سے گزرنا ہو گا اور جب وہ عام حالات میں ہو گا تو مزید تربیتی اجتماعات سے گزرنا ہو گا۔

۴۔۔ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرٍ يَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یہ تمام احکام اس کے لیے ہیں جس میں اس بات کی الہیت نہ تھی کہ وہ ان معابر کی پاسداری کرتا جو کسی بات سے روکتے ہیں۔

197

الْحِجَّةُ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحِجَّةَ فَلَا رَفَثٌ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا جَدَالٌ فِي الْحِجَّةِ وَمَا تَفْعَلُوا
مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَتَرَكَوْهُ أَقَاءِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَأَتَقُونَ يَا أُولَئِي الْأَلْبَابِ

جنگ کی وجوہات معلوم ہیں تو جس قوم نے ان وجوہات کی وجہ سے جنگ لازم قرار دی تو جنگ کے معاملے میں آپس میں نہ توبہ گوئی، نہ ہی حکم عدالتی اور نہ ہی کوئی لڑائی جھگڑا، اور جو خیر کا کام تم کرتے ہو وہ ملکت خداداد کو معلوم ہوتا ہے۔ مزید آگے بڑھتے رہو پس ایسی بڑھوتی یقیناً جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو، خیر ہے اور اے اہل علم و دانش، میرے احکام کے ساتھ ہم آہنگ رہو۔

198

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبَغُوا فَضْلًا مِنْ هَنَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفْضَلْتُمُ مِنْ عَرَفَاتٍ فَإِذْ كُرُوا اللَّهُ عِنْدَ
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَإِذْ كُرُوا كَمَا هَدَ أَكْمَدَ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ

تم پر کوئی رکاوٹ نہیں کہ اپنے پروردگار سے فضل طلب کرو، پس جب تم عرفنات سے فیضیاب ہو چکو تو مملکت کے احکام کی یاد دہانی ان مشاعر کے مطابق کرتے رہو جو پابند کرنے والے ہیں، اور احکام کی یاد دہانی اس طرح کرو جس طرح اس نے تم کو سکھایا، اور یہ کہ اس سے پہلے تم یقیناً گمراہوں میں سے تھے۔

مباحث:-

دیکھئے اس آیت سے مزید چند باتیں کھل کر سامنے آگئیں۔

۱۔ اس عرصہ بُنگ میں رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۔ اور جب عرفات سے فسیض یاب ہو، پکو تو اللہ کو مشعر الحرام کے مطابق یاد رکھو۔

سل پادر دھانی کی بنیاد وہ بدلایت ہیں جو ”عرفات“ سے ملی ہیں۔ اس کا مطلب ہے ”عرفات“ کسی تسلیم کی بنیاد ہیں جس سے مستقیض ہونے کے بعد اللہ کے احکام کو یاد رکھنا ہے۔

۳۔ ان بدلایت سے پہلے لوگ گمراہ تھے۔

ان آیات میں لفظ افضلتم آیا ہے جس کا ترجمہ ”جب تم لوٹتے ہو،“ کیا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے انسان کسی جگ سے لوٹتا ہے تو عرفات کو ایک میدان کی حیثیت دے کر فاذا افضلتم من عرفات کا ترجمہ ”میدان عرفات سے لوٹنا،“ کرنا... ممکن ہو گیا۔ دیکھئے افضلتم کامادہ ”فی ض“ ہے جس کے معنی ”فیضیابی“ اور ”فائدہ“ وغیرہ ہوتے ہیں۔ اگر اس مادہ کے بنیادی معنی رکھے جائیں تو فاذا افضلتم من عرفات کا ترجمہ ہو گا (جب تم عرفات سے فسیض یاب ہو، چپکو اور لوگوں کو فیضیاب کر چکو) تو اس میں کسی میدان کا تصور نہیں آئے گا بلکہ کسی تسلیمی درس گاہ یا حکومتی ادارہ کا تصور آئے گا جہاں سے انسان فیضیاب ہو گا۔ آئیے اب اس آیت کے تحت جو احکام بین ان پر غور کرتے ہیں۔

رب کا فضل..... اس آیت میں کہا گیا۔ رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ غور کیجئے کہ ان آیات میں جہاں اللہ کی بجائے رب کا لفظ آتا ہے تو یہ متبادل اصطلاح کیوں آتی ہے؟ اسی طرح کسی مفتام پر اللہ کی بجائے رحمان کی بات ہوتی ہے۔ آخر کیا وحب ہے کہ مختلف آیات میں مختلف الفاظ آتے ہیں؟

دیکھئے رب کا لفظ جہاں قرآن میں وارد ہوا ہے وہاں حنائق کی اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو پانہ ساری کی ذمہ دار ہے، یعنی ایسا نظام جو حنائق کے احکام پر مبنی ہو اور جس کے ذریعے تمام اشیاء خواہ چرمند ہوں یا پرمند، خواہ حباندار ہوں یا بے حبان کی پانہ ساری یعنی ربویت کی ذمہ داری پوری ہوتی ہو، اسی کو نظام ربویت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی طرح اگر کسی جگ حنائق کی صفت رحمانیت کا تذکرہ ہے تو اس نظام کی اس ذمہ داری کی طرف اشارہ ہے جو احکام قرآنی پر مبنی ہو اور جس میں رحمت کا پہلو نہیں یاں ہو، یعنی نظام تو احکام قرآنی پر ہی مبنی ہو گا لیکن جن قوانین میں رحمت کا پہلو احباب گر کرنا ہو گا تو وہاں پر رحمان کے حوالے سے بات ہو گی۔

نظام میں جہاں پانہ ساری کی صفت کو فوقیت دینی ہے وہاں پر رب کا لفظ آتا ہے۔ اس مفتام پر ہی ایک اور بات بھی واضح ہو جائے تو قرآن کے فہم میں بہت آسانی ہو جائے گی۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہر آیت کے بعد اللہ کی کسی صفت کا بیان ہوتا ہے جیسے۔۔۔

۷
ثُمَّ أَفِيظُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

199

مزید تم دوسروں کو فسیل یاب کرو جیسا کہ دوسرے فسیل یاب کرتے ہیں اور مملکت کی حفاظت طلب کرو۔ یقیناً مملکت خداداد رحمت کے ساتھ حفاظت فراہم کرنے والی ہے۔

مباحث:-

دیکھئے اس آیت میں اللہ سے اس کی حفاظت طلب کرنے کے لیے کہا گیا ہے جس کا ماحصل ہے ایک ایسی مملکت الہیہ کا قیام جو انسانوں کی حفاظت کی ذمہ دار ہو۔ اس لیے حبان یعنی کہ حج ایسا احتیاج ہے جہاں احتجاج سے لے کر جگ تک کی جاتی ہے۔ جہاں اہل علم و دانش اور صاحبان اختیار احکام الہی کے مطابق دلائل کے ذریعے لوگوں کے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں اور جنگ کی صورت میں ملکی دفاع کرتے ہیں تاکہ انسانیت کی پانہواری کا نظام قائم کیا جائے اور عوام کی محنت بجی دور ہو۔ سورۃ الحج کی آیات کا بھی مفہوم یہی ہے لیکن وہاں جمعت قائم کرنے کی انتہائی کیفیت کا ذکر ہے جہاں ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ زیادتی کر رہی ہے۔ اس احتجاج میں آخری جمعت قائم کرنے کا طریقہ بیان ہوا ہے۔ سورۃ توبہ میں جنگ کو ”حج اکبر“ سے تعبیر کیا ہے۔

رحیم اور حمان کے معنی اور فرق کیلئے سورہ فاتحہ ملاحظہ فرمائیے۔

افیضوا مادہ فی ض معنی فیضیابی۔۔۔۔۔ افیضوا باب افعال سے فعل امر اور افاضن الناس ماضی۔ واحد مذکور غائب۔

باب افعال کا حناصر دوسروں پر اثر انداز ہونا ہے اس لیے ترجمہ میں ”دوسروں کو فسیل یاب کرو جیسا کہ دوسرے فسیل یاب کرتے ہیں“ کیا گیا ہے۔

200

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكُكُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَذِ كُرِّ كُمْ أَبَاءَ كُمْ أَوْ أَشَدَّ ذُكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ
رَبَّنَا آتَنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ وَمِنْ خَلَقٍ

پھر جب اپنے لائجے عمل کا فیصلہ کرتے ہو تو قوانین قدرت کی یاد دہانی کراؤ جس طرح اپنے بڑوں کے احکام کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ شد و مدد سے۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو مملکت خداداد سے التباہ کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو دنیاوی زندگی (مفہاد عاجله، فوری فناہ ad-hock-ism) میں ہی عنایت کر۔ ایسے لوگوں کا ظہور نتائج کے وقت کچھ حصہ نہیں۔

مباحث:-

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ کا غسمی ترجمہ "اور اللہ حساب کرنے میں بہت تیز ہے۔" ... کیا جاتا ہے۔ کیا واقعی ہم کو خدا کی سرعت نظر آتی ہے؟ لوگ ساری ساری عمر ظلم کے خلاف دعا کیں کر کر کے مر جاتے ہیں۔۔۔۔۔ تو خدا حمرکت میں آتا ہے اور نہ ہی اس کو انصاف ملتا ہے۔۔۔۔۔ پھر یہ کیا دعویٰ ہے جس کی سچائی نظر نہیں آتی؟۔۔۔۔۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے خدا کو آسمانوں میں بھار کھا ہے، اسے نیچے اترنے ہی نہیں دیتے۔ ایک دفعہ اسے اس زمین پر لایئے تو سہی، اور پھر دیکھئے کہ خدا کے انصاف میں کتنی تیزی ہے۔ مملکت خداداد کو قائم تو کیجئے اور تمام صفات الہی جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں، ان کو اس مملکت کے نظام میں ڈھال کر تو دیکھئے۔۔۔۔۔ معلوم ہو جائیگا کہ اللہ کتنی سریع الحساب ہے۔ قرآن میں اللہ سے متعلق تمام صفاتی عالیے اس اسلامی نظام کی صفات ہیں جو قرآن کی بنیاد پر قائم کیا جاتا ہے۔

203

وَإِذْ كُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ
لِمَنِ اتَّقَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

اور تربیتی ادوار کے معاملے میں احکام الہی کی یاد دہانی کراؤ۔ اور یقیناً مقنی کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ احکام الہی کے نفاذ کے معاملے میں جلدی یا تاخیر کرے اور الہی احکام پر گامزن رہو اور یاد رکھو کہ تم سب اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

مباحث:-

اس آیت میں دو الفاظ قابل غور ہیں۔۔۔۔۔۔ یومین اور ایام معدودات یوم کے معنی بہت معروف ہیں لیکن "دن" ... لیکن اس کا استعمال بہت و سچ ہے۔ دن بمعنی دو رہتے زیادہ مستعمل ہے۔ قرآن میں یومین دو اور ترقاب لحاظ سے بیان ہوئے ہیں۔ ایک وہ دور جب کہ اہل امن یعنی مومنین کا غالب ہو گا اور دوسرا وہ دور جب کہ کفار یعنی امن کے دشمن انکاری شیاطین (شیطان صفت لوگوں) کا غاصبانہ قبضہ ہوتا ہے۔ ایماً معدودات کا ترجمہ چند دن کیوں کیا جائے؟ کیا اللہ کا ذکر صرف چند دن کے لیے ہی ہوتا ہے؟ یا ساری زندگی اسی میں گزارنی چاہئے۔۔۔۔۔۔ بھی ہاں اگر تو اللہ کے ناموں کی تسبیح پڑھنی ہے تو ٹھیک ہے، لیکن اگر احکام الٰہی کے تحت زندگی گزارنی ہے جن کے ذریعے ایک فناہی ریاست کا قیام عمل میں لانا ہے تو یہ زندگی بھی ناکافی ہے۔ ایماً معدودات کی بحث آیت نمبر ۱۸۲ کے تحت کی جا چکی ہے۔

204

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعِجِّلُكَ قَوْلَهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَّا يَحْصَمُ

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جس کی گفتگو دنیا وی زندگی کے معاملے میں تم کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑا لو ہے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ وہ شخص جو بغیر دلیل کے اللہ کو گواہ ٹھہر رہا ہے، اسے قرآن اللہ الحصام کہہ رہا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں علامہ سے لے کر عامی تک ہر کوئی اپنی بات منوانے کے لیے اللہ کو گواہ بنتاتا ہے۔۔۔۔۔۔!

205

وَإِذَا تَوَلَّ إِسْعَادِيَ الْأَنْرِضِ لِيُقْسِدَ فِيهَا وَيُهَلِّكَ الْحَرَثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ أَلَّا يُحِبُّ الْفَسَادَ

اور جب اس کو مملکت کی ولایت ملتی ہے تو وہ زمین میں فتن انگلیزی کی کوشش کرتا ہے تاکہ قوم اور اس کی نسل کو ہلاک کر دے اور قدرت فتن انگلیزی کو پسند نہیں کرتی۔

206

وَإِذَا أُقْبَلَ لَهُ أَتَقْنَ اللَّهَ أَخْدَنَتْهُ الْعَزَّةُ بِالْإِلَهِ فَحَسِبَهُ جَهَنَّمُ وَلِئِنْسَ الْمِهَادُ

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ مملکت خداداد کے قوانین پر گامز ن رہ تو اس کا غلبہ اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے۔ سو ایسے کو جہنم سزاوار ہے اور وہ بہت براٹھکانہ ہے۔

مباحث:-

جہنم کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ یہ فارسی لفظ "جہنم" سے معرب ہے (علام عبد الرشید نعمنی)۔ جبکہ بعض کا خیال ہے کہ یہ عبرانی لفظ جیہنوم (ge-hinnom) سے معرب ہے۔

اس کے بر عکس کچھ کا خیال ہے کہ یہ عربی کا ہی لفظ ہے اور مادہ ج ہن م رباعی یعنی حپار حروف پر مبنی ہے۔ اسی لیے اکثر لغات میں اس لفظ کو ج ہن "جاتا ہے" کے مادہ کے تحت م کی اضافت کے ساتھ رباعی کے تحت درج کیا۔

اصل مقصد جہنم میں ڈالنے کا یہ ہے کہ اس شخص کے ارادہ و اختیار کی آزادی کو اس حد تک محدود کر دیا جائے کہ وہ دوسروں کے اختیار و ارادہ پر اثر انداز نہ ہو سکے، اور اس کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ اسے نہ صرف اپنے کیے پر شرمندگی کا احساس ہو بلکہ دوسروں کی نظر و میں تزلیل ہونے کا بھی خوف ہو۔

207

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ أَبْيَقَاءَ مَرْحَبَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَعُوْفُ بِالْعَبَادِ

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو مملکت خداداد کی خوشنودی کیلئے اپنی حبان کی بھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ مملکت خداداد اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

208

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آتُوا إِذْخُلوُا فِي السَّلَمِ كَافَةً وَلَا تَتَّبِعُوا أَخْطُواتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

اے اہل امن..! سلامتی کے ضابطہ حیات کو مکمل طور پر اپنے اندر سمو لو اور امن و سلامتی کے دشمن کے پیچے نہ چلو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

209

فَإِنْ زَلَّتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكُمُ الْبِيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

پھر اگر تم واضح احکام کے پیش جانے کے بعد لڑکھڑا جاؤ تو جبان جبا کہ مملکت خداداد غبال حکمت والی ہے۔

210	<p>ٌهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلْلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ قُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ^٥</p>	
	<p>یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان پر مملکت خداداد کا عذاب عسوں کے سائبانوں سے چھا جبائے اور نافذین احکام بھی آجبا نئیں اور فیصلہ صادر کر دیا جبائے اور سب احکام کا مر جمع مملکت خداداد ہی ہے۔</p>	
211	<p>سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ أَتَيْنَاهُمْ مِّنْ آيَةٍ بَيْنَتِهِ وَمَنْ يُكَلِّلْ بِعْدَمَةِ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ^٦</p>	
	<p>بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کو کتنے واضح احکام دیئے۔ اور جو قوم واضح احکام کے آنے کے بعد انہیں بدل دے تو یقیناً مملکت خداداد انتہائی تعقب کرنے والی ہے۔</p>	
	<p>مباحث:- جیسا کہ پہلے آیت نمبر ۳۰ اور ۷۲ کے تحت عرض کیا کہ بنی اسرائیل بھی اہل کتاب تھے لیکن انہوں نے بھی احکام سے تحبا وزکیا اس لیے عتاب کو سزاوار ہوئے۔</p>	
212	<p>رُّبِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوَقَهُمْ يَوْمٌ الْقِيَامَةِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ^٧</p>	
	<p>انکار کرنے والوں کے لیے دنیا وی زندگی خوشناک رہی گئی ہے اور وہ اہل امن سے تمہن کرتے ہیں لیکن جو قانون کی پابندی کرنے والے ہیں وہ دین کے قائم ہونے والے دن ان پر غائب ہوں گے اور مملکت خداداد ان لوگوں کو جو حپاہتے ہیں، بے شمار رزق عطا کرتی ہے۔</p>	

<p>213</p> <p>كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ التَّيِّنِينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِّرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحُقْقِ لِيَحُكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُواهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ الْبِيْتَاتُ بَعْيَادًا يَتَّهِمُهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَيْهِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ</p>
<p>انسان ہمیشہ سے ایک ہی امت ہے پس اسی مقصد کے لیے مملکت ہمیں نے خوشخبری دینے والے اور پیش آگاہ کرنے والے منتظمین مامور کیے اور ان کے ساتھ حق کی کتاب نازل کی تاکہ ان کے درمیان جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا فیصلہ کر دے اور باوجود اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام آپس کے تھے، آپس کی بغاوت کی وجہ سے اس میں اختلاف اپنی لوگوں نے کیا جن کو وہ دی گئی تھی، پس خدا نے مومنوں کو حقوق کے ان معاملات میں جن میں لوگ اختلاف کرتے تھے، ہدایت عطا کی اور خدا اسی شخص کو استقامت کا راستہ دکھاتا ہے جو شخص چاہتا ہے۔</p>
<p>214</p> <p>أَمْ حِسِّبُتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَّسْتَهُمُ الْبُلْأَسَاءُ وَالظَّرَاءُ وَزُلْزَلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَعْلَمُهُمْ مَمْتَنِي نَصَرَ اللَّهُ أَلَا إِنَّ نَصَارَ اللَّهِ قَرِيبٌ</p>
<p>کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم جنت (فلاتی معاشرہ) میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تو تم کو پہلے لوگوں جیسے حالات پیش آئے ہی نہیں۔ ان کو سختیاں اور تكلیفیں پہنچپیں اور وہ بلاہادیئے گئے، یہاں تک کہ رسول اور اس کے مومن ساتھی پکار اٹھے کہ اللہ کی مملکت کی مدد کب آئے گی۔ یاد رکھو اللہ کی مملکت کی مدد آیا ہی چاہتی ہے۔</p>

آیت نمبر ۲۱۳ میں کہا گیا
 "کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم جنت (فلاحی معاشرہ) میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تو تم کو پہلے لوگوں جیسے حالات پیش آئے ہی نہیں۔ ان کو سختیاں اور تنکیفیں پہنچیں اور وہ ہلاہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جوان کے ساتھ تھے پر کاراٹھے کہ قدرت کی مدد کب آئے گی"۔۔۔۔۔ کیا خیال ہے اس مفتام سے آگے قرآن کا کسی جواب ہونا چاہئے۔۔۔۔۔ قرآن کا جواب ہے۔۔۔۔۔ "یاد رکھو خدا کی مدد آیا ہی حضاہتی ہے۔"

دیکھئے اس مفتام سے پہلے ایک جدو جہد کی داستان بیان ہو رہی ہے جس میں مومنین کو کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے رسول اور ان کے ساتھی بھی کہہ اٹھے کہ قدرت کی مدد کب آئے گی۔ ظاہر ہے کہ ان آیات کے بعد اس لاحق عمل سے آگاہ کیا جائے گا جس کے ذریعے مومنین ایک قوت بنیں گے اور جو حالات ان کو پیش آئیں گے ان سے نبرد آزمائونے کے لیے ان کو تیار کیا جائے گا جس کو خدا کی مدد یا قوانین قدرت کے تحت نصر اللہ کہا گیا ہے۔
 اور اس کام کے لئے سب سے پہلے اتفاق کی ضرورت ہو گی۔

215

يَسْأَلُونَكُمْ مَاذَا يُفِيقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ حَيْثُ فِلَلُوَالَّذِينَ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ
 وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فِإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

لوگ تم سے پوچھیں گے کہ کس کے لیے مال خرچ کریں؟ کہہ دو کہ جو مال خرچ کرنا چاہو، وہ والدین اور اقرباء اور تیمور اور محنت اجou اور احکام الہی پر گامزناں لوگوں کے لیے خرچ کرو اور جو بھی بھلائی تم کرو گے اللہ کی مملکت کو اس کا عالم ہو جائے گا۔

216

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسَى أَن تَكُرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا
 شَيْئًا وَهُوَ شُرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

تم پر جنگ فرض کر دی گئی اور وہ تم کو ناپسند ہے۔ مگر عجب نہیں کہ تم کو کوئی بات ناپسند ہو لیکن وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو، اللہ کی مملکت کو بہتر عالم ہے اور تم کو عالم نہیں۔

مباحث:-

اس آیت کے بعد کی آیات میں فلاٹی معاشرے کے قیام کے لیے جس جدوجہد کی ضرورت ہو گئی اسے بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے آگے کی آیات میں زیر بحث موضوع جدوجہد اور جنگ ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگلی آیات کا مطالعہ کرنا ہو گا۔

217

يَسْأَلُونَكُمْ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قُتَالٌ فِيهِ قُتْلٌ قُتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدُّ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ
وَالْمَسْجِدِ الْحَرامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرٌ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ القُتْلِ لَا يَرَأُونَ
يُقَاتَلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوْكُمْ عَنِ دِينِكُمْ إِنْ أَسْطَلَاعُوكُمْ وَمَنْ يَرْتَدُ مِنْكُمْ عَنِ دِينِهِ فَيَمْتُ وَهُوَ
كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حِيطَثُ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

لوگ تم سے ان منوعہ حالات میں جنگ کے بارے میں دریافت کریں گے، کہہ دو کہ ان کے معاملہ میں لڑائی بڑی بات ہے لیکن اللہ کی مملکت کی راہ میں روڑے اٹکانا اور ان کا انکار کرنا اور ان احکام سے انکار کرنا جو پابندیاں عائد کرتے ہیں، اور اللہ کی مملکت کی راہ اور ان احکام الہی کی الہیت والوں کو نکال دیتا اللہ کی مملکت کے نزدیک جنگ سے بھی زیادہ ہے کیونکہ غقص امن لڑائی سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر اس طاعت رکھیں تو تم کو تمہارے نظام حیات سے پھیردیں۔ اور جو کوئی تم میں سے اپنے ضابط حیات سے واپس ہوا، پس وہ تو ناکام ہوا اور وہ بھی انکار کرنے والوں میں شامل ہوا۔ سو ایسے ہی لوگوں کے اعمال ادنیٰ زندگی اور اعلیٰ زندگی میں بے فائدہ ہوئے اور یہی لوگ اصحاب نار ہیں اور یہ لوگ اسی میں رہنے والے ہیں۔

218

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهُدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ
عَلَىٰ رَحْمَةِ رَحِيمٍ

یقیناً وہ لوگ جو اہل امن ہیں اور جنہوں نے اللہ کی مملکت کے دستور کیلئے نظریے میں تبدیلی کی اور جدوجہد کرتے رہے، وہی اللہ کی مملکت کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ کی مملکت رحمت کے ساتھ حفاظت فراہم کرنے والی ہے۔

یاد رکھنے کی بات۔۔۔

قرآن کسی ایرے غیرے کا کلام نہیں کہ کوئی ربط نہ ہو۔ کسی بھی اچھی کتاب کا حسن ہوتا ہے کہ اس کے مضامین آپس میں جڑے ہوئے ہوں اور موتیوں کی طرح پروئے ہوئے ہوں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ قرآن الی کتاب بھی ہوا رہے بے ربط بھی ہو۔ قرآن کے مضامین اگر سمجھ نہیں آ رہے ہے تو اس کے معنی گھٹنے کی وجہ سے اپنی کم فہمی کا اعتراف کر لینا چاہئے۔
ذیل کی آیات میں جنگ کا بیان ہو رہا ہے۔ اس کے درمیان میں شراب اور جوئے کا ذکر بے محل ہے۔ ہمیں جنگ کے تناظر میں ہی الحمر اور المیسر کے معنی تعین کرنے ہوں گے۔

219

يَسْأَلُونَكُمْ عَنِ الْحُمْرِ وَالْمَيْسِرِ فُلٌ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعٌ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا
وَيَسْأَلُونَكُمْ مَاذَا يُنِيبُونَ فُلٌ الْعَفْوُ كَذِيلَكُمْ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَنفَكُرُونَ

تم سے لوگ احکام کی طرف سے لاپرواہی اور اتفاق اور جدوجہد سے گریز سے متعلق دریافت کریں گے۔ کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں اور تم سے یہ بھی پوچھیں گے کہ کس مقصد کے لیے خرچ کریں، کہہ دو "اعفیت" کے لیے۔۔۔
اس طرح اللہ کی مملکت تمہارے لیے اپنے احکام بیان فرماتی ہے تاکہ تم غورو ننکر کرو۔

الْحُمْر مادہ خ مر معنی محض ہونا۔ یعنی ہر وہ چیز جو انسان کو محض کر دے **حُمْر** کہلاتے گی کیونکہ شراب انسان کو محض کر دیتی ہے اس لیے **حُمْر** کہلاتی ہے، لیکن اس آیت میں لفظ **الْحُمْر** معرفہ معرف بالا م آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہاں **الْحُمْر** کے غسمی معنی نہیں ہیں چنانچہ سیاق و سبق کے تحت جس بات کا ذکر ہو رہا ہے وہ **الْحُمْر** ہے نہ کہ شراب۔

سیاق و سبق میں ہمیں آیات ۲۱۸ سے ۲۱۳ تک اتفاق اور جدوجہد کی ترغیب مسلسل رہی ہے۔
اس لیے **الْحُمْر** کے معنی "وہ نظریہ جو جدوجہد سے لاپرواہ کر دے" کرنا ہوں گے۔

الْمَيْسِر مادہ س ه معنی آسانی۔ جیسا کہ عرض کیا، انسان جدوجہد سے جی چرتا ہے اور تن آسانی چاہتا ہے۔ اس لیے **الْمَيْسِر** کے معنی ہوئے "وہ نظریہ جو تن آسانی پیدا کر دے۔"

فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَيَسِّأُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ هُنَّ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُهُمْ فَإِنَّهُوَ أَنْكُمْ^ص
وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَا كُنْتُمْ كُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ^ج

الدنيا اور الآخرة کے معاملے میں اور تم سے بے شمار لوگوں کے بارے میں دریافت کریں گے، کہہ دو کہ ان کی اصلاح خیر کا کام ہے اور اگر تم ان کو اپنے میں جذب کرو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ کی مملکت خوب جانتی ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون۔ اور اگر اللہ کی مملکت چاہتی تو تم کو تکلیف میں لازماً ذال دیتی۔ بے شک اللہ کی مملکت بر بناء حکمت غلبے والی ہے۔

جیسے کہ آپ نے دیکھا کہ آیت ۱۸۹ سے جنگ کا موضوع حصل رہا ہے اور جنگ کے مختلف پہلوؤں کو احباً کر کیا گیا ہے اور جنگ کے مسائل کو ہی زیر بحث لایا گیا ہے۔ ما بعد آیات میں بھی اسی تسلیل کو قائم رکھتے ہوئے جنگ ہی کے متعلق احکام دیے جبار ہے ہیں۔ مضمون کے تسلیل کا تضاد ہے کہ آئندہ آیات بھی اسی پس منظر میں بیان کی جبائیں۔ مرد و زن کے نکاح اور طلاق کے معاملات کو نقش میں لانے کا مطلب ہو گا کہ قرآن میں تسلیل کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ دیکھ آیت نمبر ۲۳۳ میں ارشاد ہوا۔

أَلَّمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتٍ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوْتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنْ

اللَّهُ لَدُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ

(بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے، تو خدا نے ان کو کہا کہ حب اُمردوں کی طرح زندگی گزارو۔ پھر ان کو زندگی بخشی۔۔۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ لوگوں پر مہربانی رکھتا ہے، لیکن ان کو شکر لوگ شکر نہیں کرتے)

اس آیت میں **أَلَّمْ تَرَ** کیا تم نے غور کیا، کہنے کا کیا مقصد ہے؟ یہ کس دعوے کی دلیل ہے جو یاد کرائی جباری ہے؟ اگر آگے کی آیات میں جنگ کی کیفیت ہے تو اس دلیل سے پہلے کی آیات میں بھی جنگ کے متعلق ہی بات ہو گی۔ آیت نمبر ۲۳۲ کے بعد حب الوت و طالوت کا حصہ بیان ہوا جس میں سیدنا و ادھار احباب الوت کو بلاک کرنے کا ذکر آتا ہے اور جس کی ابتداء الم ترے ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ما قبل آیات میں کوئی ایسی بات کی گئی ہے جس کی دلیل کے لیے حب الوت و طالوت کا حصہ جنگ بیان کیا گیا ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آیت نمبر ۱۸۹ سے لیکر ۲۵۲ تک تسلیل سے جنگ کو زیر بحث لایا گیا ہے اس لیے نقش میں جنگ کے موضوع سے ہٹ کر شوہر و زن کے نکاح اور طلاق کو موضوع بنانا قرآن کے تسلیل کو ختم کرنے کے مسترد ہے۔ اگر قرآن کے تسلیل کو دھیان میں رکھا جائے تو آیات ۲۲۱ سے لے کر آیت ۲۲۲ تک کی آیات کو اسی پس منظر سے دیکھتے ہوئے، اور ان آیات میں مرد و زن کے تعلقات نہیں بلکہ مملکت اور اس کے عوام کے درمیان تعلقات کو دیکھنا ہو گا۔

ان آیات میں جمع مونث کا صیغہ ان اقوام یا افراد کی جماعت کے لیے استعمال ہوا ہے جو زیر نگیں ہوتے ہیں اور ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ احکام حباری کیے جبار ہے ہیں جب کہ کوئی قوم یا افراد کی جماعت اللہ کی مملکت کے زیر نگیں آ جائے تو ان کے ساتھ کس طرح کے روابط یا تعلقات استوار کرنے ہوں گے۔ ان آیات میں جمع مونث کا صیغہ ان افراد کی جماعت کے لیے استعمال ہوا ہے جو زیر نگیں ہوتے ہیں۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنْ وَلَا مَمْةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَاتٍ وَلَوْ أَعْجَبْتُكُمْ وَلَا تَنْكِحُوا
الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدُ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبْتُكُمْ أَوْ لِئَلَّا يَدْعُونَ إِلَى التَّأْمِيرِ
وَاللَّهُ يُعْلِمُ إِلَى الْجِنَّةِ وَالْمَعْفَرَةِ بِذِنْهِ وَبِيَتِنِّي آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

اور احکام الہی کے ساتھ شرک کرنے والی جماعتیوں سے جب تک کہ اہل امن نہ بن جائیں، کوئی معاہدہ نہ کرنا کیونکہ ایک مشرک امت سے خواہ تم کو کیسی ہی بھلی لگے ایک مومن امت بہتر ہے۔ اسی طرح تم کسی مشرک سے معاہدہ نہ کرو اور اجنب تک کہ وہ اہل امن نہ ہو جائیں، کیونکہ مشرک سے خواہ وہ تم کو کیا ہی بھلا لے، مومن بندہ بہتر ہے۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور تو انہیں قدرت ایک فلاحی معاشرے اور حفاظت کی طرف بلاتے ہیں اور وہ اپنے احکام انسانوں کے لیے واضح بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت یاد رکھیں۔

مباحث:-

آگ کے لیے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۰۳ املاحتے فرمائیے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّوا وَإِذْ كُرِّبُوا يَعْمَلُونَ
قُلُوبُكُمْ فَأَصْبَحُتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْرَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ التَّارِيْخِ فَأَنْقَدَكُمْ مِّنْهَا
لَكُمْ آيَاتُهُ لَعَلَّكُمْ تَهتَدُونَ

(اور سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور فرقہ فرقہ نہ ہو جانا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھ کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔) یاد رکھیے آپس کی دشمنی اور فرقہ فرقہ ہونا ہی آگ کا گڑھ ہے۔

اس آیت کو بھی تمام ربط کو بالائے طاق رکھ کر عورتوں کی کیفیت حیض پر چسپاں کر دیا گیا ہے۔ اگر تو آپ قرآن کے ربط کے قائل ہیں۔ تو ذرا سایق و سباق میں جا کر دیکھئے۔ آپ کو جدوجہد اور تصادم کی کیفیت نظر آئے گی، اسی جدوجہد اور تصادم سے متعلق یہ آیت بھی ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمُحِيطِ صَلَّى هُوَ أَذْنِي فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمُحِيطِ صَلَّى هُوَ أَذْنِي وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرُنَّ فَإِذَا تَطْهَرْنَ فَأُتْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمْرَ كُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ

اور لوگ تم سے خون ریزی کے بارے میں دریافت کریں گے، کہہ دو کہ وہ تو ایذا اور تکلیف ہے اس لیے کمزور لوگوں پر خون ریزی کے معاملے میں خونریزی سے علیحدگی اختیار کرو۔ اور جب تک وہ غیر الٰہی احکام سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ کر لیں، ان سے تعلقات قائم نہ کرنا۔ البتہ جب غیر الٰہی احکام سے پاک ہو جائیں تو جس طرح احکام الٰہی میں ارشاد فرمایا ہے، ان کے پاس حب و کچھ شک نہیں کہ اللہ کی مملکت توبہ کرنے والوں اور غیر الٰہی احکام سے پاک صاف لوگوں کو محسوب رکھتی ہے۔

مباحث:-

اس آیت میں لفظ **المُحِيطُ** آیا ہے۔ اس کا مادہ حیض ہے۔ علامہ رشید نعمنی لکھتے ہیں۔۔۔ "یہ ظرف زمان۔ (وقت حیض) ظرف مکان (مختام حیض) اور مصدر (حیض آنا) یا بمعنی حیض یعنی وہ فناء دخون جو مخصوص زمانے اور مخصوص حالات میں تدرست، جوان، غیر حاملہ عورت کے رسم سے لکھتا ہے۔" (اعنات القرآن، جلد پنج ب صفحہ ۳۳۲)

محیض جیسا کہ علامہ صاحب نے فرمایا۔۔۔ "اسم ظرف" ہے، جس کا مطلب ہوا کہ سوال حیض کی جگہ یادوت سے متعلق نہیں ہے ورنہ سوال بھی بے محل ہے اور جواب بھی بے محل۔

اب رہا سوال کہ کیا لفظ **المُحِيطُ** کو بطور مصدری معنوں میں لیا جائے۔ تو بھی جواب نہیں میں ہے۔ عورت کے خاص ایام میں جو کیفیت ہوتی ہے اس سے متعلق سوال کیا جائے گا؟۔۔۔ جی نہیں۔۔۔ کیونکہ جواب بتارہا ہے کہ یہ عورت کی اس کیفیت سے متعلق نہیں ہے۔ جواب **دیا گیا قلْ هُوَ أَذْيَ** (کہو کہ یہ ایذا ہے)۔

یہ ایک ایسا دلوک بیان ہے جس میں کسی شکر کی کوئی گنجائش نہیں۔۔۔ لیکن کیا یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے۔۔۔ اگر تو اس کی تصدیق ہوتی ہے تو یہ ترجمہ ہتمی ہے ورنہ اس ترجمے میں حنایی ہے۔۔۔ حالت حیض میں کچھ عورتوں کو یقیناً اذیت اور تکلیف ہوتی ہے لیکن یہ اصول نہیں ہے۔ ہر ماں اپنی نوجوانی میں قدم رکھنے والی بچی کے لیے پریشان نظر آتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو اس کی بچی کے کپڑے حیض کے خون سے بھر جائیں اور اسے پستہ بھی نہ چلے۔ حیض چند ہی خواتین ایسی ہوتی ہیں جنہیں اس موقع کی تکلیف کے لیے ڈاکٹروں سے علاج کرانا پڑتا ہے؟ دوسری اہم بات ہے کہ یہ **المُحِيطُ** ہے یعنی معرفت بالام ہے جس میں کسی خاص حیض کی بات ہو رہی ہے۔ اس لیے یہ آیت خواتین کی اس حالات کے متعلق جسے حیض کہا جاتا ہے، قطعاً نہیں ہے۔

النساء کی اصلاح کو ہم کئی مفتامات پر زیر بحث لاحپے ہیں۔ آپ کی یاد دہانی کے لیے ایک مرتب پھر پیش کیے دیتے ہیں۔

النساء کا لفظ سیدنا موسیٰ اور فرعون کی داستان میں بہت استعمال ہوا ہے، جہاں بارہ مختلف مفتامات پر بتایا گیا کہ فرعون ابناء قوم کو مردادریتا ہتا اور نساء کو چھوڑ دیتا ہتا۔ سیدنا موسیٰ کی داستان میں یہودی روایات کے زیر اثر ہماری مذہبی پیشوایت نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے نومولود بیٹوں کے قتل کا حکم صادر کیا ہوا تھا۔ یہ بات یہاں ہی واضح ہو جانی چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ بنی اسرائیل کے ابناء اور نساء کون تھے۔ ہماری مذہبی داستانوں کے مطابق فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کے قتل کا حکم اس وقت دیا جب کہ سیدنا موسیٰ کی پیدائش موقع تھی لیکن قرآن کے مطابق فرعون نے یہ حکم اس وقت دیا جب سیدنا موسیٰ نے فرعون کے دربار میں چیلنج کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں سورہ الاعراف کی آیت ۱۲۷۔

ذیل کی آیت میں ایک لفظ حرف آیا ہے۔ تشبیہات کا خیال نہ رکھا جائے تو نساء بیوی اور حرف کھیتی ہی نظر آئے گی۔ قرآن میں نساء ان افراد کے لیے استعمال ہوا ہے جو کسی وحی سے بھی کمزور ہوتے ہیں اور جن کی ذمہ داری یا تو اللہ کی مملکت اٹھاتی ہے یا منتخب ادارہ یا افراد۔ اور اسی طرح حرف کے معنی بھائے عورت کے قوم کے افراد کیے جائیں جہاں سے افرادی قوت حاصل ہوتی ہے تو مفہوم سیاق و سبق سے مطابقت بھی رکھے گا اور مفہوم کے لحاظ سے کوئی تکمیل داری کی بات بھی ہوگی۔

223

نَسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأُثُوا حَرْثَكُمْ أَتَيْ شِئْتُمْ وَقَدِيمُوا إِلَّا نُفْسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ
مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ

تمہارے زیر گلیں لوگ تمہاری اپنی قوم ہی کے لوگ ہیں، تم جس طرح چاہو اللہ کی مملکت کے احکام کے مطابق ان کے پاس آؤ اور اپنے لوگوں کے لیے اقدام کرو اور مملکت کے قوانین سے ہم آہنگ رہو اور حبان رکھو کہ اللہ کی مملکت کے سامنے تم پیش ہو کر ہو گے اور اہل امن کو خوشخبری سناؤ۔

مباحث:-

اس آیت میں حرف کو بیوی کے لیے ماخوذ کیا گیا ہے جبکہ ما قبل تمام آیات اپنی قوم کے افراد سے متعلق ہیں اس لیے مناسب ہو گا کہ حرف بمعنی قوم ماخوذ کیا جائے جو کہ مفہوم سے مطابقت رکھتا ہے اور جس طرح حرف یعنی کھیتی سے کچھ نہ کچھ حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح قوم سے کھیتی کی مانند افراد اور افرادی قوت حاصل ہو گی۔ دوسر الفاظ ہے اتنی جو ظرف ہے اور جس کے معنی جیسے، جہاں سے، جس وقت، اور تیرالاظہ ہے شیئتم جس کا لفظی ترجمہ ہو گا "تم چاہو"۔ بنیادی طور پر مومن کی مشیت وہی ہوتی ہے جو حنائق کے احکام یعنی قوانین قدرت کے مطابق ہوتا ہے۔

224

وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّأَنِيمَانِكُمْ أَنْ تَبْدُوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

اور اللہ کی مملکت کو اپنے معاهدوں کے لیے حیلہ یا بہانہ نہ بنانا کہ تم اطاعت اور کشادگی کرنے اور مملکت کے احکام سے ہم آہنگ رہنے اور لوگوں میں صلح اور سازگاری کرانے سے رک جاؤ اور اللہ کی مملکت علم کی بنیاد پر سننے والی ہے۔

مباحث:-

یہاں پر ہی ایک بہت اہم بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اس آیت میں آیمان یعنی معابدوں کی بات ہو رہی ہے۔ اور تھوڑا سا غور کیجئے تو بات بالکل واضح ہوتی نظر آئے گی کہ آئندہ آیات میں بھی تمام معابدوں کی بات ہو رہی ہے۔

225

لَا يُؤْخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكُنْ مُؤْخِذُكُمْ هُمَا كَسَبْتُمْ قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ

اللہ کی مملکت کسی ایسے معابدے کو تسلیم نہیں کرتی جو بے بنیاد ہو لیکن تمہارا مواخذہ اس بات کا ضرور ہو گا جو تم نے پورے و ثوق اور سوچ بچار کے ساتھ کیا ہو اور اللہ کی مملکت حفاظت فراہم کرنے والی بردبار ہے۔

مباحث:-

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ **لَا يُؤْخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ** (اللہ کسی ایسے معابدے کو تسلیم نہیں کرتا جو بے بنیاد ہو)۔ یہاں اللہ سے کیا مراد ہے؟ اگر تو اللہ کا تصور اس الہ کا ہے جو آسمانوں کا الہ ہے تو وہ خدا تو آسمانوں سے نیچے اتر کر فیصلہ نہیں صادر کرتا، یہ اس الہ کے احکام پر مبنی اللہ کی مملکت کا کام ہے کہ وہ اپنی عدلیہ کے ذریعے احکام قرآنی کو نافذ کرے۔

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ جہاں جہاں لفظ اللہ وارد ہوا ہے وہاں وہاں اللہ کی نمائندگی اللہ کے احکام پر مبنی مملکت یا اس کی ماتحت عدلیہ ہو گی۔

لغو۔ مادہ لغ و معنی۔۔ ایسی بے معنی بات جس کی کوئی بنیاد نہ ہو اور جس کی وجہ سے نہ تو کسی کو نقصان پہنچاونہ ہی فنا مذہ۔

آنندہ کی آیات میں چند الفاظ ایسے آئے ہیں جن کو خصوصی تراجم میں مردوں زن کے جسمی تعلقات پر چسپاں کیا گیا ہے، لیکن یہ مفہوم ان آیات کے سیاق و سبق سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ ان آیات سے پہلے ایک جنگی کیفیت کا ذکر ہے جس میں قتال اور خون ریزی عیاں ہے۔ جنگ کے نتیجے میں جن معاملات اور مشکلات کا سامنا ہو گا وہ مابعد آیات کا موضوع ہیں۔

الناء کی بحث ہم اسی سورۃ بصرہ کی آیت نمبر ۲۲۶ اور ۲۲۷ میں لاچکے ہیں جہاں النساء کو قرآن کے مختلف مفتامات سے ثابت کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی قوم کی نگرانی میں آبھاتے ہیں، جیسا کہ جنگ کی کیفیت میں اپنے ملک سے زبردستی بے دخل کیے جانے والے لوگ، یا وہ لوگ جو خود اپنے ملک کے حالات سے مایوس ہو کر اسلامی مملکت میں پناہ لیں، یا مملکت خداداد کے ارد گرد کی آزاد لیکن کمزور ریاستیں جو مملکت خداداد سے معاہدوں کی بنیاد پر امن و سکون سے رہیں۔

دست نگر لوگوں سے مراد جیسا کہ اوپر بیان کیا، اللہ کی مملکت کے گرد آزاد چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی ہو سکتی ہیں اور وہ افراد بھی ہو سکتے ہیں جو کسی وحب سے اپنے ملک چھوڑنے پر محجور ہوں اور جو اللہ کی مملکت سے تحفظ کے طلبگار ہوں۔

مابعد آیات میں ان معاہدوں سے آزادی کی بات ہو رہی ہے جو ان افراد یا آزاد ریاستوں سے کیے گئے تھے۔ آئیے اس مفہوم کے ساتھ ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

226

لَلَّٰهُمَّ يَقُولُونَ مِنْ سَائِهِمْ تَرْبُصُ أَرْبَعَةً أَشْهُرٍ فَإِنْ فَأْمُوا فَإِنَّ اللَّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

وہ جو اپنے دست نگر لوگوں سے علیحدگی کا ارادہ کرتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اچھے حالات کا انتظار کریں البتہ اگر وہ علیحدگی کا ارادہ ترک کر دیں تو اللہ کی مملکت بارہت حفاظت فراہم کرنے والی ہے۔

آیت نمبر ۲۲۶ میں صرف ارادے کی حد تک بات تھی اور ایک فریق جو کہ ذمہ داری اٹھائے ہوئے تھا، جسے بعد کی آیت میں بقولہ کہا گیا ہے، اس ذمہ داری سے معذرت کا اظہار کر رہا تھا، اگلی آیت میں اس ذمہ داری سے بری ہونا چاہتا ہے اور اس نے معاہدے کی تمنی کا پکارا دہ کر لیا ہے، جسے طلاق سے تعبیر کیا گیا ہے، فریق اول مملکت کا کوئی ادارہ بھی ہو سکتا ہے یا مملکت کا نمائندہ یا مملکت کے قوانین کے تحت آزاد ادارہ جو فریق ثالث کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری لیے ہوئے ہو۔

227

وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلاقَ فَإِنَّ اللَّٰهَ سَمِيعٌ عَلَيْهِ

اور اگر علیحدگی کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو یقیناً اللہ کی مملکت بر بناء علم سننے والی ہے۔

مباحث:-

یہاں طلاق یا علیحدگی سے مراد انسانوں کے آپس کے مسیل جوں یا میاں یوں کے تعلقات سے آزادی حاصل کرنا نہیں ہیں بلکہ باقاعدہ معاملہ کی تنخیل کے بعد علیحدگی کی بات ہے، اور یاد رکھیے کوئی معاملہ بغیر قانونی کارروائی، منسوخ نہیں کیا جاسکتا اس لیے فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پس اللہ بر بناء علم سنتے والا ہے) سے وہ خدا قطعاً مراد نہیں جو کسی عنریب کی نہ تو سنتا ہے اور نہ ہی ظالم کی پکڑ کرتا ہے۔ یاد رکھیے اس مفہوم پر ”اللہ“ سے مراد ”اللہ کی مملکت کی نمائندہ عدالت“ ہے جو تمام معاملات کو معلومات کی بنیاد پر سن کر فیصلہ کرے گی، اور قرآن میں تمام مفہومات پر ”اللہ“ سے مراد مملکت خداداد یا اس کی نمائندہ ما تحتج محکمہ مراد ہو گا۔ علم کی بنیاد پر سنتے کا مفہوم بھی لائقی نہیں ہو سکتا۔ خدا خود سنتے کے لیے آسمانوں سے نازل نہیں ہوا کرتا۔ اس کی مملکت یا ماتحت عدالت یا محکمہ سنتے گا۔ اس لیے یاد رکھیے۔۔۔۔۔ قرآن میں جہاں جہاں اللہ کی صفات کا ذکر ہے، اصول وہاں اسلامی مملکت کی ذمہ داریاں بتائی گئی ہیں۔ اس اصول کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے اسلامی مملکت کا حناکہ ہی ذہنوں سے او جھسل رہا ہے۔ اللہ کی صفات اسلامی مملکت کی صفات ہیں۔ ان صفات پر بنی اللہ کی مملکت کو منتقل سمجھئے اور دیکھئے کتنا خوبصورت اسلامی نظام ملے گا۔

ایک اور اصول یاد رکھیے کہ جہاں جمیع مؤنث کا صیغہ آرہا ہے وہاں جماعت مراد ہے۔۔۔۔۔ اس اصول کی دلیل یہ ہے کہ ان آیات میں جہاں صفات بیان کی گئی ہیں تمام صفات کسی ایک عورت میں موجود نہیں ہو سکتیں۔۔۔ مثلاً، عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَقْكُنْ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنْ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَاتِنَاتٍ تَائِنَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثِيَّبَاتٍ وَأَبَكَارًا سورۃ تحریر (آیت نمبر ۵) اس آیت کا غصموی ترجمہ کچھ یوں ملتا ہے۔ (اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے پرے ان کو تم سے بہتر یہیاں دے دے۔ مسلمان، صاحب ایمان، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادات گزار، روزہ رکھنے والیاں، بن شوہر اور کنواریاں) ... غور کیجئے کیا رسالت مآب کی بیگماں میں کوئی خرابی تھی جس وجہ سے قرآن میں ان کو بدلنے کی دھمکی دی جبارہی ہے؟۔۔۔ جن کے لیے کہا جاسکتا ہے کہ "عجب" نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے پرے ان کو تم سے بہتر یہیاں دے دے۔ مسلمان، صاحب ایمان، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادات گزار، روزہ رکھنے والیاں، بن شوہر اور کنواریاں" اور کیا کنواری یو یوں میں کوئی حنصال خوبی ہوتی ہے۔۔۔ یہ تمام صفات کسی بھی عورت میں بیک وقت بدرجہ اتم موجود نہیں ہو سکتیں اس لیے یقیناً یہاں جمیع مؤنث کے صینے کسی ایسی چیز کے لیے استعمال کیے گئے ہیں جن میں یہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہو سکتی ہیں۔

وَالْمُطَّلَّقَاتُ يَتَرَبَّصُنِ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةٌ قُرُونٌ وَلَا يَجِدُ لَهُنَّ أَن يَكُنْمَنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْضِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنُ مِنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعْدِهِنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مُثْلُ الدِّيْنِ عَلَيْهِنَّ بِالْمُعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اور وہ جماعتیں جن سے تنفس معاہدہ کے بعد علیحدگی اختیار کی گئی، اپنے آپ کو اس روشن سے روکیں کہ حکام کے کان بھریں اور اگر وہ اللہ کی مملکت کے احکام کے ذریعے نتائج کے ظہور کے وقت اہل امن ہیں تو ان کے لیے حبائز نہیں کہ وہ ان اسباب رحمت کو چھپائیں جو اللہ کی مملکت نے تخلیق کی اور اگر وہ اصلاح کا رادہ کریں تو ان کے صاحب اختیار کو زیادہ حق ہے کہ ان کو واپس پہلی حالت میں لوٹائیں۔ اور ان لوگوں کے لیے جس طرح کے ان پر فرائض ہیں، اسی طرح ان کے لیے حقوق ہیں۔ البتہ حکمرانوں کے لیے درجہ فضیلت ہے۔ اللہ کی مملکت غائب حکمت والی ہے۔

مباحث:

اس آیت کا ترجمہ عورت اور مرد کے باہمی تعلق اور علیحدگی کے حوالے سے کیا جاتا ہے جو چند وجوہات کی بن پر صحیح نہیں ہے۔

۱۔ سیاق و سباق میں مرد و زن کے تعلقات بیان نہیں ہوئے ہیں بلکہ ما قبل ایک بھرپور جدوجہد نظر آ رہی ہے۔

۲۔ الفاظ **إِنَّ أَرَادُوا إِصْلَاحًا** سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ احکام اصلاح کے حوالے سے آئے ہیں جو شوہر اور بیوی سے متعلق نہیں بلکہ عوام کے متعلق ہیں۔

۳۔ ایسے الفاظ جیسے **بُعُولَتُهُنْ** ”بلند مرتب اشخاص“ اور **الرِّجَال** ”کرتا دھرتا افراد“، اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ بات مملکت کے ان افراد کی بات ہے جو حکومت کے منتظمین میں سے ہیں۔

۴۔ **وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنْ دَرَجَةٌ** کے الفاظ کے روایتی مفہوم سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مرد کو ایک درجہ کی فویت ہو، یہ فویت کس لیے؟ اور اس فویت کی کوئی وضاحت و توجیہ بھی نہیں۔ دراصل یہ فویت توانیام میں ایک شخص کو دوسرے شخص پر اس کی کارکردگی و ذمہ داری کی وجہ سے ملتی ہے۔

آئیے اب چند الفاظ پر غور کر لیا جائے۔ سب سے پہلے تو آپ کو معین کرنا ہے کہ کیا یہ آیات عورت کے حیض اور طہر سے متعلق ہیں یا کہ یہ آیات نظم حکومت کے حوالے سے وارد ہوئی ہیں؟ جیسا کہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا تعلق حکومت کے نظم و نتیجے سے ہے اس لیے ان آیات کو ازدواجی نکاح و طلاق پر چپاں نہیں کیا جاتا۔

اس آیت میں ایک لفظ **ثَلَاثَةٌ** آیا ہے جس کے معنی عدد کے لحاظ سے ”تین“ ہوتے ہیں لیکن ایک معنی جو حکومت کے حوالے سے ہوتے ہیں، وہ ہیں کہ ”بادشاہ کے پاس چعنل خوری کرنے والے کو المثلث یا المثلثہ کہتے ہیں۔“ (قاموس الوحد صفحہ نمبر ۲۲۰) یہ ترجمہ اس آیت کے سیاق و سباق سے مطابقت رکھتا ہے۔

دوسرالفاظ **قُرُونٍ** ہے جس کے معنی جیض کے لیے جانتے ہیں، لیکن اس کے معنی روشن کے بھی ہیں۔

رأیت القوم على قرو واحد (میں نے قوم کو ایک روشن پر دیکھا) جو سیاق و سباق سے قریب تر ہے اور **ثَلَاثَةٌ قُرُونٍ** کے معنی ہوئے ”ایسی چعنل خوری کی روشن یا عادت جس سے حکام کے کان بھرے جائیں۔“

آیت نمبر ۲۲۹ میں **الطلاق مرتان** کہنے کے بعد الطلاق کے دو طریقے بتائے گئے ہیں۔ طلاق کے بنیادی معنی ہیں ”آزاد ہونا، رہا ہونا، چھوٹنا“۔ محباً اشہر سے علیحدگی کے لیے استعمال کر لیا جاتا ہے لیکن کسی بھی علیحدگی کا مفہوم لفظ ”طلاق“ سے لیا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ **الطلاق مرتان** کے بعد ایک ہی طریقہ بتا کر یہ کیوں نہ کہ دیا گیا کہ اس طرح طلاق و مرتب دی جبکے کے گی؟ اس کے برعکس علیحدگی کے دو طریقے بتائے گئے ہیں، فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ شَكْرَى سے روک لینا تو طلاق نہیں ہے بلکہ وہ تو جڑنا ہے، پھر یہ علیحدگی کیسی۔؟ اصلاً اور معاہدوں کی بات ہو رہی ہے اور دو فریقوں کے درمیان معاہدے یا میثاق کو ختم کرنے کی بات ہے۔ اب آپ دیکھیے کہ بات بالکل صاف ہو رہی ہے۔ میثاق یا معاہدے کے ٹوٹنے کے بعد جو علیحدگی اختیار کی جبکے کی اس کے دو طریقے ہیں۔ پہلے طریقے میں معاہدے سے آزادی کے بعد بھی تعلقات منقطع نہیں ہوتے بلکہ معروف طریقے سے صاحب سلامت رہتی ہے بلکہ ایک نیا معاہدہ بھی تکمیل دیا جاتا ہے جبکہ دوسرے طریقے میں نہ صرف معاہدہ کی تنخ ہوتی ہے بلکہ حسن کارانہ انداز سے علیحدگی بھی عمل میں آجاتی ہے۔

مرتان کا مادہ مر ہے۔ اس مادہ سے بنے الفاظ میں حسب ذیل معنی ملتے ہیں، ”مرتب، بار، طاقت، قوت، ... گزنا، پار ہونا، ... کڑوا، دوام، تسلیم، استرار، ... کسی کو کسی چیز سے گزارنا، ... اصلیت و استحکام، ... گزرا گاہ، پلڈنڈی“ وغیرہ۔ اس مفتام پر اصلاحیہ بتایا جا رہا ہے کہ جب کسی جماعت یا فرقہ کے ساتھ کسی معاہدے کی تنفس کرنا مقصود ہو تو اس کے دو طریقے ہیں۔
 ۱۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ جماعت یا فرقہ معاہدے کی تنفس کے بعد آزاد ہو جبکے لیکن باقی معاملات میں شکری کے ساتھ جڑا رہے۔ اور نئی شرائط کے ساتھ معاہدہ پھر سے جڑا جائے جسے فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ کہا گیا ہے یعنی مملکت کے قوانین کے مطابق پھر سے جڑا جائے۔
 ۲۔ اور دوسرا مقابل یہ ہے کہ نہ صرف معاہدے سے آزاد ہو بلکہ حسن کارانہ انداز سے علیحدگی بھی اختیار کر لی جبکے۔

229

الطلاق مرتان فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحةً بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لِكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا بِمَا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَعْلَمَا أَلَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ حِفْتُمُ الَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتُ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

تفصیل معاہدے کے بعد علیحدگی کے دو طریقے ہیں۔۔۔۔۔ پس یا تو اللہ کی مملکت کے احکام کے مطابق پھر سے جڑھانا ہے یا حسن کارانہ انداز سے آزاد کر دینا، اور تم لوگوں کے لیے یہ حباز نہیں کہ جو کچھ تم ان کو دے چکے ہو، اس میں سے کچھ واپس لو، سوائے اس وحب سے کہ تم لوگوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں مملکت کے احکام کو قائم نہیں رکھ سکیں گے اور تم لوگوں کو اگر یہ خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ کی مملکت کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس تلافی کی بابت کوئی روک نہیں کہ جس کے بدے انہیں معاہدہ سے آزاد کیا گیا۔ یہ قوانین مملکت ہیں، ان سے باہر نہ نکلنا، اور جو لوگ قوانین مملکت کی حدود سے باہر نکلیں تو یہی لوگ ظالم ہیں۔

مباحث:-

اس آیت کے غسموی ترجمے میں صنائر اور صیغوں کا خیال نہ رکھتے ہوئے عجیب سی کیفیت پیدا کر دی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے غسموی ترجمے ...

الْطَّلاقُ مَرْتَانٌ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ "علیحدگی دو مرتبے ہے، پس یا تو بطریق شاستہ روک لینا یا حسن کارانہ انداز سے چھوڑ دینا۔" ... اس غسموی ترجمے سے تو طلاق ہوئی ہی نہیں۔ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ "بطریق شاستہ روک لینا" ... تو طلاق نہیں ہے۔ اس کے بعد **وَلَا يَحِلُّ لِكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْنَا مُهُنَّ شَيْئًا** (اور تم لوگوں کیلئے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ تم ان کو دے چکے ہو، اس میں سے کچھ واپس لو)۔ یہ ایک اور اعلان ہے جس میں لفظ **لَكُم** میں **كم** کی ضمیر آئی ہے جو کہ "ضمیر جمع مذکر حاضر" کی ہے اور اس سے مراد شوہر لیے جاتے ہیں، ... لیکن اگلے جزو میں کہا گیا، **إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَا يُقِيمَا حَدُودَ اللَّهِ** (سوئے اس بات کے کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے) اب سوال یہ ہے کہ وہ کون ہے جو دوی ہوئی چیز واپس لے گا؟ وہ شوہر تو نہیں ہو سکتا... اس لیے کہ شوہر خود کیسے ایک ہی وقت میں ملزم بھی ہو گا اور قاضی بھی؟ اسے خود کیسے معلوم ہو گا کہ وہ بھی اللہ کی حدود قائم نہیں کر رہا ہے؟؟... اور اگر اس کو معلوم ہے کہ وہ حدود قائم نہیں کر رہا تو اس کو توانہائی سخت سزا ملنی ہو گا۔

اسی آیت کے اگلے جزو میں توانہائی صاف الفاظ میں بتا دیا گیا کہ جمع مذکر حاضر کی ضمیر شوہر کے لیے ہو ہی نہیں سکتی، ملاحظہ فرمائیے... ابتداء ہوتی ہے **فَإِنْ خَفْتُمْ** (اگر تم لوگوں کو خوف ہو) کہ **أَلَا يُقِيمَا حَدُودَ اللَّهِ** (کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے) دیکھ لیجئے کہ جن لوگوں کو خوف ہے ان کے لیے صیغہ جمع مذکر حاضر کا آیا ہے۔ **خَفْتُمْ** "اگر تم کو خوف ہو" ... اور وہ دونوں جو حدود قائم نہیں کر پا رہے ان کے لیے صیغہ تثنیہ غائب مذکر مونث کا آیا ہے۔ غور کیجئے کہیں نہ کہیں تو ان روایتی غسموی ترجموں میں گڑ بڑ ضرور ہے۔

پھر اگر صاحبِ اختیار زیر نگیں افراد سے تنفس معاہدہ کر لیں تو علیحدگی کے بعد انہیں حباز نہیں کہ کسی اور سے معاہدہ کرنے میں رکاوٹ ڈالیں، اور اگر دوسرے صاحبِ اختیار لوگ بھی ان سے تنفس معاہدہ کریں تو ان پر کوئی روک نہیں کہ صاحبِ اختیار ان لوگوں سے دوبارہ سے رجوع کریں، بشرطیکہ ان فریقین کو یقین ہو کہ وہ احکام الہی کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی مملکت کی حدود ہیں جن کو وہ ان لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے جو اہل علم ہیں۔

مباحث:-

ایک صاحبِ اختیار فریق یا جماعت کو دوبارہ معاہدہ کرنے سے اس لیے روک دیا گیا کہ فریقِ ثانی کو پورا اختیار مسلم حبائے کہ وہ کسی اور سے معاہدہ کرنے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کریں۔

231

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا
ثُمَّسِكُوهُنَّ خِرَاجًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَحْذِدُوا آيَاتِ اللَّهِ هُنْ رَا
وَإِذْ كُرُوا نَعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةُ يَعْظِمُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اور جب تم زیر نگیں افراد سے تنفس معاہدہ کرو اور وہ اپنے اخبار (نتیجہ) تک پہنچ جائیں تو انہیں یا تو اللہ کی مملکت کے احکام کے مطابق اپنے ساتھ جوڑلو یا اللہ کی مملکت کے احکام کے مطابق بطريق شائستہ رخصت کردو، لیکن انہیں تکلیف دے کر اس نیت سے نہ روکنا کہ ان پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے گا وہ ابنوں پر ہی ظلم کرے گا۔ اور اللہ کی مملکت کے احکام کو ہنسی مذاق نہ بناؤ۔ اللہ کی مملکت نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں اور وہ جو تم پر احکام اور دنانی سے پیش کیا ہے اور جس کے ذریعے اللہ کی مملکت نصیحت کرتی ہے اس کونہ صرف یاد رکھو بلکہ ان پر بخوبی عمل پسیرا ہو۔ اور اللہ کی مملکت کے احکام سے ہم آہنگ رہو اور حبان رکھو کہ مملکت ہر چیز سے واقف ہے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَأَضُوا بَيْنَهُمْ
بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُعْظِمُهُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكِيُّ الْكُمْ وَأَطْهَرُ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنَّهُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اور جب تم زیر نگیں افراد سے تنفس معاہدہ کرو اور وہ اپنے نشان حاصل کر لیں تو ان پر
زبردستی نہ کرنا کہ وہ کسی اور سے معاہدہ کریں یا نہ کریں جب کہ وہ آپس میں احکام کے
مطابق راضی ہو جائیں، معاہدہ کرنے سے مت روکو۔ اس حکم سے اس کو
نصیحت کی حباتی ہے جو تم میں سے مملکت کے احکام کیا تھا امن قائم کرتا ہے اور
مکافاتِ عمل کے روز بھی اہل امن ہے۔ یہ تمہارے لیے نہایت خوشحالی کی اور
بہت موزوں بات ہے اور مملکت الہیہ وہ کچھ جانتی ہے جو تم نہیں جانتے۔

آیت نمبر ۲۳۳ میں کچھ ایسے الفاظ آئے ہیں جن کے مادہ اور معنی کے استعمالات پہلے ہی سمجھ لیے جائیں تو آیت کا مفہوم صحیح میں آسانی ہوگی۔

رضاعت: مادہ رضاع۔ ”فَنَالَّهُ أَطْهَانَا“ ہو یرضع الدنیا و یذمہا ”وَهُدْنِيَا سے فنالَّهُ اٹھاتا ہے اور اسی کی برائی کرتا ہے، یعنی کمینے اور بذات ہونا مراد ہے.... ”ماں کا دودھ بینا“ **رضاع الکاس** ”شراب نوشی میں ہم نشیں ہونا“ **رضاع اللبین** ”دودھ میں شریک ہونا“۔ اسی لیے ان سب معنوں کو مد نظر رکھتے ہوئے رضاعت کا مفہوم ہے ”کسی کی ایسی پرورش کرنا جیسے اپنے بچے کی حباتی ہے۔“ لیکن کیا اس سے یہ مفہوم لیا جاسکتا ہے کہ وہ بچہ جس کو دودھ نہ پلایا گیا ہوا س کی اہمیت اس بچے سے کم ہوگی جس کو دودھ پلایا گیا ہو؟ خواہ وہ اپنا ہی بچہ کیوں نہ ہو۔۔۔؟ رضاعت کا غسموی مذہبی مفہوم انتہائی فلم اور زیادتی کے مترادف اور الی اضافے کے منافی ہے۔

ایک بچہ جس کی پرورش کسی گھر میں اگر بچپن سے ہو رہی ہے اور اس کو اس گھر کے افراد نے اپنے ہی بچوں کی طرح پالا پوسا ہے تو اس بچے کو کسی طرح بھی اس گھر کی اولاد ہونے سے محروم نہیں کیا جاسکتا خواہ اس نے دودھ پیا یا نہیں۔۔۔

حولیں: مادہ ح ول بمعنی ”پھر حبان، بدل حبان، حائل ہونا، رکاوٹ ڈالنا، حیله بہانہ کرنا، محل بات، کسی کی تحویل میں دیتا، کسی کے حوالے کرنا، ماحول“۔

الوالدات ، اولاد ، المولود ، ولد... ان تمام الفاظ کا مادہ ول د ہے اور مختلف استعمالات ہیں۔
وَلَّ الْوَلَدَ ”پرورش کرنا“۔ **ولد الكلام** ”بات نکالنا، بات پیدا کرنا“، **تولیدات تحقیقات**، **المولڈ**، **کسی ملک** میں پرورش پاکران کے طور طریقے اختیار کرنے والا (مذکر)، ”ہر نئی چیز“ **المولڈہ** ”کسی ملک میں پرورش پاکران کے طور طریقے اختیار کرنے والی (مؤنث)“، **ولاد و ولدہ** ”تین سے دس افراد تک کی جماعت“ **ولید** ”(مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے) علام، نوجوان، نوکر، خدمتگار“ **الولیدیہ** ناتحرب کاری کی حالت۔

اوپر کے تمام الفاظ میں **ول د** اور اس سے بننے والے الفاظ میں نئی تخلیق کا پہلو سامنے آتا ہے اور ہر تخلیق کرنے والا چاہتا ہے کہ اس کی تخلیق ضائع نہ ہو بلکہ اس کی دلکشی بھال اور پرورش ہو جس طرح نہ صرف اردو میں بلکہ ہر زبان میں مادر قوم اور بابائے قوم یا قوم کے سپوتے کے الفاظ مسلحاتے ہیں، اسی طرح عربی زبان میں بھی ان کا استعمال عام ہے۔

من در حبے بالاول د کے معنی قاموس الوحدید سے لیے گئے ہیں۔
اگلی آیت میں ایک ایسی حالت کا ذکر ہے جس میں مملکت یا اس کا ادارہ کسی ذیلی ادارے سے زیر نگیں

233

وَالْوَالِدَاتُ يُرِضِّعْنَ أُولَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِيمَ الرَّضَاةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ
بِرْزَقُهُنَّ وَكَسُوتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَفِّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَانَّ وَالِدَةٌ بِوَلْدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ
بِوَلْدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَ افْصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاءُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرِضِّعُوا أُولَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَمْتُمُمَا آتَيْتُمُ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا
اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اور وہ جو زیر نگیں افراد کی بھروسہ پورش کرنا چاہیں تو وہ دونوں حالتوں (فِإِمْسَاكٌ
بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ) میں بھروسہ پورش کریں۔۔۔ اور جس کے لیے
جماعت تشکیل دی گئی اس پر احکام الہی کے مطابق ان لوگوں کی جو زیر نگیں افراد کی
تعلیم و تربیت کی ذمہ داری لیں، ضروریات زندگی اور حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ کوئی
شخص مکلف نہیں ٹھیک رایا جاتا بلکہ اس کی وسعت کے لیے۔۔۔ اور زیر نگیں
افراد کی وجہ سے نہ تو پورش کرنے والوں پر اور نہ ہی جن کے لیے ان زیر نگیں افراد کی
تربیت کی گئی، کوئی ضرر پہنچانا ہے۔۔۔ اور اسی طرح کا حکم اس کے لیے ہے جو
آئندہ ان زیر نگیں افراد کی تربیت کا ذمہ دار ہو گا۔۔۔ اور اگر دونوں آپس کی رضامندی
اور مشاورت سے علیحدہ ہو تا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی رکاوٹ نہیں۔۔۔ اور تم
پر بھی کوئی رکاوٹ نہیں اگر تم اپنے زیر تربیت افراد کی پورش کا عمل حباری رکھنے کا
ارادہ رکھتے ہو، بشرطیکہ احکام الہی کے مطابق ان کا حق جو تم نے دینا ہتھ دے
دو۔۔۔ اور قوانین الہی سے ہم آہنگ رہو اور حبان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کی
ملکت اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

234

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَدْرُوْنَ أَرْوَاجًا يَتَرَبَّصُنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا أَلَقَعُنَ
أَجْلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ خَيْرٌ

اور جو لوگ تم میں سے بھر پور بدلہ دیں اور جس اعسوں کو نکھارنا اور وسعت دینا چاہیں تو چاہیے کہ وہ خوشحالی و آسودہ حالات کا انتظار کریں اور جب وہ اپنے نتائج حاصل کر لیں تو تم پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے جو وہ اپنے لوگوں کے معاشرے میں احکام الہی کے مطابق کریں اور اللہ کی مملکت تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

235

وَلَا جِنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطُبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَنْتَنُتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عِلْمًا اللَّهُ أَكْبَرُ
سَتَدْ كُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سَرَا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْرِمُوا عَقْدَةَ النِّسَاجِ
حَتَّىٰ يَتَلَقَّعَ الْكِتَابُ أَجْلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاخْذُهُوْهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
عَلِيهِ حَلِيلٌ

اور تم پر اس بات میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ تم ان زیر نگیں افراد کو اپنے پیغام میں کوئی پیش کرو یا اپنے لوگوں تک محدود رکھو۔ اللہ کی مملکت کو عسلم ہے کہ تم ان لوگوں سے ان بالوں کا ذکر ضرور کرو گے لیکن خفیہ طور پر ان سے کوئی وعدہ و عید نہ کرنا سوائے اس بات کے جو احکام کے مطابق ہو اور کسی معاملہ کے پختے کرنے کا عزم نہ کرنا یہاں تک کہ اللہ کی مملکت کا قانون اپنے نتائج حاصل کر لے، اور حبان رکھو کہ اللہ کی مملکت کو ان سب کا عسلم ہے جو کہ تم لوگوں کے درمیان ہے، تو ہوشیار رہو اور حبان رکھو کہ اللہ کی مملکت بردبار، حفاظت فراہم کرتی رہنے والی ہے۔

236

لَا جِنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوْهُنَّ أَوْ تَقْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيَضَةً وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَىٰ
الْمُوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَىٰ الْمُفْتَرِ قَدَرَهُ مَتَّاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًا عَلَىٰ الْمُحْسِنِينَ

اور تم پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ تم ان زیر نگیں افراد سے علیحدگی اختیار کرو، خواہ تم نے ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا ہو، یا تم نے انہیں کسی کام کی ذمہ داری دی ہو، لیکن ہر صورت میں ان افراد کو متاع حیات و سمعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور کم کشاد والا اپنی کشاد کے مطابق، اللہ کی مملکت کے قوانین کے تحت عطا کرے، یہ محسنین پر لازم ہے۔

237

وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيَضَةً فَنِصْفٌ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ
يَعْقُونَ أَوْ يَعْقُفُوا النَّذِي بِيَدِهِ حُقْدَةُ التِّكَاجِ وَأَنْ تَعْقُفُوا أَقْرَبَ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنْسُوا الْفُضْلَ يَتَّكَمُّ
إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ بِصِيرَةٍ

اور اگر تم نے زیر نگیں افراد سے بغیر کوئی استفادہ حاصل کیے تشنیخ معہدہ کیا ہے لیکن تم نے ان کے لیے اپنے ذمے کچھ فرض کر لیا ہت تو اس کا آدھا جو تم نے فرض کیا ہت، انہیں ادا کرو، البتہ اگر وہ خود ہی در گزر کریں یا اللہ کی مملکت کی عدالت جس کے ہاتھ میں معہدے کی ذمہ داری ہے، عافیت و در گزر سے کام لے، اور اگر تم ہی عافیت و در گزر سے کام لو تو یہ تمہارے لیے تقویٰ کے قریب تر ہے اور باہمی رواداری کو مت بھولو، یقیناً اللہ کی مملکت تم جو کچھ کر رہے ہو، اسے دیکھ رہی ہے۔

238

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوةِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا إِلَيْهِ قَانِتِينَ

نظام مملکت کی حفاظت کرو یعنی اس نظام کی جو معتدل ہے اور اللہ کی مملکت کے لیے کمر بستہ رہو۔

239

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمْنَثْتُمْ فَإِذْ كُرُوا اللَّهُ كَمَا عَلَمَكُمْ مَا لَمْ تَكُنُوا تَعْلَمُونَ

پس اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو اکیلے مردانہ وار یا آپس میں جڑ کے کمر بستہ رہو، پھر جب امن و اطمینان ہو جائے تو ان احکام کو یاد رکھ کر عمل پسیرا رہو جن کو اللہ کی مملکت سے تم نے سیکھا ہے، جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

مباحث:-

رکبانا مادہ ک ب معنی ”ترکیب کرنا، مرکب بنانا، گھٹنا، سوار ہونا، جڑنا، تہ بہ تہ ہونا“، اذ کرو مادہ ذ ک معنی ”یاد کرنا اور کرنا“۔ جہاں جہاں احکام الہی کے لیے آیا ہے فاذ کرو اورہاں ”یاد دہانی“ سے مراد صرف یاد کھانا نہیں ہے بلکہ عمل پسیرا ہونا مقصود ہے۔

240

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَرْوَاجًا وَصِيَّةً لَا رُوْا حِجَّهُمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرُ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اور تم میں سے جو لوگ بھرپور بدله اور زیر نگیں جماعتتوں کو نکھارنا اور وسعت دینا چاہیں تو ان کے لیے حکم ہے کہ وہ زیر نگیں افراد کو بغیر نکالے، ضروریات زندگی فراہم کریں۔ البتہ اگر وہ خود نگلیں تو تم پر ان معاملات کی کوئی ذمہ داری نہیں، جو وہ مملکت کے قوانین کے مطابق اپنے لوگوں کے درمیان کریں اور اللہ کی مملکت بر بنائے حکمت غلبے والی ہے۔

241

وَلِلَّهِ طَلَقَاتٌ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقَّا عَلَى الْمُتَّقِينَ

اور علیحدگی اختیار کرنے والے زیر نگیں کے مملکت کے قوانین کے مطابق متاع حیات ہے، یہ متقین پر لازم ہے۔

242

كَذُلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

بایں وحب اللہ کی مملکت تمہارے لیے اپنے احکام واضح کرتی ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

چیز کہ پہلے عرض کیا کہ جہاں بھی **أَلَّهُ تَرَ** (کیا تم نے غور کیا؟) آتا ہے تو وہ ما قبل دعوے کی دلیل ہوتا ہے۔ آگے طالوت اور حبالوت اور سیدنا داؤد کا ذکر آ رہا ہے جو دلیل کے طور پر ان بیانات اور دعووں کے لیے دلیل بن رہے ہیں جو ما قبل آیات میں بیان کیے گئے ہیں۔ مابعد آیات میں طالوت اور حبالوت کا ذکر اور داؤد کا حبالوت کو قتل کرنا اس پاست کی یقیناً دلیل ہے کہ ما قبل آیات میں مردوزن کے تعلقات نہیں بلکہ معاشرے کے وہ مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں جو نگ کی حالت میں پیش آتے ہیں۔

243

أَلَّهُ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتَ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ هُوَ أَنْوَاثُهُمْ أَحْيِاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ

بھلام نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے تو قدرت نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ۔ پھر ان کو زندہ بھی کر دیا۔ کچھ شکر نہیں کہ قوانین قدرت لوگوں پر مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

مباحثہ:-

اس آیت میں اللہ سے منسوب حکم وارد ہو رہا ہے کہ اللہ نے ڈرپوک لوگوں کو حکم دیا کہ مر جاؤ۔ اور پھر انہیں زندہ کیا۔ یہ موت نہ تو جسمانی موت ہے اور ہی یہ زندگی جسمانی حیات ہے۔ یہ موت اور حیات انسان کی اخلاقی موت و حیات ہیں۔ سورۃ الانفال میں وارد ہے یا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِذُ بِاللَّهِ وَلِلَّهِ سُولٰ إِذَا دَعَاهُ كُمْ لِمَا يُجِيزُكُمْ (مومنو! خدا اور اس کے رسول کا حکم و قبول کرو جب کہ وہ تمہیں ایسے کام کے لیے بلا تے ہیں جو تم کو زندگی بخشتا ہے)۔ اس عنصروی ترجیح سے بھی یہ معلوم ہوا کہ خدا اور رسول لوگوں کو بلارہے ہیں تاکہ حیات بخشیں۔ یہ کون سی حیات ہے جو سانس لیتے ہوئے زندہ لوگوں کو بلا کر دی جبارتی ہے؟۔ یاد رکھیے قرآن جس زندگی و موت کی بات کرتا ہے وہ اخلاقیات اور اقدار کی زندگی اور موت کی بات ہے نہ کہ جسمانی موت و حیات۔ ایک اور اہم بات کہ اس جگہ بھی اللہ سے مراد اللہ کے حباری و ساری قوانین ہیں جن کی پکڑ میں ہر معصیت کرنے والا آتا ہے اور اللہ کے قوانین میں اس مملکت کے قوانین بھی آتے ہیں جو قرآن کے احکام کے مطابق قائم مملکت کے قوانین ہوتے ہیں۔

244

وَقَاتُلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلَيْهِ

اور اللہ کی مملکت کی راہ میں جنگ کرو اور حبان رکھو کہ اللہ کی مملکت معلومات کی بنیاد پر سننے والی ہے۔

مباحث:-

سبیل اللہ کیا ہے۔۔۔؟ اللہ کا راستہ۔۔۔؟

اس کا مفہوم ہے وہ راستہ جو اللہ نے بذریعہ قرآن بتایا ہے، اور جب وہ راستہ اس دنیا میں مملکت کی صورت میں مشکل نظر آئے تو ہم اس کو اللہ کی مملکت کا راستہ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ جنگ کسی صورت بھی شخصی نہیں ہو سکتی۔ جنگ کے لیے ایک مملکت کی ضرورت ہو گی اور وہ اللہ کی مملکت کہلانے گی۔

اسی لیے جب کہ احبابے أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (بے شکر اللہ بر بنائے علم سننے والا ہے) تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ کی مملکت بر بنائے علم و معلومات سنتی ہے۔

245

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قُرْصًا حَسَنًا فَيَضَعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ
تُرْجَحُونَ

کون ہے جو اللہ کی مملکت کو قرض حنندے تاکہ وہ اس کے لیے اس میں کئی گناہ اضافہ کرے، اور اللہ کی مملکت ہی کم کرتی ہے اور وہی اسے کشاد عطا کرتی ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاتے ہو۔

246

أَلْمَ تَرَ إِلَى الْمُلَائِكَةِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِلَّهِ يَهُمُ الْأَعْلَى بَعْثَتْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسِيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ لَا تُقَاتِلُوا قَاتِلُوا وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْتُمْ مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَرَلَوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ

کیا تم نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کی جماعت کو نہیں دیکھا جس نے اپنے سربراہ اعلیٰ سے کہا کہ آپ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم مملکت خداداد کی راہ میں جنگ کریں۔ سربراہ اعلیٰ نے کہا کہ اگر تم کو جنگ کا حکم دیا جائے تو عجب نہیں کہ ٹرنے سے پہلو ہی کرو۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارے لیے کیا امر مانع ہے کہ ہم مملکت کی راہ میں جنگ نہ کریں جب کہ ہم وطن سے نکالے اور ابناء سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں، لیکن جب ان کو جنگ کا حکم دیا گیا تو چند اشخاص کے سواب لوط گئے اور قدرت ظالموں سے خوب واقف ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِيكًا قَاتِلًا أَنَّ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَتَحْنُ أَحَقُّ
بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ
وَالجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلَيْهِ

اور ان کے منظہم اعلیٰ نے ان سے کہا کہ مملکت الیہ نے تم لوگوں کے لیے طالوت کو بطور سپہ سalar معین کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو ہم پر کیونکر مملکت الیہ کے معاملے میں اختیار ہو سکتا ہے؟ اس کے مقابلے میں مملکت کی حاکیت الیہ کے حقدار تو ہم ہیں اور اس کو تودولت میں وسعت نہیں دی گئی۔ نبی نے کہا کہ مملکت الیہ نے اس کو تمہارے مقابلے میں چن لیا ہے اور اس کو علم اور اس کی شخصیت کے معاملے میں زیادہ پایا ہے۔ مملکت الیہ جوبنڈہ ہپاہتا ہے اسے بادشاہی عطا کرتی ہے اور مملکت الیہ بر بناء علم و سمعت والی ہے۔

مباحثہ:-

جسم: مادہ ج س م: معنی ”بدن، ڈھانچہ، ... تن اور، مضبوط، ... کسی بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا“۔۔۔ اس کے معانی میں ”قصد کرنا“ اور ” منتخب کرنا“ بھی ہیں۔

اس آیت میں جسم سے مراد اس کا علم و کردار ہے نہ کہ اس کا جٹھ۔ آج ملک کے صدر اور فوج کے سپہ سalar کو علم و کردار کے لحاظ سے طاقتور ہونا چاہئے نہ کہ شے کے لحاظ سے۔

جیسا کہ پہلے بھی بارہا مقامات پر عرض کیا ہے کہ من یشاء میں من کا مر جمع یہاں پر وہ انسان ہے جو اپنے آپ کو اس منصب کا اہل ثابت کرتا ہے۔ بغیر الہیت کے کسی کو کوئی منصب نہیں دیا جاتا۔ اتنی اندر ہمیرے نگری انسانوں کے تراشیدہ قوانین میں تو دیکھی جبا سکتی ہے لیکن قوانین قدرت میں الہی انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ منصب اسی کو ملے جو اس منصب کا اہل ہو۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ
مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتمْ مُؤْمِنِينَ

اور ان کے سربراہ مستظم نے ان سے کہا کہ اس کی سپر سالاری کی دلیل یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس ان لوگوں کو لائے گا جن کے سینوں میں احکام الہی محفوظ ہوئے، جن کے معاملے میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی ہوگی اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی تعلیمات بھی ہوئی جن کی ذمہ داری نافذیں احکامات اٹھاتے ہیں۔ اگر تم اہل ایمان ہو تو یہ تمہارے لیے یقیناً ایک دلیل ہے۔

مباحثہ:-

التابوت۔۔۔ قاموس الوحد میں مادہ **تَبَبَّ** کے خیر میں اس لفظ کا اندرانج ہے اور معنی کے تحت لکھا ہے۔ ”لکڑی کا صندوق، ڈول جس کے ذریعے کنوں سے پانی کا لاحباتا ہے، مردہ لا ش رکھنے والا صندوق،... محبازاً میں“ **مَا أَوْدَعْتُ تَابُوتِ شَيْءًا** میں نے یعنی میں کچھ محفوظ نہیں رکھا۔ اس آیت میں تابوت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے احکام الہی کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا تھا۔ دوسرالفظ **سَكِينَةٌ** ہے، جس کے معنی ”تسلی“ کے ہیں لیکن یہ قرآن کی اصطلاح ہے جس کا ذکر علیہ رشید نعمانی نے لعنت القرآن جلد سوم صفحہ ۲۱۹ پر کیا ہے، لکھتے ہیں ”تکین، تسلی، حناطر، اطمینان، سکون،۔۔۔ بروزن فعیلہ مصادر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔“ مزید علیہ

لغوی سید محمد تقی زبیدی کے حوالے سے لکھتے ہیں ”**سَكِينَةٌ** وہ اطمینان، حضین، قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے“۔۔۔ خیر میں مزید لکھتے ہیں ”اُس کے علاوہ اس بارے میں تفسیر کی کتابوں میں جو بہت سی بے سر و پرواہیں مقول ہیں، نہ عقلائی صحیح ہیں نہ نقلاء، اور پھر سخت متعارض کہ ان کا باہم جمع کرنا غیر ممکن۔“

249

فَلَمَّا فَصَلَ طَلْوُثٍ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنْ اغْتَرَفَ عُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاؤَ زَكَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِيَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَطْنَبُونَ أَهْمَمُ مُلْأُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فَيَّةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فَيَّةً كَثِيرَةً بِإِدْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ

عنرض جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو اس نے کہا کہ قانون قدرت ایک "لوٹ مار" سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔ تو جس نے اس کی خواہش کی سودہ مجھ سے نہیں۔ اور جو اس میں ملوث نہ ہو اس سودہ مجھ سے۔ البت اگر کسی نے اپنی قوت کے ذریعے اسے موڑا تو خیر۔ لیکن چند اشخاص کے علاوہ سب اس لوٹ مار میں ملوث ہو گئے۔ پھر جب طالوت اور ان مومن لوگوں نے جو اس کے ساتھ تھے، اس لوٹ مار کا حبائیہ لیا تو کہنے لگے کہ آج ہم میں حبالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو یقین رکھتے تھے کہ ان کو اللہ کی مملکت کے سامنے پیش ہونا ہے، کہنے لگے کہ کتنی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت نے مملکت کے قوانین کے مطابق بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور الہی مملکت ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

مباحث:-

نهر -- مادہ -- ن ۵۷ -- معنی -- "زور سے بہنا، جھٹکنا، ڈانت ٹپٹ کرنا، کشرت سے ہونا، بہتات۔ دن حناس طور پر صبح، وسعت، کشادگی، "رَجُلٌ هُنْ" دن دھاڑے لوٹ مار کرنے والا" (علیہم ر شید نعیانی) صفحہ نمبر ۱۰۶ احبلہ ششم۔

شرب -- مادہ -- ش رب -- معنی -- "پینا، گھونٹ بھرنا۔ رجحان، طبع، خواہش، شوق۔" (قاموس الوحید۔ صفحہ نمبر ۸۵۲) ہم قوم اختلاف مشاہدہ میں کے الگ الگ رجحانات ہیں۔

غرفتۃ-- مادہ غرف-- معنی-- "کاشنا، موڑنا، توڑنا"-- **غرف الناصیۃ** "پیشانی کے بال توڑنا"

250

وَلَمَّا بَرَزُوا بِالْجَأْوَتِ وَجْنُودِهِ قَالُوا أَفَرِغُ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتُ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الكافرین

اور جب وہ لوگ حبالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ آئے تو کہا "اے ہمارے پانہار! ہماری پشت پناہی بافراغت فرماء، اور ہمارے اقدام کو تشییت فرمانا اور کفار کے خلاف ہماری مدد فرمانا۔"

یہ وہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت میں پایا۔ انہی میں سے بعض ایسے ہیں جن کو مملکتِ الیہ نے احکامات دیئے۔ اور ان میں سے بعض کے درجات بلند پائے۔ جیسے عیسیٰ بن مریم کو ہم نے واضح دلائل عطا کیے اور مملکت کے ذریعے ان کو طاقت و قوت دی۔ اور اگر قدرت کے قانون مشیت میں ہوتا تو ان کے بعد آنے والے لوگ دلائل کے آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے بعض نے تو امن قبول کیا اور بعض نے انکار کیا۔ اور اگر قانون مشیت میں ہوتا تو یہ لوگ باہم جنگ و قتال نہ کرتے۔ لیکن قدرت جو فصلے کرتی ہے ان کو وہ روبہ عمل کرتی ہے۔

اس مفتام سے آگے جنگ کے حوالے سے مملکت خداداد کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے انساق کا حکم وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر ۲۳۳ میں قتال کے تحت ارشاد ہوا۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُفْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيَضْمَاعِفَهُ اللَّهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَسْطُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَمُونَ
 (کون ہے جو مملکت خداداد کو قرض حسنہ دےتا ہے وہ اس کے لیے اس میں کئی گناہ اضافہ کرے۔ اور مملکت خداداد ہی کم کرتی ہے اور وہی اسے کشاد عطا کرتی ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جباتے ہو۔)

254

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمُنُوا أَنِفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا يَبْيَغُ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعةٌ
 وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ

اے اہل امن، ہم نے تم کو جو وسائل عطا کیے ہیں اس میں سے انساق کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے کہ جس دن نہ کوئی معاہدہ ہو گا اور نہ ہی کوئی دوستی اور نہ ہی سفارش ہو گی، اور انکار کرنے والے لوگ ہی ظالم ہیں۔

مباحث:-

اس مفتام سے آگے انساق کا حکم ایک حناس پس منظر کے تحت بیان ہوا ہے جو سیاق و سابق سے آسانی کے ساتھ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

255

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُومُ لَا تَأْخُذُنَا سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا
 الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفُهُمْ وَلَا يُجِيظُونَ بِشَيْءٍ مَنْ عِلْمَهُ إِلَّا
 بِمَا شَاءَ وَسَعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَنْعُودُ حَفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

نہیں ہے کوئی عبدیت کے لائق، سوائے اس اللہ کے جو حیات آفرینی کا سرچشمہ اور نہ صرف خود قائم بلکہ انسانیت کو قیام دینے والا نہ تو اسے غفلت پکڑتی ہے اور نہ ہی وہ مغلوب ہوتا ہے۔ جو کچھ ارقع و اعلیٰ اقدار میں ہے اور جو کچھ پست یا ادنیٰ اقدار میں ہے، سب اسی کے لیے ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کر سکے، سوائے اس کے احکام کے مطابق۔ اسے سب معلوم ہے جو ان لوگوں کی قوت و طاقت کے درمیان میں ہے اور وہ بھی جو ان کی پشت پر ہے۔ وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے قانون مشیت کے ساتھ۔ اس کا اقتدار تمام بلند یوں اور پستی پر غائب ہے۔ اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں۔ وہ بڑا عالی مرتب اور عظمت والا ہے۔

256

لَا إِكْرَاهٌ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَن يَكْفُرُ بِالظَّاغُوتِ وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدِ
اسْتَمْسَكَ بِالْغَرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفَصَامَ لَهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ عَلَيْهِمْ

الی ضابط حیات میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے میز ہو گئی ہے اس لیے وہ جو غیر الی احکام کا انکار کرے اور احکام الی کے ذریعے امن قائم کرے تو اس نے ایسا مضبوط ذریعہ اتحاد پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور مملکت خداداد عالم کی بنیاد پر سننے والی ہے۔

مباحث:-

العروة مادہ عرو معنی۔۔۔ ”کپڑے میں بنا ہوا کاج،۔۔۔ لوٹے کادستہ، قبضہ، رسی کا پھنڈہ، کڑا، حلقہ،۔۔۔ قابل اعتماد چیز،۔۔۔ ذریعہ اتحاد،۔۔۔ وہ درخت جس کے سردی میں پتے نہ گرتے ہوں،۔۔۔ عمده مال،۔۔۔ ہار کے کڑے،۔۔۔ شہر کے نواحی حصے، گرد و نواح،۔۔۔ لوگوں کی جماعت،۔۔۔ شیر،“ (قاموس الوحید صفحہ نمبر ۱۰۷۵)

الْعَرْوَةُ الْوُثْقَى مضبوط حلقہ، محباً مذکور ذریعہ اتحاد، (قاموس الوحید صفحہ نمبر ۱۰۷۵)

257

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الظَّاغُوتُ
يُخْرِجُهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الظَّمَآنِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

جو لوگ اہل امن ہوئے ان کی حاکم و مختار الہی مملکت ہے کہ وہ ان کو انہی سے نکال کر روشنی میں لے جاتی ہے اور جو انکاری ہیں ان کے دوست ظالم و سرکش لوگ ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر انہی سے میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اصحاب نار ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مباحث:-

يُنَجِّي جَهَنَّمَ مِنَ الظُّلْمَاتِ إِلَى النُّورِ وہ ان کو انہی سے نکال کر روشنی میں لے جاتی ہے۔ اسی مفہوم پر واضح ہو جاتا ہے کہ نور کیا ہے اور ظلمات کے کہتے ہیں۔ نور ”آزادی“ اور ظلمات ”محکومی“ کو کہتے ہیں۔ سید نار سالتماء اور موئی کا کارنامہ ہی یہ ہتا کہ انہوں نے اپنی اپنی اقوام کو اس وقت کے ظالموں سے خوبیت دلائی تھی۔ کسی بھی رسول نے اپنی قوم سے کسی بھی اللہ کی پرستش نہیں کروائی بلکہ جو پہلے سے کسی زندہ یا مردہ اللہ کی پرستش ہو رہی تھی، اس سے خوبیت دلوائی۔ قرآن نے تین الہ یا بتوں کی پرستش کی بات کی ہے، جن کو آج ہم استھانی طبقات کہتے ہیں۔

۱:- فرعون۔ طاقت کے ذریعے انسانوں کو حبکڑتا ہے، یعنی حکمران طبق۔

۲:- قارون۔ دولت کے بل بوتے پر لوگوں پر حق حکمرانی جاتا ہے، یعنی سرمایہ دار

۳:- ہامان۔ ذہنوں کو بدلت کر انسانی عفتائد و خیالات کے ذریعے انسانوں کی خون پسینے کی کمائی اڑائے جاتا ہے، یعنی مذہبی پیشوں۔

ان تین الہ یا بتوں سے خوبیت کو **يُنَجِّي جَهَنَّمَ مِنَ الظُّلْمَاتِ إِلَى النُّورِ** کہا گیا ہے۔

258

أَلْمَ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْكُلُّ أَنْ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُنْجِي وَيُمْبِيْتُ قَالَ أَنَا أُنْجِي وَأُمْبِيْتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأَتَ بِهَا مَنْ الْمُغْرِبِ فَبَهَتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

بھلام نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے نظامِ ربویت کے بارے میں حجت کی۔ درآں حالانکہ مملکتِ الیہ نے نے سے حکومت بخشی تھی۔ جب ابراہیم نے کہا کہ میرا نظامِ ربویت تو وہ ہے جو کامیابی عطا کرتا ہے اور وہی ناکام قرار دیتا ہے۔ وہ بولا کہ کامیاب اور ناکام تو میں بھی قرار دیتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ مملکتِ الیہ ظابطِ ضحیٰ نو کے ساتھ حکومت لاتی ہے تم ایسی ڈوبی ہوئی حکومت واپس لا کر دکھا۔... تو کافر حیران رہ گیا اور مملکتِ الیہ ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیا کرتی۔

مباحثہ:-

اس آیت میں ایک بات پر غور کیجئے کہ سیدنا ابراہیم کے یہ کہنے پر کہ **رَبِّيَ الَّذِي يُخْبِي وَيُمِيَّثُ** اس شخص کے جواب کی نفی نہیں کی گئی۔ ذرا غور کیجئے کہ اس نے کیا ہے۔۔۔۔۔ اس نے کہا یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔ اب سوچئے کہ اگر یہ بات پیدا کرنے کی ہوتی تو یہ ناممکن ہے کہ کوئی انسان کسی چیز کو بھی پیدا کر سکے۔ اس بات کا تو اس شخص کو بھی بخوبی علم ہتا۔ اور خدا بھی حساموش رہا۔؟ آخر کیوں۔۔۔۔۔؟

عسوی تراجم کی تفاسیر میں بھی یہی لکھا ملے گا کہ اس شخص نے ایک ایسے قیدی کو بلا یا جسے پھانسی کا حکم ہو چکا ہتا۔۔۔ اور اسے آزاد کر دیا، اور کہا دیکھو میں نے اسے زندگی دے دی۔۔۔ اور اس جواب پر نہ تو ابراہیم نے کوئی اعتراض کیا کہ یہ کیا بے وقوفی کی بات کر رہے ہو، ذرا کسی بچے کو پیدا کر کے بتاؤ!۔۔۔ اور نہ ہی اللہ نے کوئی اعتراض کیا۔۔۔۔۔!

اصلًا یہ ہے کہ یہاں جسمانی موت و حیات کی بات ہی نہیں ہو رہی۔۔۔ کیونکہ **يُخْبِي** کا معنی ”پیدا کرنا“،۔۔۔ نہیں بلکہ ”زندہ انسانوں کو حیات آفرینی“ کے ہیں اور حیات آفرینی کے مقابلے پر **يُمِيَّثُ** کے معنی جسمانی موت نہیں بلکہ مسکومی و ناکامی ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۵۹ میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے جس کا مقصد سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ چند نیادی اصول پہلے سمجھ لیے جائیں۔

اب:- احکام الٰہی نہ تو کبھی تبدیل ہوں گے اور نہ ہی نتائج میں کوئی تغیر واقع ہو گا۔ **فَلَنْ تَجِدَ لِسُنْتِ اللَّهِ تَبَيِّنًا**

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنْتِ اللَّهِ تَبَيِّنًا سورہ فاطر ۴۳ ”تم ہر گز اللہ کے دستور کو بدلتا نہ پاؤ گے اور نہ ہی اس کے قانون میں کوئی تحول (نتیجہ میں تبدیلی) پاؤ گے۔“

اس لیے اگر اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جسمانی موت کے بعد کوئی بھی ذی حیات زندہ نہیں ہوتا تو قرآن میں اس قانون کے خلاف کوئی بات نہیں ملے گی۔ اس لیے ایک بات ذہن میں بالکل واضح کر لیجئے کہ قرآن میں قدرت کے کسی بھی قانون سے مکروہ نہیں ملے گا۔ اگر قدرت کا قانون ہے کہ جو جسمانی موت مر گیا سوہہ اس دنیا میں جسمانی طور پر زندہ نہیں کیا جا سکتا اور جو جس شکل میں پیدا کیا گیا وہ اس دنیا میں اسی شکل میں رہے گا، اگر وہ انسان کی شکل لے کر پیدا ہوا ہے تو وہ کسی بندر کی شکل یا خنزیر کی شکل میں نہیں بدلا جا سکتا، تو یہ قانون اٹل ہے اور الٰہی قانون قدرت میں اس طرح کی تبدیلی ناممکن ہے۔

۲۔ قرآن نے ان اشخاص کی زندگی کی مثال حبانوروں حبیی بتائی ہے جو احکام الٰہی سے رو گردانی کرتے

ہیں۔ اس لیے ان کو تمثیل احباب انور کہا گیا ہے۔ **وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَعِبَرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ هُنُّمُ قُلُوبُ الْأَ**
يَفْقَهُونَ بِهَا وَهُنُّمُ أَغْنِيَنَ لَا يُنْصِرُونَ بِهَا وَهُنُّمُ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَخْلَ

أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ سورہ الاعراف ۱۷۹ اور بینکہ ہم نے جسم کے لیے پھیلے ہوئے پائے بہت جن اور آدمی کہ وہ دل رکھتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں، وہ چوپا یوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ، وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

۳:- ایسی اقوام جو احکام الٰہی کی ذمہ داری نہیں نبھاتیں، ان کو گدھ سے تشبیہ دی ہے۔ **مَثُلُ الَّذِينَ حَمِلُوا**
النُّورَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثُلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا إِنْسَ مَثُلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِيَّاتِ اللَّهِ

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ سورہ الجمع ۵ ”ان کی مثال جن پر تورات کی ذمہ داری ڈالی گئی پھر انہوں نے اس کی ذمہ داری نہ اٹھائی، ان کی مثال گدھ کی سی ہے جو پیٹ پر کتابیں اٹھائے پھرتا ہے۔ کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی حسبہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹ لائیں، اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

۴:- اسی طرح بعض معتامات پر ایسے شیطان صفت لوگوں کو خنزیر اور بندر کہا ہے۔ **قُلْ هَلْ**

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَّةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنِّي أُجِيِّي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْهِقًا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ
 مِائَةً عَامٍ ثُمَّ بَعْدَهُ قَالَ كَمْ لَيْشَتْ قَالَ لَيْشَتْ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَيْشَتْ مِائَةً عَامٍ فَانظُرْ
 إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهُ وَانظُرْ إِلَى حَمَارِكَ وَلَنْجُولُكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ
 كَيْفَ نُشِرُّهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

یا اس شخص کی مثال جس کا گزاریک ایس بستی سے ہوا جواندھی پڑی تھی۔ اس نے کہا کہ قانون قدرت اس بستی کو اس کی ناکامی و محکومی کے بعد کس طرح حیات آفرینی عطا کرے گی؟.. پس قدرت نے اسے ایک لمب عرصہ محکومی میں پایا اور پھر اسے معمور پایا تو پوچھا کہ کتنا عرصہ گزارا؟.. اس نے کہا ایک عرصہ یا اس کا کچھ حصہ۔ جواب دیا بلکہ تم نے ایک لمب عرصہ گزارا۔۔۔ تم اپنے نظام معيشت اور روش کو دیکھو جو اپن نقش تک نہ چھوڑ سکی۔ اور ذرا غور کرو اپنے مذہبی پیشو اپر۔۔۔! ہم یقیناً تم کو انسانیت کے لیے ایک نشان راہ کی دلیل بنائیں گے۔ اور غور کرو ڈھانچے کی طرف کہ کیسے ہم اسے بلند کرتے ہیں، پھر آپس کے اتحاد و تعاون کی حالت میں منقلب کرتے ہیں، پس جب اس پر واضح ہو گیا تو بولا کہ قدرت ہر طرح کے پیمانے بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مباحث:-

وَهِيَ خَاوِيَّةٌ عَلَى عُرْدُو شَهَّا (اونڈھی پڑی تھی) کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بستی کھنڈ رہنی ہوئی تھی بلکہ وہ بستی ان قوانین پر چپل رہی تھی جن کو اندھیرے نگری چوبٹ راج کہا جاتا ہے۔

فَأَمَاتَهُ بَابُ افْعَالٍ سَـ، مَادَهٗ مَوْتٌ معنی ”موت“، مسکومی، ناکامی“... باب افعال کا ایک حنام سے وجہاں ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس مادہ سے بننے والی لفاظ میں مادہ کا بنا دی معنی ضرور موجود ہوتا ہے، اسی لیے اس جگہ **فَأَمَاتَهُ** کے معنی ”اس کو مردہ یا مسکوم پایا“ ہو گا۔ ظاہر ہے کوئی مردہ جسمانی لحاظ سے زندہ نہیں ہوا کرتا اس لیے اس مفتام پر وہ زندگی جو مردوں سے بھی بدتر ہوتی ہے، یعنی ”مسکومی کی زندگی“ مراد ہے۔

بَعْثَةٌ مَادَهٗ بَعْثٌ معنی ”مقصر رکرنا، مامور کرنا، کسی کا مواغذہ کرنا (جیسے کفار کی بعثت مواغذہ کے لیے ہو گی)“... اندریاء کی بعثت ایک اعلیٰ مفتام پر فائز کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس آیت میں اس شخص کی بعثت سے مراد اس قوم کی بعثت ہے جو عرصہ دراز کی عنلامی کے بعد مملکت الہیہ کے قیام کے نتیجے میں ہوئی ہے۔

طَعَامٌ... مادہ طعم... معنی۔ ”ہر کھائی جانے والی چیز۔ روزی، رزق، خوراک...، تاوان، ٹیکس، خراج... مال غنیمت...، ذریعہ معاش“... **تَطْعِيمٌ حَفْظٌ** ٹیکہ، شاخ کا دوسرا درخت کی شاخ کا فسلم کا افسیحہ کرننا“

شَرَابٌ مادہ شرب معنی۔ ”پینا، گھونٹ بھرنا۔ رجنان، طبع، خواہش، شوق“ (قاموس الوحدہ۔

صفہ نمبر ۸۵۲) **هُمْ قَوْمٌ أَخْتَلُفُ مُشَارِبَهُمْ** ”ان کے الگ الگ رجحانات ہیں۔“

جس طرح پہلے عرض کیا جا پکا ہے کہ جہاں بھی کسی آیت کے شروع میں وَإِذْ کا لفظ آتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جو پہلے بیان کیا جا پکا ہے۔ ماقبل آیات میں قوموں کی موت و حیات یعنی قوموں کی حکومی اور آزادی کی بات ہو رہی ہے، اس لیے اسی سلسلے میں سیدنا ابراہیم کے واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔ اس آیت میں اگر حیات کو جسم کا زندہ ہونا اور موت کو جسم کی موت لیں جیا کہ عام مفسرین نے لیا ہے تو کیا سیدنا ابراہیم کو بھی اللہ کی ذات پر بھروسہ نہیں تھا کہ وہ مردؤں کو زندہ کر سکتا ہے؟... آئی پہلے عنموی ترجمہ دیکھتے ہیں۔

اب خود دیکھ لیجئے، اس ترجیح سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا ابراہیم کو ”اللہ“ کے مردے کو زندہ کرنے، پر قلبی اطمینان نہ ہتا۔۔۔۔۔ کیا یہ ممکن ہے؟... اور اگر سیدنا ابراہیم کو ہی قلبی اطمینان نہ ہتا تو عام انسانوں کی کیفیت کیا ہو گی!۔

یہاں آپ پر واضح ہو جانا چاہئے کہ قرآن جس موت و حیات کی بات کر رہا ہے وہ قوموں کی مکومی اور آزادی کی بات ہے، اور اس مسئلے پر ہر کوئی تزبدہ کا شکار رہتا ہے اور رہے گا کہ ایسی قوم جو پستیوں کی انتہائی گھرائیوں میں پڑی ہو، وہ جبر و استبداد کے پنجوں سے کب اور کس طرح آزادی حاصل کر سکتی ہے؟... اور یہی منکر سینا براہیم کو تھی جس کے لیے ان کو طریقہ بتا یا گیا۔

260

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَمْرِنِي كَيْفَ تُحْكِيِ الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوْلَمْ تُؤْمِنَ قَالَ بَلٌ وَلِكِنَ لِيُعْلَمُ مِنْ قَلْبِي
قَالَ فَنَحْنُ أَرْبَعَةٌ مِنَ الطَّبِيعَةِ فَصُرِّهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزًءًا ثُمَّ اذْعُهُنَّ
يَا أَتَيْتَكُمْ سَعْيًا وَأَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے پروردگار مجھے سمجھا کہ تو محکوم قوم کو کس طرح آزادی دلائے گا؟ اس نے کہا، کیا تم امن دینے والے نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، لیکن اس لیے... کہ مسیر ادل مطمئن ہو۔ کہا کہ انتہائی شفیق و رحم دل اور بردبار و باوقار افراد کی ذمہ داری اٹھا اور ان کی تربیت کرو اور ان میں سے ایک ایک جزو کو ہر مرد میدان پر مقرر کرو، پھر ان کو دعوت دو تو وہ تیرے پاس سعی و جہد کرتے ہوئے آئیں گے۔ اور حبان رکھو کہ قدرت بالحکمت غلبے والی ہے۔

مباحث:-

اربع۔۔ مادہ۔۔ رب ع۔۔ معنی۔۔ ”موسم بہار... چڑاگاہ میں آزادی سے چڑنا،... عدد کے لحاظ سے چار... خوش حال و آسودہ ہونا... شفقت کرنا، مہربانی کرنا“

الطیب۔۔ مادہ۔۔ طی ر معنی۔۔ ”اڑنا، محباً اہر اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اوپھی اڑاں رکھتا ہو۔ علامہ اقبال نے مومن کو شاہین کہا ہے۔ دوسرے مقام پر طاڑلاہوتی کو محنا طب کر کے کہا ہے کہ اس رزق سے موت بہتر ہے جس رزق سے ’پرواز‘ میں کوتاہی آئے۔ قاموس الوحید میں صفحہ نمبر ۱۰۲۶ اپر ساکن الطیب کے معنی بردبار و باوقار، شہرت یافت اور مشہور و معروف کے لئے ہیں۔

خذ۔۔ مادہ اخ ذ۔۔ معنی۔۔ ”حاصل کرنا، پکڑنا، لینا، مانعوذ کرنا، پابند کرنا“ علی نفسہ ”اپنے ذمہ لینا“ اخذ کے مختلف معنی ہیں اور موقع محل دیکھ کر معین کرنا ہوں گے۔

261

مَّثُلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثُلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبَلَةٍ مِائَةُ
حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلَيْهِ

جو لوگ اپنا مال اللہ کی مملکت کے لیے خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے بہت ساری بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سینکڑوں دانے ہوں، اور اللہ کی مملکت اس شخص کے مال کو جو اپنے کو حقدار ثابت کرتا ہے، زیادہ کرتا ہے۔ اللہ کی مملکت بڑی کشاش والی اور عسلم والی ہے۔

262

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتَبَعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَمَّا لَأَذْنَى هُنْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

جو لوگ اپنا مال اللہ کی مملکت کے لیے صرف کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا حسان جاتے ہیں اور نہ ہی تکلیف دیتے ہیں، ان کا صلہ ان کے پروار دگار کے پاس ہے اور ان کو نہ تو کچھ خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

263

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةً خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَبَعُهَا أَذْنِي وَاللَّهُ غَنِيٌّ عَنِّيٍّ حَلِيمٌ

احکام الہی کے مطابق حفاظت کی ایک بات اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا دی جائے، اور الہی مملکت بے نیاز برداہ ہے۔

264

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ طَبَّلُوا أَصْدَقَاتِكُمْ بِالْمُنْ وَالْأَذْنِي كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ إِنَّمَا إِلَّا ثَأْسٍ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانِ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَإِلْ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

اے اہل امن! اپنے صدقات کو حسان جاتا کرو اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح بر باد نہ کر دیں اج لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور نہ تو احکام الہی کے ذریعے اور نہ ہی مكافاتِ عمل کے روز امن میں ہوتا ہے، تو ایسے شخص کی مثال اس چستان کی سی ہے جس پر گرد پڑی ہو اور اس پر زور کا میسہ بر س کر اسے صاف کر ڈالے۔ ایسے لوگ اپنے اعمال پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ اور مملکت الہیہ ایسے انکاری لوگوں کو ہدایت پر نہیں پاتی۔

265

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ أَبْيَاعًا مَرْضَاتٍ اللَّهُ وَتَشِيدًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبُوْةٍ أَصَابَهَا وَإِلْ فَاتَتْ أُكْلَهَا أَسْعَفَهُمْ فَإِنَّ لَمْ يُصِبْهَا وَإِلْ فَطَلْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اور جو لوگ اللہ کی مملکت کی رضا کے مطابق اور اپنے لوگوں کی ثابت قدی کے لیے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو بلند مقام پر واقع ہو کہ اس پر بارش پڑے تو اس کا چھل دگنا آئے۔ اور اگر بارش نہ بھی پڑے تو شہنم ہی سہی، اور مملکت الہی تمہارے کاموں پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

أَيُوْدُ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ
الشَّمَرَاتِ وَأَصَابَةِ الْكِبِيرِ وَلَهُ ذِرَّةٌ مُضَعَّفَةٌ فَأَصَابَهَا إِعْصَامٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ
اللَّهُ لِكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ

بھلاتم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا بھروس اور انگروں کا باغ ہو جس میں
نہ ریں بہرے رہی ہوں اور اس میں اس کے لیے ہر قسم کے پھسل موجود ہوں اور
اسے بڑھا پا آپکڑے اور اس کی ذریت کمزور ہو، اس باغ پر آگ کا بکولا چپلے اور وہ
جل جبائے؟ بوحہ اسی کے پروردگار تم پر اپنی آیتیں واضح کرتا ہے تاکہ تم غور و منکر
کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتٍ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجَنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيْمِمُوا
الْحُبُّ إِنَّمَا تُنْهَىٰ عَنِ الْحُبُّ مَنْ يَرْجُو أَنْ يُغْرِيَنَّهُ إِلَّا أَنْ تُعْمَلُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِّيْ حَمِيدٌ

اے اہل امن! جو کچھ بھی تم حاصل کرتے ہو اور جو چیزیں ہم نے تمہارے لیے
زمین سے نکال لی ہیں، ان کو حجج طریقے سے صرف کرو اور اس میں سے
جو تم صرف کرتے ہو، خبیث طریقوں کا ارادہ نہ کرنا، جن کو بجز اس کے کہ تم
آنھیں ہی بند کر لو، کبھی بھی نہ لو۔ اور حبان رکھو کہ مملکت الیہ بر بنائے حمد کسی
کی محاج نہیں ہے۔

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفُحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ
عَلَيْهِ

سرکش اور احکام الہی کا انکاری تھیں تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور احکام الہی کی
خلاف ورزی کرنے کو کہتا ہے جبکہ آئین قدرت تم سے حفاظت اور فضل
کا وعدہ کرتا ہے اور قوانین قدرت باعلم و سمعت والے ہیں۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ الْحِكْمَةَ أَكْثَرًا وَمَا يَذَّكَرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ

266

267

268

269

وہ دنائی اس کو بخشتا ہے جو اس کی مشیت کے مطابق پورا اترتا ہے اور جس کو دنائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی، اور یاد رکھ کر عمل پسیرا تو اہل عالم و دانش ہی ہوتے ہیں۔

270

وَمَا أَنْفَقُتُمْ مِّنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَدَرْتُمْ مِّنْ نَدْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ

اور تم کسی صرف کی مدد میں سے جو بھی صرف کرتے ہو یا ذمہ داریوں میں سے کوئی ذمہ داری پوری کرتے ہو تو مملکت کو اس کا عالم ہو جائے گا اور خرد بردا کرنے والوں کا مددگاروں میں کوئی مددگار نہیں ہے۔

271

إِنْ تُبَدِّلُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعْمًا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْثُرُوهَا الْفُقَرَاءُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَيْرٌ

اگر تم اپنے عہد کو تج کر دکھاتے ہو تو وہ خوب ہے اور اگر اس کو خفیہ طور پر پورا کرتے ہو اور حاجت مندوں کے لیے عہد کو پورا کرتے ہو تو وہ بھی تمہارے لیے خوب تر ہے اور وہ تمہاری کمزوریوں کو دور کر دے گا اور مملکت الہی تمہارے سب کاموں سے باخبر ہو جائے گی۔

272

لَيْسَ عَلَيْكُمْ هُدًى أَهُمْ وَلِكَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْفَقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَفْسٌ كُمْ وَمَا أَنْفَقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا أَنْفَقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُوفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ

تم ان لوگوں کی رہنمائی کے قطعاً ذمہ دار نہیں ہو بلکہ مملکت اس کی جو خود کو اس کی مشیت کے مطابق اہل ثابت کرتا ہے، رہنمائی کرتی ہے۔ اور تم جو بھی بھلائی سے خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ تمہارے ہی لوگوں کو ہو گا۔ اور تم تو صرف مملکت کی توجہ حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو۔ حالانکہ جو تم خرچ کرو گے اس کا تمہیں بھر پور بدلہ دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔

273

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَيِّلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِعُونَ حَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعْفُفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلَّا فَآتَاهُمْ وَمَا نُفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ
بِهِ عَلِيمٌ

ان حاجتمندوں کے لیے جو احکام الہی کی راہ میں محصور کر لیے گئے اور زمین میں
ملکت الہیہ کی طرف جانے کی استطاعت نہیں رکھتے جبکہ عافیت کی
وجہ سے ناواقف ان کو عنینی خیال کرتا ہے اور تم ان کی صفات سے ان کو حبان لیتے
ہو کہ وہ لوگوں سے پڑ کر مطالبات نہیں کرتے اور تم جو بھی بھلانی سے خرچ
کرو گے تو کچھ شک نہیں کہ مملکت الہیہ اس کو حبان لے گی۔

274

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرَّاً وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرٌ هُمْ عِنْدَهُمْ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

جو لوگ اپنا مال خوشی خوشی اعلانیہ ان پر خرچ کرتے ہیں جو خواہ بدحال ہوں یا
بے حال، ان کا صلمہ ان کے پروردگار کے پاس ہے اور ان کو نہ کسی طرح کا خوف
ہو گا اور نہ وہ غم کریں گے۔

مباحثہ:-

اس آیت میں ایک لفظ سراؤ آیا ہے جس کا مادہ سر ہے۔ اس لفظ کے معنی ”خوشی، خوشیاں اور
پوشیدگی“ کے ہوتے ہیں۔ اگر حکومتی سطح پر اتفاق پوشیدہ کیا جائے تو رشوت کے دروازے کھولتے
ہے اس لیے جہاں بھی حکومت کے حوالے سے اتفاق ہو گا تو وہ علانیہ ہی ہو گا۔

الرِّبَا كَهُوَ لَمَّا سَمِعَ الرَّبِيعَ الْأَنْجَوِيَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (٢٨١-٢٨٥) كَهُوَ لَمَّا سَمِعَ الرَّبِيعَ الْأَنْجَوِيَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (٢٨١-٢٨٥) كَهُوَ لَمَّا سَمِعَ الرَّبِيعَ الْأَنْجَوِيَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (٢٨١-٢٨٥)

مومنو! احکام الہی کی معصیت کے انعام سے بچو اور اگر تم حقیقت میں اہل ایمان ہو تو جو الرباء سے حاصل شدہ باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو سن لوالہد اور رسول سے جنگ کے لیے اور اگر تم الرباء سے باز آجبا تو تمہارے لیے راس المال ہے۔ نہ تو تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

دیکھئے، ان آیات میں ایک بہت بنیادی بات کہی گئی ہے کہ اگر تم نے الرباء سے حاصل شدہ باقیات کو نہ چھوڑا تو اللہ اور رسول سے جنگ کا اعلان ہے۔ کیا خیال ہے کہ ایک ایسے شخص کے خلاف جو قرض دیکر چند دراہم یا روپے قرض کے علاوہ لیتا ہے اسلامی مملکت کی جنگی مشیزی حرکت میں اس لیے آجبا گی کہ اس نے چند دراہم یا روپے دے کر اس پر چند فی صد زائد رفتہ کا مطالب کیا ہے؟..... جی نہیں۔ غور کیجئے کہ کوئی ملک کن وجوہات کی بنیاد پر اعلان جنگ کرتا ہے۔۔۔۔۔

اعلان جنگ کوئی معمولی بات نہیں۔ اعلان جنگ صرف اسی وقت ہوتا ہے جب مملکت کی بقاء خطرے میں ہو، اس کی بنیادیں مل رہی ہوں۔ یاد رکھیے کہ یہاں بیرونی خطرات کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ خطاب مومنین سے ہے اور حکومت کے اداروں سے خطاب ہے نہ کہ انفرادی خطاب۔۔۔۔۔ اس لیے سوچئے کہ یہ کون سا خطرہ ہے جو مومنوں کی طرف سے یعنی حکومت کے اداروں کی طرف سے لاحق ہو گیا ہے۔

کسی بھی مملکت کو اندر ورنی خطرہ کسی نہ کسی ایسی بغاوت یا سازش کی وجہ سے ہوتا ہے جو مملکت کی مضبوط بنیادوں کو پہلانے کی باعث بن جائے۔ یہاں کسی اندر ورنی سازش کا بھی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کی اندر ورنی فوجی بغاوت نظر آرہی ہے۔ سیاق و سبق میں اتفاق کا ذکر ہو رہا ہے۔ اگر ہم دنیا کے ممالک کا حبابزہ لیں تو معلوم ہو جائیگا کہ اکثر ممالک کا زوال خود اپنے ہی نادان لوگوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کی اصل اور بنیادی وجہ خود اپنے ہی لوگوں کا مملکت کی معیشت پر قبضہ ہوتا ہے۔ آج بھی جتنی ناکام ریاستیں ہیں (اور ان میں زیاد تر مسلمان ممالک ہیں) ان کے وسائل پر قبضہ خود اس مملکت کے اپنے لوگوں کا ہی نظر آتا ہے۔

الرِّبَا۔۔۔۔۔ "مملکت کے وسائل پر قبضہ" "الرِّبَا" ہے، مثلاً آج کی دنیا میں حکمرانوں کا مملکت کے وسائل پر قبضہ۔ خواہ میں نوں کو اپنی حبگیر بنا ہو یا مملکت کی معیشت کو اپنے لیے مخصوص کرنا ہو۔۔۔۔۔ یا عوام کا مملکت کے لیے مالی مدد یعنی اتفاق صدقہ یا زکوٰۃ کا نہ دینا ہو۔

اتفاق مملکت کی طرف سے اتفاق ضرورت پڑنے پر نہ صرف علانی ہوتا ہے بلکہ مملکت کی

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُولُونَ إِلَّا كَمَا يَقُولُ الَّذِي يَعْجَبُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمُسْكُنِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ
قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةً مِنْ رَبِّهِ فَانتَهُ فَلَئِنْ
مَآسِلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

وہ لوگ جو معاشی استھصال کرتے ہیں وہ اپنے موقف پر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں جیسے کہ وہ شخص ہو جسے سرکش و نافرمان شخص نے سکھا پڑھا کر محنبوط الحواس کر دیا ہو۔ یہ بوجہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ معاهدات کے ذریعے معيشت بھی تو دیتی ہی ہے جیسے الربا (معاشی استھصال) جبکہ معاهدات کے ذریعے معيشت کو قوانین قدرت نے حبائز قرار دیا ہے اور الربا (معاشی استھصال) کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس پروردگار کی نصیحت پہنچی اور وہ بازاگیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کے لیے!۔ اور اس کا فیصلہ مملکت کے سپرداور جس نے پھر اعادہ کیا، تو ایسے لوگ اصحاب نہ ہیں کہ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

مباحث:-

الربا-- اس لفظ کامادہ بء ہے اور اس کے نیادی معنی "سود" یعنی مفلس ہے۔ ہر قسم کے ربا یعنی سود مند چیز کو ناحبائے قرار دے کر، ہر فائدہ مند چیز کو ناحبائے بنادیا گیا ہے حالانکہ سود کے حوالے سے نازل شدہ آیت نمبر ۲۷۶ میں ارشاد ہے۔ **يَمْحُقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِيِ الصَّدَقَاتِ** (اللَّهُ الرَّبَا كُو زَائِلٌ كرتا ہے اور الصدقات کو بڑھاتا ہے)

وَيُرِيِ الصَّدَقَاتِ (اور صدقات کو بڑھاتا ہے) سے معلوم ہوا کہ "ربا" کے معنی بڑھوٹری کے ہیں۔ لفظ **يُرِي** بھی کامادہ بء ہے اور اس مفہوم پر کسی برائی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ خدا نے خود ربا کے فعل کو صدقات کی بڑھوٹری کے لیے استعمال کیا ہے اس لیے ہر فائدہ مند چیز ربا کہلاتی ہے۔ البتہ ہر وہ بڑھوٹری جو ناحبائے طریقے سے کی جائے یقیناً ناقابل قبول بلکہ سزا کی حقدار ہے اور **الربا** یعنی وہ حناص بڑھوٹری جس کو "ال" کے ذریعے اسم معرفہ بنایا گیا، ناحبائے ہے۔

يَمْحُقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِيِ الصَّدَقَاتِ (اللَّهُ الرَّبَا كُو زَائِلٌ كرتا ہے اور الصدقات کو بڑھاتا ہے) سے یہ بھی معلوم ہوا کہ **الربا** کی ضد الصدقات ہیں۔ اور دونوں معرفے بالام ہونے کی وجہ سے معرفہ ہیں اور حناص **الربا** اور حناص صدقہ کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

الصَّدَقَاتِ-- مادہ-- "ص دق"-- معنی "سچ کرنا، سچ کر دکھانا" معیشت کے حوالے سے دو اصطلاحات اور بھی قابل غور ہیں۔
۱۔ انفاق اور ۲۔ زکوٰۃ

انفاق کامادہن فق ہے۔ مختلف معنی میں مستعمل ہے۔ **نفق الشیئی**۔ "کسی چیز کا ختم ہو جانا" **نفق الیب یو ع** "جنگی چوہے کا اپنے بل سے نکلا" **انفق فلان** "عنریب و مفلس ہو جانا"

276

يَمْحُقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِيِ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيْرٍ

مملکت الیہ معاشی استھصال کو نابود کرتی ہے، صدقات کو سود مند بناتی ہے اور کسی انکار کرنے والے عناطروش پر عمل پیرا کو پسند نہیں کرتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزُنُونَ

277

یقیناً وہ لوگ جو اہل امن ہیں اور جس نہوں نے صلاحیت بخش اعمال کیے اور قرآنی نظام کو قائم رکھا اور معاشرے کی خوشحالی میں بھر پور حصہ لیا، ان کے کاموں کا صلحہ مملکت کے پاس محفوظ ہے اور ان کو نہ تو کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غناک ہوں گے۔

278

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذُرُّوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ

اے اہل امن! مملکت الیہ کے احکام کی معصیت کے برے اخبار سے بچو اور اگر تم حقیقت میں اہل امن ہو تو جو الربا (معاشی استھان) سے باقی رہ گیا ہے اس کو بچوڑ دو۔

279

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأَذْلُّوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رِءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ
وَلَا تُنْظَلِمُونَ

اگر ایں نہیں کرو گے تو مملکت الیہ کی طرف سے جنگ کا سن لو اور اگر تم الربا (معاشی استھان) سے باز آ جاؤ تو تمہارے لیے راس المال ہے، نہ تو تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

مباحث:-

راس المال... مملکت کی طرف سے جو بھی اس کا حق بتاتا ہے وہ اس کا راس المال ہے۔

280

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرْهُ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدِّقُوا خَيْرُ الْكُمَّ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور اگر الربا (معاشی استھان) کرنے والا مشکل میں ہو تو اسے کشائش تک کی مہلت دینی ہے اور اگر صدقہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَقَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

اور اس دن کے برے نتائج سے بچو کہ جس دن تم معاشی استھان کے معاملے میں مملکت الہیہ کے سامنے لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدله دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَآيَشُمْ بِدَيْنِ إِلَى أَجَلٍ مُسَنَّى فَإِنْ كُنْتُمْ بُهْوٌ وَلَيَكُنْتُمْ يَتَّكَبُرُّونَ
بِالْعُدْلِ وَلَا يَأْبُ كَاتِبٍ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلِمَهُ اللَّهُ فَلَيَكُنْتُبْ وَلَيُمَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحُقْقُ وَلَيَتَّقِنَ
اللَّهُ رَبُّهُ وَلَا يَتَخَسُّ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحُقْقُ سَفِيهًّا أَوْ ضَعِيفًّا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ
هُوَ فَلَيُمَلِّ وَلَيُكْلِمُهُ بِالْعُدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ
وَامْرَأَتَانِ يُمَنِّ تَرْخَضُونَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضْلِلَ إِحْدَاهُمَا فَعَذَّنَ كَرِّ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبُ
الشُّهَدَاءُ إِذَا مَادُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَيْرًا إِلَى أَجَلِهِ ذُلْكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ
وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدَى الْأَتْرَاتِ يَا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً ثُدِّيْرُ وَهَا يَتَّكَبُرُ فَلَيُسَسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ لَا تَكْنُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ
بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمُ كُمْ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ

اے اہل امن! جب تم کسی معیادِ معین کے لیے معاہدات کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں توازن سے لکھے، نیز لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے اور جیسا مملکت الہیہ نے سکھایا ہے ویسا ہی لکھے، اور جو شخص حق دار ہے وہ مضمون لکھوائے اور مملکت الہیہ جو اس کارب ہے، اس کے احکام کی معصیت کے برے انجام سے بچے اور حق میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔ اور اگر حقدار نا سمجھ یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا دلی ہو وہ توازن سے لکھوائے۔ اور اپنے میں سے دو باختیار لوگوں کو گواہ بنالیا کرو۔ اور اگر دو باختیار لوگ نہ ہوں تو ایک ہی باختیار یادو با مرودت کامل انسان جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرو کہ اگر ان میں سے ایک غائب ہو جائے تو ان کا دوسرا یاد دلا دے، اور جب گواہ بلاۓ حبائیں تو انکار نہ کریں، اور حق میعاد مقرر خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، لکھنے میں سستی نہ کرن۔ یہ بات احکام الہی کے مطابق نہایت قرین النصف اور گواہی کے لیے بہت قوی طریق ہے اور قریب تر ہے کہ تم کسی طرح کے شک میں نہ ڈو۔ البتہ اگر تجارت دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو گواہی نہ بھی لکھو تو بھی تم پر کوئی رکاوٹ نہیں اور جب معاہدات کرو تو گواہ کر لیا کرو اور نہ تو کتاب کو اور نہ ہی گواہ کو کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائے، اور اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہاری قانون ٹکنی ہے، اور احکام الہی کی معصیت کے برے نتائج سے بچو اور مملکت خداوند تم کو تعلیم دیتی ہے اور مملکت ہر چیز سے واقف ہے۔

283

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوْسَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤْدِي الَّذِي
أُؤْمِنَ أَمَانَتَهُ وَلَيُتَقَرَّ اللَّهُ رَبُّهُ وَلَا تَكْثُرُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْثُرْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
تَعْمَلُوْنَ عَلَيْمٌ

اور اگر تم تحریری مراحل نہیں طے کر پائے اور ابھی تک قانون بھی نہیں پاتے تو ہن باقسط رکھ کر اگر کوئی کسی کو امین بنائے تو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے اور مملکت الہی جو پروردگار ہے، کی معصیت کے برے نتائج سے بچو اور مشاہدے کو مت چھپانا اور جو اس کو چھپائے گا تو اس کا ضمیر گنہگار ہے اور مملکت تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

284

لَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُعْلَمُ بِهِ اللَّهُ فَيَعْلَمُ
لَمْ يَشَأْ وَيُعْلِمُ بِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

جو کچھ بلندیوں اور پستیوں میں ہے سب مملکت ہی کا ہے۔ اور جو کچھ تمہارے لوگوں کے معاملے میں ہے اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، مملکت تمہارا محاسبہ کرے گی۔ پھر وہ حفاظت فراہم اس کو کرے گی جو اس کی مشیت پر پورا ترے گا، اور وہ عذاب سے اسے دوھپار کرے گی جو اس کی مشیت پر پورا ترے گا، اور مملکت ہر چیز کے پیمانے بنانے پر قدرت رکھتی ہے۔

285

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلُّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُلُّهُ وَرَسُولُهُ لَا
نُقَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا عُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمُصِيرُ

رسول اور اہل امن نے اس کے ذریعے جوان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوا، امن قائم کیا سب کے سب نے مملکت الہی کے ساتھ، اور اس کے نافذین احکام کے ساتھ اور اس کے آئین کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ امن قائم کیا۔ ہم نے اس کے پیغمبروں کے درمیان کسی میں کچھ فرق نہیں کیا اور کہا کہ ہم نے حکم سنا اور اطاعت کی۔ اے پروردگار تو انتہائی حفاظت فراہم کرنے والا ہے اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

286

لَا يَكْفُفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا هَذَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤْخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ
أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتُهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ
لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَإِنْ حَمَدْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

مملکت الہی کسی کو مکلف نہیں ٹھہراتی سوائے اس کی وسعت کے مطابق۔ اس کے لیے وہی فائدہ مند ہو گا جو اس نے کیا اور اس کے لیے وہی نقصان دہ ہو گا جو اس نے کیا۔ اے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو مواعظہ نہ کرنا۔ اے پروردگار! ہم پر ایسے بوجھنے والے جیسے بوجھ ہم سے پہلوں پر ڈالے تھے۔ اے پروردگار! ہم کو اتنی ہی ذمہ داری دینا جتنی کے ہم متحمل ہوں۔ اور ہم سے در گزر کرنا اور ہمیں حفاظت فراہم کرنا۔ اور ہم پر رسم فرمانا۔ تو ہی ہمارا مولا ہے پس احکام کا انکار کرنے والوں کے خلاف ہماری مدد کرنا۔